

اِسلام ھی ہمارا اِنتخاب کیوں؟

Why Islam is our only Choice?

مغربی دنیا میں قبولِ اسلام کے سچے واقعات

مُحمّد حنیف شاھد





اسلام ہی ہمارا انتخاب کیوں؟

Why Islam is our only Choice?

مغربی دنیا میں قبولِ اسلام کے سچے واقعات

محمد حنیف شاہد



دارُالسّلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ
ریاض • جدہ • شارجہ • لاہور
کراچی • لندن • ہیوسٹن • نیو یارک


بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

باب اول

اسلامی عقائد اور تعلیمات کے بارے میں اسلام قبول کرنے والوں کے تاثرات

باب دوم

اسلام کے بارے میں اسلام قبول کرنے والوں کے مختصر خیالات

باب سوم

قرآن حکیم کے بارے میں اسلام قبول کرنے والوں کے خیالات

باب چہارم

نبی کریم ﷺ کے بارے میں نومسلموں کے خیالات

باب پنجم

اسلام کی آغوش میں

باب ششم

خواتین اسلام کی دہلیز پر



عرضِ ناشر

انسانیت پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی عنایات بے شمار ہیں لیکن سب سے بڑی عنایت دینِ اسلام ہے۔ جن لوگوں کو یہ نعمت عطا کی گئی ہے وہ دراصل نہایت خوش نصیب ہیں۔ اگر کسی انسان کو ایمان اور سیدھا راستہ مل جائے تو وہ دولت' اقتدار اور شان وشوکت جیسی چیزوں کے نہ ہونے کی کوئی پروانہیں کرتا۔

اسلام انسانیت کے لیے دنیا اور آخرت دونوں میں نفع بخش ثابت ہوتا ہے۔ دنیا میں یہ نیکی اور بھلائی کا ذریعہ ہے کیونکہ یہ انسان کو نیک زندگی گزارنے کا طریقہ سکھاتا ہے' اس کے ذہن کو بلند سوچ اور اخلاقی معیار عطا کرتا ہے اور اُسے تاریکی سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے۔ جہاں تک آخرت کا تعلق ہے' تو اسلام وہاں اسے لذّت اور مسرت کے ہر سامان سے آراستہ جنت حاصل کرنے کی ضمانت دیتا ہے۔

زیرِ مطالعہ کتاب "Why Islam Is Our Only Choice" (اسلام ہی ہمارا انتخاب کیوں؟) میں اُن خوش نصیبوں کے ذاتی تاثرات ومشاہدات یکجا کیے گئے ہیں جنہیں اسلام کی نعمت عطا ہوئی۔ اس میں اُن لوگوں کی زبانی تفصیل سے یہ بتایا گیا ہے کہ وہ اسلام سے اس قدر متاثر کیونکر ہوئے کہ اُنھوں نے اپنے آباؤ اجداد کے مذاہب کو چھوڑنے کا بہت بڑا اور انتہائی مشکل فیصلہ کر ڈالا۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ اسلام ہی واحد دین ہے جسے روزانہ بہت بڑی تعداد میں لوگ قبول کر رہے ہیں۔ اپنے آبائی دین سے دینِ اسلام کی طرف آنے والے یہ لوگ معاشرے کے ہر طبقے سے تعلق رکھتے ہیں مگر اس کتاب میں زیادہ تر پڑھے لکھے اور باشعور لوگوں کی آراء شامل کی گئی ہیں۔

اس کتاب کے مرتب پاکستان کے ایک محبوب فرزند جناب محمد حنیف شاہد ہیں' جو کہ ایک نامور عالم اور متعدد کتابوں کے مصنّف اور مرتّب ہیں۔ انھیں اسلام سے گہری محبت ہے' اُنھوں نے زندگی کا زیادہ تر عرصہ تعلیم و تعلم کے کاموں میں صرف کیا ہے اور علم پھیلانے اور بالخصوص اسلامی علم لوگوں کو سکھانے کے لیے اپنی زندگی وقف کر رکھی ہے۔ ان سے میرا تعارف 1993ء میں ہوا۔ اس مختصر عرصے میں اُن کی نیکیوں اور خوبیوں سے میں بہت متاثر ہوا ہوں۔

اس انگریزی کتاب کا ترجمہ پروفیسر منوّر علی ملک نے کیا ہے۔ تصحیح اور پروف دیکھنے کی ذمّہ داری جناب محسن فارانی اور پروفیسر حافظ شوکت علی صاحب نے نبھائی۔ محسن فارانی صاحب نے تاریخ و سیاست سے متعلق مختصر توضیحی حواشی بھی لکھے ہیں۔ انگریزی کتاب میں قرآن و حدیث کے عربی متن اور حوالوں کی کمی تھی، اردو ایڈیشن میں اس کی تحقیق و تخریج رکن ادارہ مولانا حافظ عبدالرحمٰن ناصر صاحب نے انجام دے کر یہ کمی پوری کر دی ہے، نیز انھوں نے کتاب میں دی گئی عقل سے متعلق روایات کا تحقیقی جائزہ بھی لیا ہے۔ آخری پروف ریڈنگ اور اسے تکمیلی مراحل تک پہنچانے کی ذمہ داری ارکان ادارہ مولانا محمد عثمان منیب صاحب اور مولانا منیر احمد رسولپوری صاحب نے انجام دی اور کمپوزنگ اور ڈیزائننگ کا کام عبدالجبار غازی صاحب کے ہاتھوں انجام پایا۔

افسانوں سے زیادہ دلچسپ یہ کتاب اب آپ کے سامنے ہے۔ دارالسلام اسے اس امید پر شائع کر رہا ہے کہ یہ حق کی تلاش کرنے والوں کو اُن لوگوں کے تاثرات سے آگاہ کرے گی جنھیں اسلام کی شکل میں سچائی نصیب ہو گئی ہے اور وہ اس کی برکات سے مستفید ہو رہے ہیں۔

خادم کتاب و سنت

عبدالمالک مجاہد

مدیر: دارالسلام - الریاض' لاہور -

مئی 2005ء

دیباچہ

ایک ایسے نامور محقق کی کتاب کا دیباچہ لکھنا بلاشبہ ایک بڑا اعزاز ہے جو اپنے وطن پاکستان کے معروف صاحب قلم ہیں اور ان کی کتابیں دنیا کے معتبر کتب خانے 'لائبریری آف کانگریس' واشنگٹن ڈی سی (امریکہ) میں بھی محفوظ ہیں۔

جناب محمد حنیف شاہد کی کتاب ''Why Islam Is Our Only Choice'' بطور محقق اُن کی زندگی بھر کی خدمتِ اسلام کا ایک حصہ ہے۔ یہ کتاب زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے مختلف افراد کے قبولِ اسلام کے حوالے سے واقعاتِ زندگی' تجربات' سابقہ عقائد' اسلام کے بارے میں تاثرات اور قبولِ اسلام کی وجوہات پر مبنی بیانات پر مشتمل ہے۔ جن لوگوں کے بیانات اس کتاب میں شامل کیے گئے ہیں اُن میں روٗسا' دانشور' معززین' سائنسدان' اعزاز یافتہ، با رسوخ افراد' پیشہ ور ماہرین' عام مرد اور خواتین' حتیٰ کہ اخلاق باختہ لوگ بھی شامل ہیں۔ اس کتاب کا تحقیقی مواد کرۂ ارض کے طول وعرض میں پھیلی ہوئی مختلف قومیّتوں سے لیا گیا ہے اور یہ دو صدیوں سے زائد عرصے کا احاطہ کرتا ہے۔ دراصل یہ وہ مخلص لوگ ہیں جو اپنے مقصد حیات کو سمجھنے کے بعد اس حتمی سچائی تک آ پہنچے کہ ہم سب بہر طور ایک خالق کی ملکیت ہیں اور ہمیں اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اُنہیں یقین ہو گیا کہ موجودہ زندگی محض عارضی ہے اور آگے ایک یومِ حساب ہو گا جب ہر چیز پر قدرت رکھنے والے خالق کے مقرر کردہ معیار کے مطابق اعمال کو جانچا جائے گا' جو سب سے کامل' ہمیشہ رہنے والا' تمام مخلوق کو تخلیق کرنے والا اور اسے پالنے والا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَٰكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ﴿١١٥﴾﴾

(المؤمنون: ۲۳/ ۱۱۵)

’’کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا کر دیا اور تم ہمارے پاس لوٹ کر نہیں آ ؤ گے؟‘‘

اور ایک جگہ پر فرمایا:

﴿ وَمَا خَلَقْنَا ٱلسَّمَآءَ وَٱلْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَٰطِلًا ۚ ذَٰلِكَ ظَنُّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا۟ مِنَ ٱلنَّارِ ﴿٢٧﴾ ﴾ (ص: ۳۸/ ۲۷)

’’اور ہم نے آسمانوں‘ زمین اور اُن کے درمیان جو کچھ موجود ہے وہ سب بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ یہ کفّار کا خیال ہے‘ تو کافروں کے لیے آگ کی ہلاکت اور تباہی ہے۔‘‘

انسان تمام مخلوقات کا ایک حصہ ہے اور ایک ایسی مخلوق ہے جس کے اندر سب سے اعلیٰ کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے کی جبلّی طلب اور اپنے خالق کی تلاش کا فطری جذبہ ہے۔ اسلام میں اسی کو فطرت کہا جاتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ»

’’ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے مگر اُس کے والدین اُسے یہودی‘ عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔‘‘ ①

انسان جانتا ہے کہ زمین پوری کائنات کا محض ایک چھوٹا سا ذرّہ ہے جس میں وہ رہتا ہے۔ اس چھوٹی سی زمین میں لاتعداد مخلوق پیدا ہوتی رہتی ہے۔ انسان اس تعاملِ کائنات کو دیکھ کر خوفزدہ ہو جاتا ہے۔ اُسے یقین نہیں آتا کہ اُس کے اردگرد کی کائنات اور اُس میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ محض اتفاق سے وجود میں آ گیا ہے۔ اُسے یہ احساس ہوتا ہے کہ کائنات مختلف اقسام کی بے ربط چیزوں کا ایک بے معنی مجموعہ نہیں ہے۔ منطق اسے یہ بتاتی ہے کہ سب کچھ کسی خالق‘ مدبّر‘ منتظم‘ حاکم اور مالک کے بغیر نہیں ہو سکتا‘ لیکن اس وسیع و عریض‘ عظیم الشان اور

① صحيح البخاري‘ الجنائز‘ باب ماقيل في أولاد المشركين‘ حديث:1385

بے انتہا کائنات کا خالق آخر کون ہوسکتا ہے؟ یقیناً اُس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوسکتا جو ہر عیب سے پاک، صفاتِ کمال کا حامل، لامحدود، سب کچھ جاننے والا اور بے انتہا قوت کا مالک ہو۔

یہ خالق کوئی انسان ہے نہ کوئی جانور، پودا ہے نہ کوئی بت یا کسی قسم کا مجسمہ کیونکہ ان میں سے کوئی بھی کچھ تخلیق کرسکتا ہے نہ کسی واقعے کا سبب بن سکتا ہے۔ یقیناً وہ خالق اپنی مخلوق سے مختلف ہوگا۔ عقل ہمیں بتاتی ہے کہ خالق اپنی مخلوق سے عظیم ہونا چاہیے۔ اس لیے اہلِ علم خالق کو پہچانتے ہیں اور اُسے ''اللہ'' کہتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝١ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝٢ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝٣ وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝٤﴾ (الإخلاص: ١١٢/ ١-٤)

''(اے محمد!) کہہ دیجیے وہ اللہ واحد ہے۔ وہ بے نیاز ہے، اُس نے کسی کو جنا ہے نہ کسی نے اُس کو جنا ہے اور کوئی اس کا برابر یا مقابل نہیں ہوسکتا۔''

اس کے علاوہ یہ بھی بہت ضروری ہے کہ تمام الوہی صفاتِ کاملہ ایک ہی ہستی میں موجود ہوں جو ہر چیز پر قادر ہو۔ ان صفات سے متصف دو یا اس سے زیادہ ہستیوں کا وجود ہی خلافِ عقل ہے کیونکہ جس طرح ایک ملک پر دو بادشاہ مل کر حکومت نہیں کر سکتے اسی طرح دو یا اس سے زیادہ مقتدرِ اعلیٰ ہستیاں بھی اکٹھی نہیں رہ سکتیں۔ مقتدرِ اعلیٰ ایک اور صرف ایک ہی ہونا چاہیے جو تمام الوہی صفاتِ کاملہ کا مالک ہوتا کہ وہ ہر چیز کو کنٹرول میں رکھ سکے۔ متعدد معبودوں کا ہونا قطعاً ناممکن ہے کیونکہ ان کے درمیان تصادم ناگزیر ہے۔

علاوہ ازیں انسان کا علم ایک ایسے درجے تک آ پہنچا ہے جس سے یہ بات مصدقہ ہوگئی ہے کہ کائنات کی ہر چیز آپس میں ہم آہنگ اور مربوط ہے۔ ہر چیز اپنی ایک الگ حیثیت کی حامل ہے اور قوانینِ الٰہیہ کے تحت اُس کا وجود اور لائحہ عمل بروئے کار آتا ہے۔

اسلام ایک ایسا دین ہے جو ایک سچے الٰہ کی اطاعت یعنی خالص توحید پر ایمان لانے پر مبنی ہے جس کا مطلب صرف ایک معبود کی عبادت کرنا ہے۔ عربی میں لفظ اسلام کے معنی ہیں:

''اطاعت اور امن'' کیونکہ اپنے آپ کو اللہ کی مرضی کے سپرد کر کے ہی انسان کو دنیا اور آخرت میں امن مل سکتا ہے۔ اسلام کا پیغام اللہ کا پیغام ہے اور یہ انسان کو اس کی فطرت کی گہرائیوں تک متاثر کرتا ہے۔ اس پیغام کا تعلق تمام انسانیت (مرد و عورت) سے ہے کیونکہ ان سب کو اللہ ہی نے تخلیق کیا ہے مگر اسلام کے نزدیک انسان (بعض دیگر عقائد و نظریات کے برعکس جو انسان کو فطرتاً برا سمجھتے ہیں) مردود و معتوب نہیں ہے۔ پس توحید الوہیت کا اعلیٰ ترین تصور ہے جس کی تعلیم دینے کے لیے اللہ نے اپنے انبیاء کے ذریعے سے اپنی آیات انسانوں تک پہنچائیں۔ ابتدا میں یہی علم دے کر حضرت آدم علیہ السلام کو بھیجا گیا اور پھر یہ علم متعدد انبیاء کے ذریعے سے آئندہ نسلوں کو منتقل ہوتا رہا اور بالآخر خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے اسے مکمل شکل میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نافذ کر دیا گیا۔

توحید پر ایمان جہالت کی تاریکیوں کو دور کر کے حقیقت کا اُفق روشن کر دیتا ہے اور وہ حقیقت صرف ایک معبودِ حقیقی ''اللہ'' ہے' لہٰذا اسلام کوئی نئی اختراع نہیں بلکہ تمام سابقہ انبیاء علیہم السلام کے پیغام توحید کی تائید و توثیق اور اس کا اقرار و اعلان ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء علیہم السلام نے اسی سچائی کا اقرار و اعلان کیا۔ اُن سب کے پیغام کی روح ایک ہی ہے کیونکہ اُن سب کو بھیجنے والی ذات ایک ہے۔ سب انبیاء علیہم السلام نے اسی عالمگیر حقیقت کا اعلان کیا کہ ایمان کا مرکز اور عبادت کے لائق صرف ایک اللہ ہی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ ءَامَنَّا بِٱللَّهِ وَمَآ أُنزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ أُنزِلَ عَلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ وَٱلْأَسْبَاطِ وَمَآ أُوتِىَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَٱلنَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُۥ مُسْلِمُونَ ﴿٨٤﴾﴾ (آل عمران: ٣/ ٨٤)

''(اے محمد!) کہہ دیجیے کہ ہم اللہ پر اور جو کچھ ہم پر نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لاتے ہیں' نیز جو کچھ (حضرت) ابراہیم' اسماعیل' اسحاق' یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل کیا

گیا ہے اور جو کچھ موسیٰ ، عیسیٰ اور دیگر انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا ہے اس پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ ہم ان انبیاء (علیہم السلام) کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے اور ہم نے اللہ کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا ہے۔''

نبیٔ اکرم ﷺ سلسلۂ انبیاء کے آخری نبی ہیں اور اسلام بنی نوعِ انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کا آخری اور حتمی دین ہے۔ اس کا پیغام ''قرآن'' ہے جو یومِ حشر تک کے لیے ایک جامع اور عالمگیر منبعِ ہدایت ہے جو انسانیت کے مسائل حل کر کے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع بناتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ (المائدة: ٥/ ٣)

''آج میں نے تمہارا دین تمہارے لیے مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور میں نے اسلام کو تمہارے لیے بطور دین پسند کر لیا ہے۔''

اسلامی طرزِ زندگی قرآن مجید اور سنّت یعنی نبیٔ اکرم ﷺ کی تعلیمات، اقوال اور اعمال پر مبنی طرزِ حیات کا نام ہے۔ قرآن حکیم ایک الہامی کتاب ہے جو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے 23 سال کے عرصۂ نبوت میں اجزا کی شکل میں نبیٔ کریم ﷺ پر نازل ہوتی رہی۔ اسے آپ کے وفادار کاتبین وحی آپ کی محتاط نگرانی میں کھجور کے درخت کے چوڑے پتوں، چمڑے کے ٹکڑوں اور ہڈیوں وغیرہ پر لکھتے رہے۔ علاوہ ازیں ہزاروں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے حفظ بھی کر لیا تھا۔ آج کل حفّاظِ قرآن کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کا ایسا کلام ہے جس کی کوئی مثال نہیں ہو سکتی۔ یہ گزشتہ چودہ صدیوں سے خالص شکل میں موجود ہے۔ یہ وہ وحی (صحیفہ) ہے جس کی صحت اور سند کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۭ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿٨٢﴾ ﴾ (النساء: ٤/ ٨٢)

”کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ یقیناً اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔“

قرآن مجید کے استناد کے اتنے ثبوت موجود ہیں کہ اس دیباچے میں اُن کا بیان کرنا ممکن نہیں۔ صرف یہی ایک حقیقت کیا کم ثبوت ہے کہ مطالعہ قرآن کے دوران میں ہمیں علم سائنس کے ایسے اعداد و شمار اور حوالے ملتے ہیں جنہیں دیکھ کر یہ ماننا پڑتا ہے کہ یہ واقعی اللہ ہی کا کلام ہے۔ بلاشبہ نبیٔ اکرم ﷺ کے دور تک کسی کتاب میں اتنی گہری فکری بنیادوں پر مبنی اتنے عوامل و مظاہرِ فطرت کا ذکر نہیں ملتا جنہیں انسان کے سائنسی علم نے صدیوں بعد جا کر دریافت کیا ہو۔ ابتدائی صدیوں میں (قرآنِ حکیم کے نزول تک) لوگ ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتے تھے' کیونکہ ان کے پاس تحقیق اور جائزے کے وسائل نہ تھے۔ جب سائنس کے مطالعے نے دریافت کے در کھولے تب لوگوں نے ان حقائق کو سمجھا اور ان کی تصدیق کی۔ ان عوامل و مظاہر فطرت میں سے چند ایک کا ذکر قرآنِ حکیم کی درج ذیل آیات میں ملتا ہے: [21/33-39/5-55/33-22/53-26/66-23/14]

مگر پڑھنے والوں کو جو بات سب سے زیادہ حیران کرتی ہے وہ سورۂ یونس کی آیات 90'91 اور 92 ہیں جن پر فرانسیسی ڈاکٹر مورس بوکائے (Dr.Maurice Bucaille) نے فرانس کی اکیڈمی آف میڈیسن (اکادمی طب) میں 9 نومبر 1976ء کو اپنے خطاب میں بحث کی۔ ان آیات میں بنی اسرائیل پر ظلم کرنے والے حکمران فرعون کے ساتھ جو کچھ ہوا اس کا ذکر ہے۔ بنو اسرائیل مصر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں نکلے اور جب فرعون نے ان کے فرار کے بارے میں سنا تو وہ انہیں پکڑنے کے لیے فوج لے کر گیا' مگر اللہ نے اسرائیلیوں کے لیے بحیرۂ احمر میں راستہ کھول کر اس کی کوشش کو ناکام کر دیا۔ جب فرعون اور اس کی فوجوں کی سمندر پار کرنے کی باری آئی تو سمندر نے انہیں اپنی لہروں میں لے کر غرق کر دیا۔

فرعون کے ساتھ اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کا ذکر پہلے انبیاء علیہم السلام کے کسی صحیفے میں نہیں ملتا لیکن قرآنِ کریم نے ہمیں اس کے متعلق کچھ تفصیل بتائی ہے کہ کیا کچھ ہوا۔

ماہرین آثارِ قدیمہ اور سائنسدانوں کو 1898ء میں دریائے نیل کے ساحل کے قریب ڈوبی ہوئی ایک پرانی کشتی میں فرعون منفتاح (Meneptah) کی باقیات ملیں۔ ڈاکٹر مورس بوکائے کا کہنا ہے کہ اس ممی (حنوط شدہ لاش) کے طبی معاینے سے ثابت ہوا کہ یہ لاش زیادہ دیر تک پانی میں نہیں رہی کیونکہ اس پر پانی کے ناگوار اثرات یعنی گلنے سڑنے کے نشانات موجود نہیں ہیں جو پانی میں زیادہ دیر ڈوبے رہنے کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ پھر بھی حیرت کی بات ہے کہ 3000 سال سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوجود یہ جسم ابھی تک صحیح سالم ہے۔ قرآنِ حکیم کے معتبر ہونے کا یہ ایک ٹھوس ثبوت ہے کیونکہ قرآنِ حکیم اس لاش کی دریافت سے تقریباً 1300 سال پہلے نازل ہوا جبکہ اس میں باری تعالیٰ کے وہ الفاظ آئے ہیں جو فرعون کی غرقابی کے وقت اس سے کہے گئے تھے:

﴿ فَٱلْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ ءَايَةً ﴾ (یونس: ۱۰/ ۹۲)

”آج ہم تیری لاش کو بچالیں گے تاکہ تو بعد میں آنے والوں کے لیے نشانِ عبرت بنے۔“

انسان کو تمام صلاحیتیں صرف بقا کے لیے نہیں عطا کی گئیں بلکہ اُسے عقل بھی دی گئی کہ وہ اپنے وجود کا مقصد اور مفہوم سمجھ سکے۔ عقل کے استعمال کی یہ صلاحیت اُسے حقیقت کا ادراک کرنے میں مدد دیتی ہے اور اگر حقیقت اچانک اسے مل جائے تو اُس کا یہ فرض بن جاتا ہے کہ نہ صرف حقیقت کو تسلیم کرے بلکہ اس کا اعلان کرے۔ اُس کو منوانے کی کوشش کرے اور اُس کی حفاظت بھی کرے خواہ وہ کوئی تلخ حقیقت ہی کیوں نہ ہو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ نے عقل سے بہترین انسان کو کوئی خوبی نہیں دی۔“ [1]

---

[1] صاحب دیباچہ کو سہو ہوا ہے کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان نہیں ہے بلکہ اس سے ملتا جلتا ایک قول مطرف بن شخیر رحمہ اللہ کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ’ما أوتي أحد من الناس أفضل من العقل‘ ”لوگوں میں سے کسی کو بھی عقل سے افضل چیز عطا نہیں کی گئی۔“ (مصنف ابن ابي شيبة: 188/7‘ رقم 35129) یوں محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے اسی قول کا مفہوم بیان کیا ہے‘ نیز عقل کے متعلق تمام احادیث ضعیف اور من گھڑت ہیں جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کلامِ حکیم میں بنی نوع انسان کو خبردار کیا:

﴿ هَٰذَا بَلَٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنذَرُوا۟ بِهِۦ وَلِيَعْلَمُوٓا۟ أَنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُو۟لُوا۟ ٱلْأَلْبَٰبِ ﴿٥٢﴾ ﴾ (إبراهيم: ١٤/ ٥٢)

''یہ (قرآن) انسانیت کے لیے ایک پیغام ہے تاکہ انہیں اس کے ذریعے سے خبردار کیا جائے اور اُنہیں یہ معلوم ہو جائے کہ اکیلا اللہ ہی عبادت کے لائق ہے اور تاکہ اہلِ عقل سوچ سمجھ لیں۔''

حاصلِ کلام یہ ہوا کہ اگرچہ انسان کو انتخاب کا اختیار دیا گیا ہے مگر وہ مکمل طور پر آزاد نہیں ہے۔ اُس کی مرضی مستحسن تبھی ہو سکتی ہے جب وہ اللہ کی مرضی کے مطابق ہو' اس لیے انسان کے پاس کوئی اور چارہ کار نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرے تاکہ جنت کے انعامات کا مستحق ٹھہرے اور اس دنیا کی زندگی ختم ہونے سے پہلے اللہ کا یہ حکم قبول کر لے:

﴿ وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ ٱلْإِسْلَٰمِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ ﴾ (آل عمران: ٣/ ٨٥)

''اور جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرتا ہے تو اس کا وہ دین کبھی قبول نہیں کیا جائے گا۔''

ہمارے لیے آج بھی اللہ کا حکم یہی ہے کہ ہم سرِ تسلیم خم کر کے اُس کی عائد کردہ شرائط کے تحت صرف اُسی کی عبادت کریں اور اپنی مرضی کے مطابق اسے سرانجام نہ دیں کیونکہ یہی سیدھا راستہ ہے۔

الحمدللہ! میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ دیباچہ اور پوری کتاب پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ آپ کو سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرمائے۔ اللہ کرے کہ حق و صداقت کا نور آپ کے دل و دماغ کو منور کر دے' اور آپ کو اس دنیا میں امن اور یقین نصیب ہو اور آخرت میں دائمی مسرتیں عطا ہوں۔ (آمین)

﴿ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِى عَنِّى فَإِنِّى قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ ٱلدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا۟ لِى وَلْيُؤْمِنُوا۟ بِى لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿١٨٦﴾ ﴾ (البقرة: ٢/ ١٨٦)

''اور (اے نبی ﷺ!) جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں۔ میں پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے، قبول کرتا ہوں، اس لیے لوگوں کو بھی چاہیے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں۔ یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے۔''

محمد امین

اسلامی دعوہ کمیٹی

ندوۃ الشباب العالمی الاسلامی

ریاض، سعودی عرب



تعارف

ہم اپنے ان بہن بھائیوں کو دل کی گہرائیوں سے خوش آمدید اور مبارک باد کہتے ہیں جو دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہر طرح کی نعمتوں سے نوازے۔ بے شک یہ لوگ خوش نصیب ہیں کہ خالقِ کائنات نے انہیں اپنے کرم سے نوازا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَن يُرِدِ اللَّهُ أَن يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ ۖ وَمَن يُرِدْ أَن يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ ۚ كَذَٰلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٢٥﴾﴾ (الأنعام: ٦/ ١٢٥)

''اور جسے اللہ ہدایت دینا چاہے اُس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہ رکھنا چاہے اُس کا سینہ تنگ اور جکڑا ہوا کر دیتا ہے، جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا ہو۔ اسی طرح اللہ ایمان نہ لانے والوں پر پھٹکار ڈالتا ہے۔''

جب نبیٔ اکرم ﷺ توحیدِ الٰہی کا پیغام لے کر تشریف لائے تو ابتدائی دور کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کسی جھجک کے بغیر بہ خوشی آپ کی دعوت پر لبیک کہا۔ اُنہوں نے کسی ذاتی غرض یا لالچ سے اسلام قبول نہ کیا۔ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ ظہورِ اسلام کا ابتدائی دور مسلمانوں کے لیے بہت نازک دور تھا۔ اُن دنوں اسلام میں داخل ہونا مصائب و مشکلات کو دعوت دینے کے مترادف تھا لیکن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے ان مصائب و مشکلات کے باوجود بلا خوف و خطر اسلام قبول کر لیا۔ سچے دین کی یہی علامت ہے کہ جب کوئی آدمی اسے اچھا اور سچا سمجھ کر قبول کر لیتا ہے تو وہ مشکلات، نامساعد حالات، مصائب، تکالیف اور سختیوں کے باوجود چٹان کی سی مضبوطی سے اس پر قائم رہتا ہے۔ پس نبیٔ کریم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے مکمل خلوص اور سچے دل

سے اسلام قبول کیا تو نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی خاطر تمام سختیاں اور دکھ بخوشی برداشت کر لیے۔ وہ اپنے دین پر ثابت قدم رہے اور اُن کی ان قربانیوں کے صلے میں اللہ نے اُنہیں اپنی عنایات سے نوازا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٦٩﴾ ﴾

(العنکبوت: ۲۹/ ۶۹)

''اور جو لوگ ہمارے لیے جدو جہد کرتے ہیں ہم یقیناً اُنہیں اپنی راہیں دکھا دیتے ہیں اور بے شک اللہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

اور سچے مومنوں کا جواب بہت فکر انگیز اور بہت ایمان افروز تھا۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے اسے یوں نقل فرمایا ہے:

﴿ وَمَا لَنَا أَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللَّهِ وَقَدْ هَدَانَا سُبُلَنَا ۚ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلَىٰ مَا آذَيْتُمُونَا ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿١٢﴾ ﴾ (ابراهيم: ۱۴/ ۱۲)

''اور ہم اللہ پر بھروسا کیوں نہ کریں جبکہ اسی نے ہمیں راہیں سجھائی ہیں اور ہم یقیناً وہ دُکھ برداشت کرلیں گے جو تم ہمیں دو گے اور اللہ پر بھروسا کرنے والوں کو صرف اسی پر بھروسا کرنا چاہیے۔''

مگر وہ لوگ جو گمراہ تھے اور بھٹک گئے اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کی دعوت کو رَد کر دیا۔ اگرچہ نبیٔ کریم ﷺ نے قرآن کریم کے احکامات کے مطابق اُنہیں توحید پر ایمان لانے کی دعوت دی تھی۔ قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿ ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿١٢٥﴾ ﴾ (النحل: ۱۶/ ۱۲۵)

''(اے محمد ﷺ!) لوگوں کو اللہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور اُن کے ساتھ اچھے طریقے سے بحث کرو۔ یقیناً تمہارا رب ہی بہتر جانتا ہے کہ کون

اس کی راہ سے بہکا ہوا ہے اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں سے بھی پورا واقف ہے۔''

اللہ علیم وخبیر نے جنوں اور انسانوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

﴿ يَٰمَعْشَرَ ٱلْجِنِّ وَٱلْإِنسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ ءَايَٰتِى وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا ۚ قَالُوا۟ شَهِدْنَا عَلَىٰٓ أَنفُسِنَا ۖ وَغَرَّتْهُمُ ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَا وَشَهِدُوا۟ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا۟ كَٰفِرِينَ ﴿١٣٠﴾ ﴾ (الأنعام: ٦/ ١٣٠)

''اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! کیا تمہارے پاس تم میں سے انبیاء نہیں آئے جنھوں نے تمھیں میری آیات پڑھ کر سنائیں اور تمہارے اس دن کی ملاقات سے تمھیں ڈرایا؟ وہ کہیں گے ہم اپنے خلاف گواہی دیتے ہیں۔ اس دنیا کی زندگی نے اُنھیں دھوکے میں مبتلا کیے رکھا اور وہ خود اپنے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے۔''

اگر اللہ چاہتا تو ہر انسان کو مسلمان اور اپنا اطاعت گزار بنا لیتا اور جبراً اپنے احکام پر عمل کروا لیتا، مگر اُس نے ایسا کرنا پسند نہ کیا۔ اُس نے ہر انسان کو اختیار دے دیا کہ جو چاہے پسند کرے اور اپنائے۔ اُس نے انسانیت کی ہدایت کے لیے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا مگر انسانوں کو انھیں قبول کرنے اور ان کی پیروی کرنے پر مجبور نہ کیا۔ انسان کو اس معاملے میں اپنی پسند کا اختیار دے دیا گیا۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَءَامَنَ مَن فِى ٱلْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا ۚ أَفَأَنتَ تُكْرِهُ ٱلنَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا۟ مُؤْمِنِينَ ﴿٩٩﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَن تُؤْمِنَ إِلَّا بِإِذْنِ ٱللَّهِ ۚ وَيَجْعَلُ ٱلرِّجْسَ عَلَى ٱلَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٠٠﴾ ﴾ (یونس: ١٠/ ٩٩۔١٠٠)

''اور اگر تمہارا رب چاہتا تو رُوئے زمین پر موجود تمام لوگ اُس پر ایمان لے آتے۔ پس (اے محمد ﷺ!) کیا آپ لوگوں کو مجبور کر دیں گے کہ وہ مومن ہو جائیں؟ اللہ کے حکم (مرضی) کے سوا کوئی ایمان نہیں لا سکتا اور وہ اُن لوگوں پر گندگی اور خباثت مسلط کر دیتا ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے۔''

قرآنِ کریم میں ایک اور مقام پر خالق کائنات نے فرمایا:

﴿ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ ٱلنَّاسَ أُمَّةً وَٰحِدَةً ۖ وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ﴿١١٨﴾ إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ ۚ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۗ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ ٱلْجِنَّةِ وَٱلنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١١٩﴾ ﴾ (ھود: ١١/ ١١٨-١١٩)

''اور اگر تمہارا رب چاہتا تو تمام بنی نوع انسان کو ایک اُمّت بنا دیتا۔ مگر وہ اختلاف سے باز نہیں آئیں گے سوائے اُس شخص کے جسے تمہارے ربّ نے اپنی رحمت سے نوازا۔ اور اسی مقصد کے لیے اُس نے انہیں پیدا کیا اور تمہارے ربّ کا وعدہ پورا ہوا کہ یقیناً میں جہنّم کو جنوں اور انسانوں سے بھر دوں گا۔''

یہ بات اللہ تعالیٰ کے ارادے کے خلاف ہے کہ اپنی کسی مخلوق کو گمراہ کر دے کیونکہ نبیِ اکرم ﷺ کی ایک معروف حدیث کے مطابق:

«كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ»

''ہر بچہ دینِ فطرت پر پیدا ہوتا ہے مگر اُس کے والدین اُسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔''[1]

اس سلسلے میں انسانیت کی تخلیق اور اس کی پرورش کرنے والا ربّ کریم فرماتا ہے:

﴿ وَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ إِذْ هَدَىٰهُمْ حَتَّىٰ يُبَيِّنَ لَهُم مَّا يَتَّقُونَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌ ﴿١١٥﴾ ﴾ (التوبۃ: ٩/ ١١٥)

''اور اللہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ نہیں کرتا جب تک کہ وہ ان پر یہ بات واضح نہ کر دے کہ وہ کن چیزوں سے اجتناب کریں۔ بے شک اللہ سب کچھ جانتا ہے۔''

اس کے برعکس وہ ان لوگوں سے خوش ہوتا ہے جو حق کی پیروی کرتے ہیں اور بُرائی سے خود بھی رکتے ہیں اور دوسروں کو بھی منع کرتے ہیں۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ رَّضِىَ ٱللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا۟ عَنْهُ ﴾ (التوبۃ: ٩/ ١٠٠)

① صحيح البخاري، الجنائز، باب ماقيل في أولاد المشركين، حديث: 1385

''اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ ٱشْتَرَىٰ مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَٰلَهُم بِأَنَّ لَهُمُ ٱلْجَنَّةَ ﴾ (التوبة: ٩/ ١١١)

''بے شک اللہ نے مومنین سے اُن کی جانیں اور اُن کے مال جنت کے عوض خرید لیے ہیں۔''

پس جو لوگ نیک عمل کرتے ہیں اور اللہ اور اُس کے رسول کریم ﷺ نے جن باتوں سے منع فرمایا اُن سے گریز کرتے ہیں، انہیں خوشحالی عطا ہوگی اور اُن کا ٹھکانا جنت میں ہوگا۔ ان کے مقابل جنہوں نے دین کو نظر انداز کر دیا اور بھٹک گئے اور ایسے کام کیے جن سے اللہ اور اُس کے رسول نے اُنہیں منع فرما دیا تھا تو اُن کی سزا جہنّم کی آگ ہے اور اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام کی تعلیمات کی پیروی کیوں کی جائے جبکہ دوسرے مذاہب بھی موجود ہیں۔ اسلام کی تمام دوسرے مذاہب پر فضیلت اس لیے ہے کہ دوسرے سب ادیان و مذاہب کو اللہ نے باطل قرار دے کر اسلام کو انسانیت کے لیے سب سے بہتر ضابطۂ حیات بنا کر بھیجا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ هُوَ ٱلَّذِىٓ أَرْسَلَ رَسُولَهُۥ بِٱلْهُدَىٰ وَدِينِ ٱلْحَقِّ لِيُظْهِرَهُۥ عَلَى ٱلدِّينِ كُلِّهِۦ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْمُشْرِكُونَ ۝٩ ﴾ (الصف: ٦١/ ٩)

''وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تا کہ اسے تمام دوسرے ادیان پر غالب کر دے خواہ مشرکین کو یہ کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔''

تکمیل دین کی بابت فرمایا:

﴿ ٱلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِى وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلْإِسْلَٰمَ دِينًا ﴾ (المائدة: ٥/ ٣)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور

میں نے اسلام کو تمہارے لیے بطور دین پسند کیا ہے۔''

نتیجہ یہ نکلا کہ ہر قوم' ملک اور دور کے لوگوں پر اسلام کی پیروی کرنا واجب ٹھہرا کیونکہ یہ دین جب تمام انسانیت کے لیے ہے اور اس کے پیغمبر کو پیغمبرِ انسانیت قرار دے کر اور تمام مخلوق کے لیے سراپا رحمت اور خاتم النّبیّین بنا کر بھیجا گیا تو کسی دوسرے نبی کا دَور یا مذہب باقی نہ رہا۔

اگر کوئی آپ کی رسالت کو نہ مانے اور اللہ کے اس دین کی پیروی نہ کرے جو آپ لے کر آئے ہیں تو یہ نہ صرف آپ سے بغاوت ہے بلکہ خالقِ کائنات سے بغاوت ہوگی جس نے آپ کو ہدایت اور سچا دین دے کر مبعوث کیا اور پوری دنیا کے لیے آخری نبی بنا کر بھیجا۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ ٱلْإِسْلَٰمِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِى ٱلْءَاخِرَةِ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ ﴿٨٥﴾﴾ (آل عمران: ۳/ ۸۵)

''اور جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے تو اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں سے ہوگا۔''

اللہ عزوجل کا ارادہ یہ ہے کہ اسلام کو دوسرے تمام ادیان و مذاہب پر غالب کر دیا جائے اور مستقبل کا دین اسلام ہی ہوگا کیونکہ یہ دین فطرت اور اللہ کا دین ہے۔

اسلامی تاریخ کا تقریباً ہر طالب علم یہ بات جانتا ہے کہ جب نبیٔ اکرم ﷺ نے توحید کی تبلیغ شروع کی تو آپ کے پیروکاروں کی تعداد مٹھی بھر تھی' مگر آپ کی بے پناہ مساعی اور استقامت سے تعداد وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہزاروں تک جا پہنچی۔ اس بات میں ذرا سا بھی شک و شبہ نہیں کہ جب 9/ذوالحجہ 10 ہجری کو آپ ﷺ نے اپنے آخری حج کے موقع پر خطبہ حجۃ الوداع ارشاد فرمایا' وہاں ایک لاکھ چوالیس ہزار سے زیادہ اہلِ ایمان کا عظیم الشان اجتماع تھا۔

تمام دوسرے ادیان و مذاہب پر فوقیت کے باعث اسلام ہی آج دنیا میں سب سے زیادہ تیزی سے پھیل رہا ہے۔ ہمارے محترم بھائی احمد دیدات فرماتے ہیں:

''مندرجہ ذیل اعداد و شمار اور تفصیلات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام دنیا کا سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا دین ہے۔ نصف صدی کے عرصے میں عیسائیت کے تمام فرقوں اور مسلکوں میں مجموعی طور پر 138 فیصد اضافہ ہوا جبکہ اہل اسلام میں اضافہ ناقابل یقین حد تک 235 فیصد ہوا۔ اس بات کی تصدیق ہو گئی ہے کہ امریکہ اور برطانیہ میں اسلام سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا دین ہے۔ کہا جاتا ہے کہ برطانیہ میں مسلمانوں کی تعداد میتھوڈسٹ (Methodists) عیسائیوں کی تعداد سے زیادہ ہے۔ ان اعداد و شمار سے اسلام کے پیروکاروں کی روز افزوں تعداد واضح نظر آتی ہے اور یہ پتہ چلتا ہے کہ اسلام دوسرے سب ادیان و مذاہب کو زیر کر کے اُن پر غالب آ جائے گا۔''

عربی میں لفظ ''دین'' کے لغوی معنیٰ ''طرزِ حیات'' کے ہیں۔ یہ سب ادیان پر خواہ وہ ہندو مت ہو، بدھ مت ہو، یہودیت ہو، کمیونزم یا کوئی اور اِزم ہو، سب پر غالب آ کر رہے گا۔ اللہ کے دین کا یہی مقدر ہے۔ نیچے دی ہوئی تعداد 1934ء سے 1984ء تک مختلف مذاہب کے پیروکاروں کی تعداد میں اضافے کی شرح کو ظاہر کرتی ہے:

عیسائیت .... 138 فیصد اضافہ

بُدھ مت .... 63 فیصد اضافہ

ہندومت .... 117 فیصد اضافہ

یہودیت .... 4 فیصد کمی

اسلام .... 235 فیصد اضافہ[1]

حال ہی میں مختلف اخبارات و جرائد میں شائع شدہ رپورٹوں کے مطابق دینِ اسلام کی مقبولیت کی موجودہ صورتحال کچھ یوں ہے:

---

① 'دی چوائس' (The Choice) از احمد دیدات' 1993ء 1/132-134

''اسلام پوری دنیا میں پھیل چکا ہے کیونکہ دنیا کا کوئی ملک بھی ایسا نہیں جہاں کوئی نہ کوئی مسلمان آباد نہ ہو۔''

''اسلام کی اشاعت کے نتیجہ میں مسلمان معاشرے اور مسلمان اقلیتیں اب کئی علاقوں میں آباد ہیں اور ایک ایسی قوت کی حیثیت اختیار کر چکی ہیں جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ حقیقتِ حال یہ ہے کہ دنیا میں 40 فیصد سے زائد مسلمان اقلیتوں کے طور پر رہتے ہیں۔

مغرب میں اسلام کا مستقبل مسلمان قوم کے مستقبل کو بالخصوص اور انسانیت کے مستقبل کو بالعموم متاثر کرے گا کیونکہ اسلام یورپی ممالک کا دوسرا سب سے زیادہ وسعت پذیر دین بن چکا ہے۔''[1]

''اسلامی کانفرنس کی تنظیم (OIC) کی ایک رپورٹ کے مطابق دنیا کی آبادی 5 بلین (5/ارب) ہے اور اس میں سے 1.2 بلین (ایک ارب 20 کروڑ) مسلمان ہیں جو دنیا کی آبادی کا 23.2 فیصد بنتے ہیں۔ رپورٹ میں کہا گیا کہ 389 ملین (38 کروڑ 90لاکھ) مسلمان ان ممالک میں رہ رہے ہیں جو اسلامی کانفرنس کے رکن نہیں ہیں۔ اس تعداد میں وہ مسلمان بھی شامل ہیں جو غیر مسلم ممالک میں اقلیتوں کی حیثیت سے رہتے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق بالفاظ دیگر دنیا کا ہر پانچواں شخص مسلمان ہے۔ رپورٹ میں یہ توقع ظاہر کی گئی ہے کہ 2000ء تک دنیا کی آبادی 6 بلین (6/ارب), تک اور مسلمانوں کی تعداد 1.611 بلین تک پہنچ جائے گی جو دنیا کی کل آبادی کا 26.85 فیصد ہوگی۔ یہ توقع بھی ظاہر کی جاتی ہے کہ غیر مسلم ممالک میں آباد مسلمان باشندوں کی تعداد تقریباً 500 ملین (50 کروڑ) ہو جائیگی۔''[2]

---

① ریاض ڈیلی'16 جون 1995ء'ص:7

② دنیا کی آبادی اس دوران میں 6 ارب سے بڑھ چکی ہے اور اس میں مسلمانوں کی تعداد ایک ارب 40 کروڑ سے زیادہ ہے۔ (م ف)

لندن سے IINA کی رپورٹ کے مطابق ''ندوۃ الشباب العالمی الاسلامی یا ورلڈ اسمبلی آف مسلم یوتھ (WAMY) کے سیکریٹری جنرل ڈاکٹر مانع سعید جہنی نے بتایا ہے کہ تقریباً 400 ملین مسلمان (40 کروڑ یعنی دنیا کی کل مسلمان آبادی کا ایک تہائی) دنیا کے مختلف غیر مسلم ممالک میں اقلیتوں کی حیثیت سے رہتے ہیں۔''①

امریکہ میں اسلام قبول کرنے والوں کی شرح کے بارے میں مسٹر سمیع باغل (Sami Baaghil) کا کہنا ہے: ''ایک اندازے کے مطابق ہر سال تقریباً 50,000 امریکی اسلام قبول کرتے ہیں۔ ایڈسن (Edson) کی طرح ان میں سے اکثریت افریقی امریکی ہیں۔ نیو یارک کی نیشنل کونسل آف اسلامک افیئرز کے ترجمان محمد مہدی کہتے ہیں کہ ان میں سے کئی لوگوں کا یہ خیال ہے کہ جب اُن کے آباء واجداد کو یہاں لا کر بسایا گیا تو اُس وقت وہ مسلمان تھے۔''②③

مندرجہ بالا رپورٹ سے ہم نے دیکھ لیا کہ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں اسلامی عبادات پر کوئی پابندی عائد نہیں اور مذہبی معاملات میں مسلمانوں کو آزادی حاصل ہے۔ اس بات کی تصدیق کرتے ہوئے مسٹر وارن کرسٹوفر (Mr. Warren Christopher) نے کہا:

''ریاستہائے متحدہ امریکہ اسلام کو دشمن مذہب نہیں سمجھتا۔ امریکہ اسلام کا احترام کرتا ہے اور اس بات کی تردید کرتا ہے کہ اسلام سے کوئی ضروری یا بنیادی تنازع یہاں موجود ہے۔ اس مذہب کی روایات ہماری بہترین روایات کے مطابق ہیں۔''④

---

① ریاض ڈیلی، 13 جنوری 1995ء ص:7

② اس کی تصدیق سیاہ فام امریکی مصنف ایلکس ہیلے کی کتاب The Roots (جڑیں) سے بھی ہوتی ہے۔ وہ اپنے آباء واجداد کا کھوج لگاتا ہوا مغربی افریقہ کے مسلم ملک گیمبیا پہنچا اور اس مسلم قبیلے میں گیا جس کے کنتا نامی ایک نوجوان کو دو اڑھائی سو برس پہلے یورپی گورے اغوا کر کے غلام بنا کر امریکہ لے گئے تھے اور وہی ایلکس ہیلے کا جدّ امجد تھا۔ (م-ف)

③ سعودی گزٹ، 13 فروری 1995ء

④ عرب نیوز، 2 نومبر 1994ء ص:12

ایک اور رپورٹ کے مطابق امریکی فوج کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے 44 زیر تربیت افراد کو اسلام کی بنیادی باتوں کی تعلیم دی جاتی ہے۔ امریکی جیلوں میں بھی یہی صورتِ حال ہے۔ اسلامی لٹریچر (کتب و جرائد) کی تقسیم کے علاوہ قیدیوں کو اسلام پر لیکچر بھی دیے جاتے ہیں۔[1]

سعودی گزٹ کو ارسال کردہ ایک خصوصی رپورٹ میں مسٹر سمیع باغل لکھتے ہیں:

''بلینڈن بورو نارتھ کیرولینا (Blandenboro N.C.) میں قصّاب قرآنِ حکیم کے اصولوں کے مطابق بکرے ذبح کرتے ہیں اور فورٹ مونموتھ نیوجرسی (Fort Monmouth N.J) میں فوج کا ایک کپتان امریکہ کی تاریخ میں پہلا مسلمان امام ہے۔'' صحیح تعداد کا کسی کو علم نہیں کہ دنیا کی تقریباً ایک بلین مسلم آبادی میں سے کتنے مسلمان یہاں رہتے ہیں۔ سب سے معتبر اندازہ یہ ہے کہ یہاں تقریباً 50 لاکھ مسلمان آباد ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ اگلی صدی کی ابتدا ہی میں مسلمانوں کی تعداد امریکہ کے 60 لاکھ یہودیوں سے بڑھ جائے گی، اور اس طرح اسلام امریکی قوم کا دوسرا سب سے بڑا مذہب ہو جائے گا۔''[2][3]

جہاں تک برطانیہ کا تعلق ہے تو اخبار ''ریاض ڈیلی'' میں دیے گئے اعداد و شمار کے مطابق برطانیہ اور آئرلینڈ میں تقریباً 20 لاکھ مسلمان ہیں۔ ان میں سے ایک تہائی بچے اور 1/5 نوجوان ہیں۔ برطانیہ میں 1000 سے زائد مساجد اور سیکڑوں اسلامی ادارے ہیں۔[4]

ایک اور رپورٹ میں اخبار ''ریاض ڈیلی'' لکھتا ہے: ''برطانیہ میں تقریباً 15 لاکھ مسلمان

---

① ریاض ڈیلی، 20 جنوری 1995ء، ص:7

② تازہ ترین اطلاعات کے مطابق امریکہ (USA) میں مسلمانوں کی تعداد یہودیوں سے بڑھ کر 70 لاکھ کے لگ بھگ ہو چکی ہے۔ (م ف)

③ سعودی گزٹ، 17/اکتوبر 1994ء ص:10

④ ریاض ڈیلی، 14/اپریل 1995ء ص:2

ہیں جن میں سے ایک اندازے کے مطابق 20000 نومسلم ہیں۔ برطانیہ میں اسلام کو سب سے زیادہ تیزی سے پھیلتا ہوا دین سمجھا جاتا ہے۔ برطانیہ میں مسلمان برادری زیادہ تر پاکستان، بنگلہ دیش اور بھارت سے آنے والے مسلمانوں پر مشتمل ہے لیکن مشرقِ وسطیٰ، قبرص، ترکی اور جنوبی ایشیا سے آئے ہوئے مسلمانوں کے علاوہ یہاں برطانوی نژاد نومسلم بھی خاصی تعداد میں موجود ہیں۔''①

روس کی 9 ریاستوں (ری پبلکس) اور خود مختار علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔

''تقریباً 6 کروڑ مسلمان روس کی مختلف ریاستوں میں رہتے ہیں مگر بیرونی دنیا اُن کے بارے میں بہت کم جانتی ہے۔ روس میں کل 16 ریاستیں ہیں۔② کمیونسٹ انقلاب کے وقت آٹھ ریاستوں میں مسلمانوں کی اکثریت تھی لیکن مختلف ریاستوں میں اُن کی تعداد مختلف تھی۔ روس میں مسلمان اکثریت والے علاقے درج ذیل ہیں:

- ازبکستان
- تاجکستان
- آذربائیجان
- آرمینیا اور جارجیا
- قزاقستان
- کرغیزیہ
- تاتار اور باشکیر
- کاکیشیا (قفقاز)
- کریمیا''③

---

① ریاض ڈیلی، 14 اپریل 1995ء، ص:2

② دسمبر 1991ء میں سوویت یونین (روس) کی شکست وریخت سے پہلے اشتراکی روس (USSR) 16 نہیں بلکہ 15 ریاستوں پر مشتمل تھا جن میں سے 6 یعنی ازبکستان، تاجکستان، آذربائیجان، ترکمانستان، قزاقستان اور کرغیزیہ مسلم اکثریتی ریاستیں تھیں جبکہ آٹھ یعنی آرمینیا، جارجیا، یوکرائن، مالڈووا، بائیلورس، ایسٹونیا، لتھوانیا اور لیٹویا غیر مسلم تھیں۔ دسمبر 1991ء میں 6 مسلم اور 8 غیر مسلم ریاستیں روس کے قبضے سے آزاد ہوگئیں۔ سوویت یونین کے مسلم اکثریت والے ''خودمختار'' علاقوں میں سے کریمیا اب یوکرائن میں شامل ہے جبکہ تاتارستان، باشکیریہ اور قفقاز (داغستان، چیچنیا، انگوشتیا، اوسیتیا) کے مسلم اکثریتی علاقے ہنوز روس کے تسلط میں ہیں۔ چیچنیا نے اکتوبر 1991ء میں اپنی آزادی کا اعلان کر دیا تھا مگر روس کی پوٹن حکومت نے فوجی یلغار کر کے فروری 2000ء میں اس کی آزادی پھر سلب کر لی اور چیچن مجاہدین اب پھر آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ (م-ف)

③ دی سٹریٹ پاتھ، فروری/مارچ 1990ء

فرانس میں مسلمانوں کی آبادی اور قبول اسلام کی شرح فرانسیسی وزیر داخلہ کے بیان کے مطابق درج ذیل ہے:

''فرانس میں لاکھوں مسلمان ہیں اور اُن کی اکثریت اپنے دینی فرائض اور دستور پر عمل پیرا ہے۔ میں اس دینِ الٰہیہ کا مخالف نہیں ہوں بلکہ اس کے برعکس اسلام کو معاشرے میں استحکام کا ایک عنصر سمجھتا ہوں اور مجھے افسوس ہے کہ میرا اپنا مذہب (عیسائیت) اسلام سے کم فعّال ہے۔ میں مسلمانوں کو اُن کی مذہبی سرگرمیاں آزادی سے ادا کرتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہوں۔''(یہ باتیں فرانسیسی وزیر داخلہ چارلس پاسک (Charles Pasque) نے جامعۃ الازہر کے علماء کو فرانس آنے کی دعوت دیتے ہوئے کہیں جبکہ وہ فرانس میں اسلام کی صورتِ حال کی وضاحت کر رہے تھے۔)[1]

''فرانس میں مسلمان کل آبادی کا تقریباً 7 فیصد ہیں جبکہ غیر سرکاری اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں سے 38 فیصد مسلمان پیرس اور اُس کی نواحی بستیوں میں رہتے ہیں۔''[2]

اٹلی میں مسلمانوں کی تعداد اور حیثیت حیرت انگیز ہے۔ مسٹر فلپ پلیلہ (Mr.Philip Pullella) روم سے لکھتے ہیں:

''اگرچہ یہ بات اٹلی کے کیتھولک مذہب سے وابستہ لوگوں کے لیے اب بھی حیرت انگیز ہے' مگر اسلام بہر حال یہاں دوسرا سب سے بڑا مذہب بن چکا ہے۔ تقریباً 6 لاکھ 50 ہزار مسلمان اٹلی میں آباد ہیں جن میں سے کم از کم 85000 روم میں رہتے ہیں۔ مسلمانوں کے اپنے ذرائع کا کہنا ہے کہ اگر اس تعداد میں دوسرے ممالک سے آئے ہوئے غیر رجسٹرڈ شدہ مسلمانوں کو بھی شامل کر لیا جائے تو یہ تعداد دس لاکھ تک

---

① سعودی گزٹ' 13 نومبر 1994ء' ص:3

② ریاض ڈیلی' 16 جون 1995ء' ص:7

پہنچ سکتی ہے۔ اس کے مقابلے میں اٹلی میں یہودیوں کی تعداد صرف 35000 ہے جن میں سے 15000 روم میں رہتے ہیں۔''①

جرمنی میں مسلمانوں کے بارے میں حالیہ اعداد و شمار کے مطابق مسلمانوں کی آبادی 16 لاکھ سے تجاوز کر گئی ہے۔ اس تعداد میں تقریباً 50 ہزار جرمن بھی شامل ہیں جو دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ مشرقی جرمنی میں بھی 7000 مسلمان رہتے ہیں۔ ②

مندرجہ بالا تمام اعداد و شمار سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ اسلام دنیا میں سب سے زیادہ تیزی سے پھیلنے والا دین ہے۔ یہ بات حوصلہ افزا ہے کہ دنیا بھر میں اسلامک سنٹرز' اسلامی ادارے' تنظیمیں اور دعوتی مراکز اسلام کی اشاعت کا کام بخوبی کر رہے ہیں لیکن اس کے باوجود اسلام کی مخالف قوتوں کا خطرہ موجود ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ (سابق) اسرائیلی وزیر اعظم اضحاک رابن (Yitzhak Rabin) نے اسرائیلی پارلیمنٹ ''کنیسٹ'' (Knesset) کی کمیٹی برائے امور خارجہ اور دفاع کو بتایا کہ اسلامی دنیا میں انتہا پسند انقلابیت ہماری قوم (یہودیوں) کی سالمیت کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے۔ اگر اصل خطرہ کی تعریف کی جائے تو وہ خطرہ اسلامی انتہا پسندی کی لہر ہے۔ ③

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، اسلام دوسرے تمام ادیان پر غالب آ کر رہے گا (الصف: 9/61) کیونکہ اسلام کا پیغام تمام دنیا کے لیے ہے۔ (التکویر: 81/26-29) اور یہ وہی پیغام ہے جو پہلے انبیاء کو بھی دیا گیا تھا۔ (الزخرف: 43/44,45)

اختتام پر میں برادر محترم محمد امین سی' کیو (Muhammad Ameen C.Cave) اسلامک دعوہ کمیٹی' ندوۃ الشباب العالمی الاسلامی (WAMY) ریاض' سعودی عرب کا شکریہ ادا

① عرب نیوز' 21 جون 1995ء' ص: 12

② صراط مستقیم' برمنگھم۔ مئی 1991ء' ص: 37

③ واشنگٹن رپورٹ آن مڈل ایسٹ افیئرز' جون 1995ء' ص: 22

کرتا ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کا دیباچہ تحریر فرمایا۔ یہ حقیقت میں میرے لیے ایک اعزاز ہے کہ اپنی تمام تر مصروفیات اور ذمہ داریوں کے باوجود انہوں نے ایک شاندار اور فکر انگیز دیباچہ تحریر کیا۔

برادرم محمد امین 1934ء میں فلپائن کے ایک عیسائی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ اگرچہ آپ کے والد پروٹسٹنٹ اور والدہ رومن کیتھولک تھیں مگر آپ کو رومن کیتھولک چرچ میں بپتسمہ دلایا گیا۔ آپ تعلیمی اہلیت کے اعتبار سے بی اے ایل ایل بی ہیں۔ آپ نے 1984ء سے 1990ء تک تہامہ کنٹریکٹنگ کمپنی لمیٹڈ ریاض میں کام کیا۔ آپ یہودیت' عیسائیت اور اسلام کے بارے میں وسیع علم رکھتے ہیں۔ آپ 3 جون 1985ء کو دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ اس وقت آپ ندوۃ الشباب العالمی الاسلامی یا ورلڈ اسمبلی آف مسلم یوتھ (WAMY) سے وابستہ ہیں اور اسلامی دعوہ کمیٹی کے فعال رکن ہیں۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ آپ اگست 1990ء سے دعوت اور تبلیغ کا کام کر رہے ہیں اور آپ کی مساعی جمیلہ کے نتیجے میں تین ہزار سے زائد لوگ اسلام قبول کر چکے ہیں۔ ان میں امریکی' انگریز' یورپی' ہندو' بدھ کے پیروکار اور تھائی لینڈ اور فلپائن کے لوگ شامل ہیں۔ برادرم محمد امین ورلڈ اسمبلی آف مسلم یوتھ کے جریدہ ''اسلامک فیوچر'' میں باقاعدگی سے مضامین لکھتے ہیں۔ اس جریدے میں آپ کے سلسلۂ مضامین بہ عنوان ''نبی اکرم حضرت محمد ﷺ کی آمد کے بارے میں بائبل میں پیش گوئیاں'' سے آپ کو بہت شہرت ملی۔ اللہ عزّ وجل آپ کو اپنی رحمتوں اور عنایات سے نوازے۔

میں برادرم خلیل الرحمٰن اور برادرم پرویز عالم خان برکی کا ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھ سے تعاون کیا۔ میں دوسرے تمام احباب کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے مسوّدے کی تکمیل میں میری مدد فرمائی۔ اظہارِ تشکر کے چند الفاظ ڈاکٹر ایم ایم صدیقی کی قیمتی تجاویز کے لیے ان کی نذر نہ کرنا بھی ناانصافی ہوگی۔

آخر میں میں تہ دل سے برادرم عبدالمالک مجاہد کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہیں میں گزشتہ دو

عشروں سے جانتا ہوں۔ وہ نہ صرف نام کے مجاہد ہیں بلکہ اپنے کارہائے نمایاں سے خود کو کام کا مجاہد بھی ثابت کر چکے ہیں۔ وہ صحیح معنوں میں ''مردِ مجاہد'' ہیں۔ ایک مشہور و معروف عالمِ دین ہونے کے علاوہ انہوں نے اشاعتِ کتب کے میدان میں بھی بلند مقام حاصل کیا ہے۔ وہ اشاعت کے اسرار و رموز سے آشنا ہیں اور مجھے یقین ہے کہ اپنی لامتناہی اور ان تھک کوششوں سے وہ اپنے نیک مقاصد ضرور حاصل کر لیں گے۔ میری تمام تر دعائیں ان کے ساتھ ہیں۔

سب سے آخر میں میں یہ عرض کر دوں کہ میں تو اسلام کا ایک ادنیٰ سا خادم ہوں۔ میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر گزار ہوں جس کی عطا کردہ صحت، قوت اور صبر و استقامت نے مجھے اپنے محترم بھائیوں کی خدمت میں یہ کتاب پیش کرنے کی توفیق عطا کی۔

﴿ إِنۡ أُرِيدُ إِلَّا ٱلۡإِصۡلَٰحَ مَا ٱسۡتَطَعۡتُۚ وَمَا تَوۡفِيقِيٓ إِلَّا بِٱللَّهِۚ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَإِلَيۡهِ أُنِيبُ ﴿٨٨﴾ ﴾ (ھود: ١١/ ٨٨) .

''میں تو جہاں تک ہو سکے اصلاح چاہتا ہوں۔ اور مجھے ہدایت کی توفیق اللہ ہی کے فضل سے ہے۔ میں اُسی پر توکل کرتا ہوں اور اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔''

یہ اس سلسلے کی پہلی کتاب ہے جو بہ صد عجز محترم قارئین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے۔ اس ضمن میں ہر مشورہ اور تجویز مستحسن سمجھی جائے گی۔

محمد حنیف شاہد

10 جولائی 1995ء



قرآن وحدیث میں ایمان کا بیان

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَن يُرِدِ اللَّهُ أَن يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ ۖ وَمَن يُرِدْ أَن يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ ۚ كَذَٰلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٢٥﴾﴾ (الأنعام: ٦/ ١٢٥)

''اللہ جس کسی کو ہدایت دینا چاہتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جس کو گمراہی پر برقرار رکھنا چاہتا ہے اس کے سینے کو بالکل تنگ کر دیتا ہے' گویا وہ آسمان کی طرف (نہایت مشکل سے) چڑھ رہا ہے۔ اللہ اسی طرح ان پر (حق سے فرار ونفرت کی) خباثت مسلط کر دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَن فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا ۚ أَفَأَنتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴿٩٩﴾﴾ (یونس: ١٠/ ٩٩)

''اور اگر آپ کا رب چاہتا تو زمین پر جتنے لوگ بھی ہیں سب ایمان قبول کر لیتے۔ تو کیا آپ لوگوں پر زبردستی کر سکتے ہیں حتی کہ وہ ایمان لے آئیں؟''

فرمان رب العالمین ہے:

﴿قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ ﴿٢٧﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُم بِذِكْرِ اللَّهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿٢٨﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَىٰ لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ ﴿٢٩﴾﴾

(الرعد: ١٣/ ٢٧-٢٩)

''کہہ دو کہ اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہی پر برقرار رکھتا ہے اور اپنی طرف رہنمائی ان

لوگوں کی فرماتا ہے جو اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ جو لوگ ایمان لائے ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں، یاد رکھو اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہے۔ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے عمل کیے ان کے لیے خوشخبری اور اچھا ٹھکانا ہے۔''

فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَقُلِ ٱلْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَن شَآءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ﴾
(الکھف: ۱۸/ ۲۹)

''اور کہہ دو: یہ حق ہے تمہارے رب کی طرف سے، پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر کرے۔'' مزید فرمایا:

﴿ رُّبَمَا يَوَدُّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ لَوْ كَانُوا۟ مُسْلِمِينَ ۝٢ ﴾ (الحجر: ۱۵/ ۲)

''وہ وقت بھی ہوگا کہ کافر اپنے مسلمان ہونے کی آرزو کریں گے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لاَ يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هٰذِهِ الأُمَّةِ يَهُودِيٌّ وَّلاَ نَصْرَانِيٌّ، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ، إِلاَّ كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ»

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اس امت کے یہودیوں اور نصرانیوں میں سے جو شخص بھی میرے بارے میں سنتا ہے پھر اس چیز پر ایمان لائے بغیر فوت ہو جاتا ہے جس کے ساتھ مجھے مبعوث کیا گیا ہے تو وہ شخص اہل جہنم میں سے ہے۔''①

❀ **رسول اللہ ﷺ کی آمد اور ایک یہودی کے قبول اسلام کا واقعہ:** حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی جس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ بڑا دانا اور حکیم ہے اس کے

① (صحیح مسلم، الإیمان، باب وجوب الإیمان برسالة نبینا......الخ، حدیث: 153)

رسول اللہ ﷺ کے ذمے کچھ دینار تھے۔ اس نے جب اپنے قرض کی واپسی کا مطالبہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے یہودی! تمھیں دینے کے لیے میرے پاس اس وقت کچھ نہیں ہے۔'' اس نے کہا: اے محمد (ﷺ)! جب تک آپ مجھے نہیں دیں گے، میں آپ سے علیحدہ نہیں ہوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تب میں بھی تمھارے ساتھ بیٹھا رہوں گا۔'' چنانچہ آپ اس کے ساتھ بیٹھ گئے۔ نبی کریم ﷺ نے ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور صبح کی نماز بھی پڑھ لی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اسے ڈرا دھمکا رہے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے ان کے رویے کو بھانپ لیا (اور پوچھا:) ''تم اس کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہو؟'' وہ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول! ایک یہودی آپ کو روک رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرے رب نے مجھے معاہد یا کسی اور پر ظلم کرنے سے منع کیا ہے۔'' جب دن چڑھا تو یہودی نے کہا: (أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُه) ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں'' اور کہا کہ میری آدھی دولت اللہ کے لیے وقف ہے۔ جناب! میں نے آپ کے ساتھ جو سلوک کیا ہے وہ صرف اس لیے کیا ہے کہ تورات میں مذکور آپ کے ان اوصاف کو دیکھ سکوں کہ محمد بن عبداللہ ﷺ کی مکہ میں پیدائش، طیبہ کی طرف ہجرت، شام میں ان کی بادشاہت ہوگی، تند خو، ترش مزاج، بازاروں میں چکر کاٹنے والے، بدمزاج اور دھوکہ دینے والے نہیں ہوں گے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ میری جائداد ہے، اللہ نے آپ کو جس حکمت و دانائی سے نوازا ہے اس کے مطابق اس میں تصرف فرمائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس یہودی کے پاس بہت زیادہ دولت تھی۔ [1]

---

[1] دلائل النبوة للامام البيهقي: 6/281-280 و مستدرك حاكم: 2/622، حديث: 4242 امام ذہبی مستدرک میں اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ منکر ہے اور علامہ البانی نے اسے موضوع کہا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیں (الضعيفة، رقم الحديث: 1795)

باب: اوّل

اسلامی عقائد اور تعلیمات کے بارے میں اسلام قبول کرنے والوں کے تاثرات



یہ سب خوش نصیب افراد اسلامک ریویو (IslamicReview) لندن سے خط کتابت کے ذریعے سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

میں اسلام کے لیے زندہ ہوں جو باعثِ نجات ہے

مجھے آپ [1] سے جو روحانی حوصلہ افزائی ملی' اس کے لیے بہت شکریہ۔ یہ حوصلہ افزائی میرے لیے بہت اہم ہے لیکن میں سب سے زیادہ اس بات پر آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے عظیم اسلامی برادری میں شمولیت کا شرف بخشا۔

مہربانی فرما کر مجھے اس محترم دوست کا نام بتا دیجیے جو میری دلی خواہش کے مطابق مجھے قرآنِ حکیم کا ایک نسخہ عطا کرنا چاہتے ہوں تا کہ میں ان سے اپنی ممنونیت کا اظہار کرسکوں۔ مادّہ پرست عیسائیت سے یہ پُر خلوص رویہّ کتنا مختلف ہے اور دنیا کو اسلام کی کتنی ضرورت ہے! میں عیسائیت کے اس ہولناک طبقاتی نظام کو ختم کرنا اپنا مقصدِ حیات سمجھتا ہوں جو آہستہ آہستہ میرے وطن کا گلا گھونٹ رہا ہے اور میں اسلام کے لیے زندہ ہوں جو کہ باعث نجات ہے۔ [2]

[اے ایم ٹی - وٹرشیم سسیکس]

(A.M.T-Wittersham Sussex)

توحید مطلق پر ایمان لانے کے بعد حضرت محمد ﷺ میرے لیے مثالی کردار اور اسوۂ حسنہ ہیں

میرا اسلام قبول کرنا صرف اور صرف اللہ کی طرف سے ہدایت کا نتیجہ ہے۔ اس ہدایتِ الٰہی کے بغیر سچ کی تلاش کے لیے تمام تر علم اور عمل انسان کو گمراہ ہی کرسکتا ہے۔ جونہی میں اللہ کی وحدتِ کاملہ پر ایمان لایا' اس کے نبیُ کریم حضرت محمد ﷺ میرے لیے مثالی کردار اور طرزِ عمل

---

① یہاں تخاطب مدیر اسلامک ریویو (Islamic Review) سے ہے۔

② اسلامک ریویو' ستمبر 1933ء' ج:21' ش:9' ص:306

کا نمونہ بن گئے۔ ①

[پروفیسر عبدالاحد داود، بی ڈی]
(Prof-Abdul-Ahad Dawud,B-D)

اللہ اپنے نور کو مکمل کر کے رہے گا

میں رسالہ ریویو (Review) کی ایک کاپی کسی ایسے انگریز مرد یا خاتون کو بھجوانا چاہتا ہوں جو آپ کے علم کے مطابق اسلام سے دلچسپی رکھتے ہوں اور جھوٹ کے وہ پردے ہٹانے میں حصہ دار بننا چاہتے ہوں جو دوسرے مذاہب کے لوگوں' بالخصوص عیسائی مبلغین نے ہمارے مقدس دین پر ڈال رکھے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يُرِيدُونَ لِيُطْفِـُٔوا۟ نُورَ ٱللَّهِ بِأَفْوَٰهِهِمْ وَٱللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِۦ ﴾ (الصف: ٦١/ ٨)

''وہ اللہ کے نور کو پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں۔ مگر اللہ اپنے نور (دین) کی تکمیل ضرور کرے گا۔''

میں نے قبولِ اسلام کے بعد 40 برس دین اسلام میں گزارے ہیں۔ پہلا حج میں نے 1311 ہجری میں کیا۔ اور مسلسل اپنے یورپی دوستوں کی رہنمائی کے لیے جھوٹ کے وہ پردے چاک کرتا رہا ہوں جو دشمنانِ اسلام نے ہمارے دین اسلام کے گرد دیواروں کی طرح کھڑے کر رکھے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اسلام کے ابتدائی دنوں ہی سے دوسرے مذاہب کے مبلّغین اس خوف میں مبتلا رہے ہیں کہ اگر ہمارے مقدس دین (اسلام) کی حقیقت منظر عام پر آ جائے تو بہت کم لوگ اُن اَدیان (مذاہب) پر قائم رہیں گے جن کی جگہ لینے کے لیے دین اسلام دنیا میں آیا۔ ②

[الحاج عبداللہ فاضل ولیم سن]
(Al-Haj Abdullah Fadhil Williamson)

① اسلامک ریویو' فروری 1929ء' ج:17' ش:2' ص:40

② اسلامک ریویو' جون 1933ء' ج:21' ش'6' ص:200,199

صرف اسلام ہی دنیا کو امن دے سکتا ہے

میں خلوصِ دل سے اپنے اُن تمام مسلمان بھائیوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے میرے قبولِ اسلام پر مجھے خط اور ٹیلی گرام (تار) بھیج کر میری حوصلہ افزائی کی۔ ان کی نیک تمناؤں کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے مجھے الفاظ نہیں ملتے۔

گزشتہ جنگ (جنگ عظیم اوّل) کے دوران میں دنیا کو خون کی ندیاں عبور کرنا پڑیں۔ اس کے بعد میں تو یہ سمجھا تھا کہ امن اور خیر خواہی کا وجود ختم ہو گیا لیکن سات سمندر پار سے میرے بھائیوں نے میری طرف دوستی کے ہاتھ بڑھائے تو اس سے مجھے امید اور روحانی مسرّت کا پیغام ملا۔ اس سے میرے لیے یہ بات ثابت ہو گئی کہ صرف اسلام ہی دنیا کو امن دے سکتا ہے۔ ①

[سی ای عبداللہ آرچیبالڈ ڈبلیو ہیملٹن - سیلسے، سسیکس، برطانیہ، 8 جنوری 1924ء]
(C.E.Abdullah Archibald W.Hamilton, Selsey (Sussex) U.K.)

اسلام ایک بقعۂ نور ہے

روحانی معاملات میں سچ کی تلاش سے مجھے معلوم ہوا کہ اسلام ایک ایسا نور ہے جو شک اور بدگمانی کے اندھیروں کو مٹا دیتا ہے۔ یہ ایک ایسا دین ہے جو خالص اور دائمی سچائی کا ادراک عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی انسان سے محبت، اس کی حکمت اور عدل کا احساس دلا کر روح کو تسکین اور تقویت فراہم کرتا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلام کے نور کو دور دراز علاقوں تک پہنچا دے اور اس دین کا امن ہر طرف چھا جائے۔ آمین ②

[سی جی ایچ عبدالرحمٰن]
(C.G.H. Abdur-Rahman)

---

① اسلامک ریویو فروری 1924ء، ج:12، ش:2، ص:77-78

② ایضاً، ص:78

اسلام دانشِ انسانی کی روحانی پیاس بجھاتا ہے

جمعہ 5 راگست کو میں مشرف بہ اسلام ہوا اور اسلام کی عالمگیر برادری کا رکن بن گیا۔ قبول اسلام سے قبل میں عیسائیت کے کیتھولک فرقے سے وابستہ تھا۔ اس مذہب کی رسم پروری، کٹر نظریاتی تسلط اور نچلے درجے کی الوہیت پر فائز روحانی پیشواؤں (Saints) سے بیزار ہو کر میں کسی اور دین میں پناہ ڈھونڈنے پر مجبور ہو گیا۔ عیسائیت کے پروٹسٹنٹ، میتھوڈسٹ اور دوسرے فرقوں کو دیکھ کر میں پریشانی میں مبتلا ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مذہب سے میری دلچسپی جاتی رہی لیکن اللہ تعالیٰ کی عبادت کے فطری شوق نے مجھے عیسائیت کے تصوّف کے مطالعے کی طرف راغب کر دیا۔ اس سے مجھے کچھ تسکین تو ملی لیکن متصوفانہ روحانیت کا عقل و دانش سے تصادم مجھے اچھا نہ لگا، کیونکہ میں عقلِ سلیم کی تسکین بھی چاہتا تھا۔ خوش قسمتی سے میرا رابطہ جناب عبدالرحمٰن اور کچھ دوسرے مسلم احباب سے ہوا جنہوں نے میری گزارش پر تمام دستیاب اسلامی لٹریچر مجھے فراہم کر دیا۔ میں غیر ارادی طور پر اسلام کے بنیادی اصولوں سے اتنا متاثر ہوا کہ میں نے بڑی تندہی سے اسلام کا مطالعہ شروع کر دیا اور اس کی تعلیمات کا اُن تعلیمات سے موازنہ کرنے لگا جو قبولِ اسلام سے قبل مجھے حاصل ہوئی تھیں۔ بالآخر میں اس مبارک نتیجے پر پہنچا کہ حضرت محمد ﷺ نے جس دین کی تبلیغ فرمائی وہی دین اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت و الوہیت کا صحیح ادراک عطا کرتا ہے اور وہی شعورِ انسانی کی روحانی پیاس بجھاتا ہے۔ ①

[ابوبکر بیوموں بنجمن، سابق راڈرک لیوفرک بیوموں بنجمن]

(Abu Bakr Beaumont-Benjamin, Formerly Roderick Leofric Beaumont Benjamin)

---

① اسلامک ریویو، جنوری، فروری: 1933ء، ج: 21، ش: 2-1، ص: 26، 27

قرآنِ حکیم میں سب کے لیے واضح ہدایت موجود ہے جو محض متصوفانہ بحث نہیں بلکہ عقل کے معیار پر بھی پوری اترتی ہے

[مسٹر احمد اے ایلن (Mr.Ahmad A.Allan) اپنے والد کی وفات سے چند ہفتے بعد نیوزی لینڈ میں پیدا ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ کو انگلینڈ لا کر وہاں کے پرائیویٹ سکولوں میں تعلیم دلوائی گئی۔ اکلوتا بچہ ہونے کی وجہ سے آپ کو اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا۔ سکول کے زمانے میں آپ کو مطالعہ کا شوق لاحق ہوا تو ہر قسم کی کتابیں پڑھنا آپ کا معمول بن گیا۔ اسی زمانے میں جارج سیل (George Sale) کے ترجمۂ قرآنِ حکیم کا نسخہ آپ کے ہاتھ لگا تو اسے پڑھ کر آپ بہت متاثر ہوئے اور اس کم سنی میں بھی آپ پر عیسائیت کے علمبرداروں کی منافقت آشکار ہوگئی اور آپ اس سے متنفر اور بیزار ہوگئے۔ اگلے چند سالوں میں آپ نے قرآنِ حکیم کا مفصّل مطالعہ کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ اس کتابِ حکیم میں سب کے لیے واضح ہدایت موجود ہے جو محض فلسفیانہ بحث نہیں بلکہ عقلِ سلیم کو بھی مطمئن کرتی ہے۔ قرآنِ حکیم پر بہترین تبصرہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس کے مفہوم کو سمجھانے اور اس کی وضاحت کرنے کے لیے کسی معلم کی ضرورت نہیں پڑتی، بلکہ یہ اپنا مفہوم خود ہی سمجھا دیتا ہے؛ لٰہذا حق اور ہدایت کے طلب گاروں کو چاہیے کہ وہ ذہن کو تعصّبات سے خالی کر کے اس کا مطالعہ کریں۔] (مدیر: اسلامک ریویو)

مسٹر احمد اے ایلن کہتے ہیں:

''یہ نہ سمجھا جائے کہ میں کسی دین سے منحرف ہو رہا ہوں کیونکہ بچپن میں مجھے کوئی مخصوص دینی تعلیم نہیں دی گئی۔ سکول میں انجیل اور دیگر صحائف روز مرّہ کے اسباق میں شامل تھے مگر ان کی تعلیم پر خصوصی توجہ نہیں دی جاتی تھی۔ میں یہ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ مذہب تبدیل کرنے والوں کو بالعموم شک اور نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے بالخصوص عثمانی ترک انہیں قابلِ اعتماد نہیں سمجھتے۔

بچپن ہی سے میں نے اپنی کوئی تصویر نہیں بنوائی' کیونکہ مجھے یہ کام خلافِ قانون (شریعت) لگتا تھا۔ میں نے کبھی کسی مخصوص عقیدے کی پیروی نہیں کی۔ میں یہ سمجھتا

ہوں کہ بچپن میں مجھے کبھی کبھار معاشرتی وقار کی خاطر گرجا گھر (چرچ) بھیجا جاتا تھا مگر مجھے ان رسمی عبادات سے فطری طور پر سخت نفرت تھی کیونکہ وہاں جو کچھ میں سنتا تھا وہ سب میری سمجھ سے بالاتر تھا۔''①

[احمد اے ایلن- برطانیہ]
(Ahmad A.Allan- U.K)

مثالی رسول ﷺ

میں نے کتاب مثالی رسول ﷺ (The Ideal Prophet) پڑھی اور اس سے میرے ذہن میں موجود وہ تمام شکوک وشبہات ختم ہو گئے جو اسلامی تعلیمات میں عورت کی حیثیت' بنی نوع انسان سے محبت اور بہت سی دوسری چیزوں کے بارے میں تھے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی ممالک میں جان بوجھ کر ان باتوں کو غلط معانی پہنائے جاتے ہیں۔
میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سیدھے راستے پر چلنے کی ہدایت دینے کے لیے نبیٔ کریم ﷺ کے دین کے بارے میں تجسس عطا کر دیا۔ اب میں عیسائی نہیں رہا۔ میرا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں' اور حضرت محمد ﷺ اس کے رسول ہیں ۔ آج سے میں مسلمان ہوں۔ ②

[بی عارفین عثمان- مے پین' جمیکا' ویسٹ انڈیز]
(B.Arifeen Usman-May Pen, Jamaica)

میرے دل و دماغ کئی سال سے مسلمان ہیں

میں خلوصِ دل سے ایک سچا مسلمان بننا چاہتا ہوں۔ کئی سال سے میرے دل و دماغ میں

---

① اسلامک ریویو' ستمبر 1931ء' ج:19' ش:9' ص:344

② اسلامک ریویو' نومبر 1932ء' ج:20' ش:11' ص:361

ایمان اور اسلام موجود ہے۔ میں آرتھر سی ہیمنڈ ولد جی ہیمنڈ (Arthur C. Hammond, son of G.Hammond) اپنے اس بیان کے ذریعے سے ایمان داری اور خلوص کے ساتھ یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں اپنی آزادانہ مرضی سے اسلام قبول کر رہا ہوں اور میں اللہ واحد کی عبادت کرتا ہوں اور حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا بندہ اور رسول سمجھتا ہوں اور تمام انبیائے کرام حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو برابر احترام کا مستحق سمجھتا ہوں اور اللہ کی توفیق سے ایک مسلمان کی حیثیت سے زندگی بسر کروں گا۔ ①

[آرتھر سی ہیمنڈ-ممباسا' کینیا]

(Arthur C.Hammond-Mombasa)

اسلام کے معنی ''امن وسلامتی'' کے ہیں

اسلام سے مراد خالق اور مخلوق سے پرامن تعلق ہے۔ احکام الٰہی کے تحت انسانوں سے بھلائی کرنا ایک نیک نصب العین ہے جو انسان کے دل و دماغ کو مطمئن کرتا ہے۔ ②

[چارلس عبداللہ گارنر]

(Charles Abdullah Garner)

میں دین کے پانچوں ارکان پر ایمان رکھتا ہوں

میں دین اسلام کے پانچوں ارکان پر ایمان رکھتا ہوں۔ مجھے یہ ایمان اسلامی لٹریچر کے گہرے مطالعہ سے نہیں بلکہ عقلی تفکر کے توسط سے حاصل ہوا ہے۔ چرچ کا عقیدہ مجھ سے تثلیث پر ایمان لانے کا تقاضا کرتا ہے۔ عیسائی چرچ کا کوئی بھی پادری تین خداؤں پر ایمان رکھنے کا اعتراف نہیں کرتا۔ کسی بھی پادری نے تثلیث کی ماہیت کے حوالے سے میرے سوالات کا تسلی بخش جواب دیا نہ کوئی پادری مجھے اس بات کا قائل کرسکا کہ تثلیث کی عبادت کفر

① اسلامک ریویو' ستمبر 1933ء' ج:21' ش:9' ص:307

② اسلامک ریویو' نومبر 1926' ج:14' ش:11' ص:397

پر قائم رہنے کے مترادف نہیں' چنانچہ چند سال پہلے میں نے گرجے کی عبادت میں شریک ہونا چھوڑ دیا تھا۔

میں مذہبی کتب (بائبل) کی لفظی تشریح پر یقین نہیں رکھتا جیسا کہ پیوریٹن مسیحی یقین رکھتے ہیں۔ انہیں انسانوں نے لکھا تھا جو بلاشبہ روحانی جذبے سے معمور تھے مگر وہ آپ اور مجھ جیسے انسان ہی تھے۔ ان کتابوں کے غلط ترجمے ہوئے ہیں اور ان میں غلط فہمیاں پھیلائی گئی ہیں اور ہم ان (تحریف شدہ) کتابوں اور خود اپنے ضمیر سے رہنمائی لینے پر مجبور ہوتے ہیں۔

میں دعا پر یقین رکھتا ہوں کیونکہ اس طرح انسان اپنے ضمیر کو رہنمائی کے لیے اللہ کے سامنے پیش کر دیتا ہے۔ ①

[ڈی بی- اولڈ سارم' ولٹس]
(D.B.Old Sarum, Wilts)

صرف شریعت محمدی عالمی امن و آشتی کی ضامن ہے

میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ اسلام اور اس کے رسول کے بارے میں میرے نظریات رسالہ اسلامک ریویو (Islamic Review) نے یکسر تبدیل کر دیے ہیں۔ چند ماہ قبل میرا خیال تھا کہ نبی کریم ﷺ نے بزور شمشیر تبلیغِ دین کی اور غلامی کی وکالت کی۔ مگر اللہ کا شکر ہے کہ اب مجھے حق نظر آ گیا ہے۔ اب مجھے پختہ یقین ہے کہ دنیا میں امن کی واحد ضمانت حضرت محمد ﷺ کا سچا دین ہے۔ ②

[ٹی یو ڈینیئل- غینٹ' بلجیم]
(T.U.Daniell-Ghent, Belgium)

مجھے قرآنِ حکیم کی بلیغ زبان متاثر کرتی ہے

مجھے اپنے قبولِ اسلام کے بارے میں لکھ کر بہت خوشی محسوس ہو رہی ہے۔ میں اپنی ابتدائی

---

① اسلامک ریویو' نومبر 1933ء' ج:21' ش:11' ص:393 ② ایضاً' ص:392

عمر میں بھی عقیدۂ تثلیث کے متعلق تأمل میں تھا۔ میں یہ نہیں سمجھ سکتا تھا کہ اللہ جل جلالہٗ اس زمین پر (عام انسانوں کی طرح) بیٹا پیدا کر سکتا ہے۔ میں رب تعالیٰ کو ہمیشہ دسترس سے باہر اور قادرِ مطلق سمجھتا تھا۔ مجھے عیسائیت کے تمام انبیاء علیہم السلام سے محبت ہے اور ان کا احترام بھی کرتا ہوں کیونکہ انہوں نے مشکلات میں ثابت قدم رہ کر اپنے اپنے علاقوں میں دین حق کی تبلیغ کی۔ مجھے ایک عجیب سی بے چینی محسوس ہوتی تھی اور اس کی وجہ سے میرے معاملات نہ سدھر سکے۔

اب میں نے تقریباً نصف سورۃ البقرہ پڑھ لی ہے۔ اس کلامِ مقدس میں جو بات مجھے بہت زیادہ متاثر کرتی ہے وہ اس کی بلاغتِ لسانی اور اللہ کی عظمت کا ثبوت ہے جسے قرآن کریم بار بار پیش کرتا ہے۔ ①

[داود کووان - ڈنڈی، سکاٹ لینڈ، برطانیہ]

(Da`ud Couan-Dundee, Scotland, U.K.)

قرآن بلاشبہ وحیِ الٰہی ہے

قرآن حکیم بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کی ہدایت کے لیے نازل کیا گیا۔ ②

[ڈیوڈ (عمر) نکلسن]

(David (Omer) Nicholson)

مسلمان ہونا روئے زمین پر سب سے بڑی اور مرغوب نعمت ہے

میں ہمیشہ مسجد میں نماز کے اوقات میں آنے والوں کے خشوع وخضوع سے متاثر ہوا جو کہ میرے عیسائیت کے سابق تجربے سے بہت مختلف تھا۔ اسلام کے بارے میں کتابوں کے

① اسلامک ریویو، اکتوبر 1933ء، ج:21، ش:10، ص:360
② اسلامک ریویو، جولائی 1926ء، ج:14، ش:7، ص:287

مطالعہ اور پرانی کتابوں کی ایک دکان سے قرآنِ حکیم کا انگریزی ترجمہ خرید کر پڑھنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ مسلمان ہونا نعمتِ عظمیٰ ہے جس کی خواہش انسان روئے زمین پر کر سکتا ہے۔ اسلام کا عقیدہ وسعتِ ظرف کا حامل' صاف ستھرا اور خالص من جانب اللہ ہے' ورنہ اسلام اس طرح آسانی سے فروغ نہ پاتا۔ قرآنِ حکیم کا جو ترجمہ میرے پاس ہے وہ عزت مآب جے ایم راڈول (Rev.J.M.Rodwell) نے کیا ہے۔ میرے خیال میں ترجمہ تو درست ہے مگر سورتوں کو خلط ملط کر دیا گیا ہے اور باریک لکھائی میں مترجم کے وضاحتی بیانات سے تنگ نظری اور ہمارے نبیٔ اکرم ﷺ کے خلاف تعصّب جھلکتا ہے۔ ①

[ارنسٹ جے بروملے- پورٹ سی' پورٹس ماؤتھ' برطانیہ]

(Earnest J.Bromley-Portsea, Portsmouth, U.K.)

میں قصّے کہانیوں پر مبنی دین سے اُکتا گیا ہوں

[مسٹر ارنسٹ لینچ (Mr.Ernest Linich) کو مسٹر آر ای واکر (Mr.R.E.Walker) نے اسلام سے روشناس کرایا' جنھوں نے 1930ء میں اسلام قبول کیا تھا۔ مسٹر واکر لکھتے ہیں کہ یہ نوجوان گزرے ہوئے زمانے کے قصّے کہانیوں پر مبنی دین سے بیزار ہے۔ اُسے اپنے کردار کی تعمیر کے لیے ایک ٹھوس بنیاد چاہیے۔ یہ ٹھوس بنیاد اُسے عیسائیت میں نہ مل سکی لہٰذا اُس نے اسلام قبول کر لیا۔ (مدیر)]

مسٹر ارنسٹ لینچ نے یہ علانیہ اقرار کیا: ''میں ارنسٹ لینچ ولد فرانز لینچ (Ernest Linich son of Franz Linich) ایمان داری اور خلوص کے ساتھ اپنی آزادانہ مرضی سے یہ اقرار اور اعلان کرتا ہوں کہ میں نے اسلام کو بطور دین اپنا لیا ہے۔ میں صرف اور صرف اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرتا ہوں اور حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا بندہ اور رسول مانتا ہوں' نیز میں تمام انبیاء' حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام وغیرہم کا برابر احترام کرتا ہوں اور اللہ

① اسلامک ریویو' جنوری' فروری: 1933ء' ج: 21' ش: 2' 1' ص: 29' 30

کی توفیق سے میں اسلامی طرزِ حیات پر زندگی گزاروں گا۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ①

[ارنسٹ لنچ]

(Ernestlinich)

اسلام پیغام اتحاد ہے

آپ نے پوچھا ہے کہ کیا میں کوئی اسلامی نام پسند کروں گا؟ کیوں نہیں؟ یقیناً میں اسلامی نام ہی پسند کروں گا۔ میرے خیال میں نام ''محمد'' بہت مناسب رہے گا کیونکہ یہ ہمیشہ اُس محترم شخص کی یاد دلاتا رہے گا جو بشارتیں لے کر آیا۔ میرے قبولِ اسلام کی وجوہ درج ذیل ہیں:

(ا) لاشعوری طور پر میں ہمیشہ مسلمان ہی رہا ہوں لیکن میں برسوں اپنے سماجی بائیکاٹ کے خوف سے نکلنے کی کوشش کرتا رہا ہوں۔ اللہ کا شکر ہے کہ یہ خوف اب رکاوٹ نہیں رہا۔

(ب) اسلام ایک وحدت ہے جس نے نسلی امتیازات کو کامیابی سے ختم کر کے انسانیت کو اس طرح یکجا اور ہم آہنگ کر دیا ہے کہ کوئی اور مذہب ایسا نہیں کر سکا۔

(ج) اس کی عبادات رنگا رنگ نہیں ہیں' پھر بھی ان میں ایک حسن اور وسعت ہے اور یہ نرگس کے پھولوں کی طرح روح کو معطر و سیراب کرتی ہیں۔

(د) انسان کے خلوص کی آزمائش کے لیے اسلام حج کا تقاضا کرتا ہے اور اس کے ذریعے سے اسے ایک اطمینان بخش تجربہ فراہم کرتا ہے کیونکہ اس میں انسان تھوڑا سا دے کر بہت کچھ حاصل کر لیتا ہے۔ ②

[ارنسٹ ٹی ڈبلیو بلیک مور]

(Ernest T.W.Blackmore)

---

① اسلامک ریویو' فروری 1931ء' ج:19' ش:2' ص:41

② اسلامک ریویو' جون 1933ء' ج:21' ش:6' ص:201

اسلامی عبادات سادگی اور وقار کی مظہر ہیں

آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ مجھے یہ جان کر کتنی خوشی ہوئی کہ اسلام ایک ایسا دین ہے جس کی عبادات کسی بھی وقت ادا کی جا سکتی ہیں اور ان میں اتنی سادگی اور وقار ہے کہ انسان ان عبادات کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر ایک عجیب سی مسرت محسوس کرتا ہے۔ ①

[جی فٹز جیرالڈ لی]
(G.Fitzgerald Lee)

اسلام دنیا کے مسائل حل کر سکتا ہے

ہندوستان میں قیام کے دوران میں میرا مسلمانوں سے ملنا جلنا رہا۔ میں نے انہیں مذہبی اور دنیوی ہر دو لحاظ سے بے حد وفادار پایا جس کے نتیجے میں' میں نے عیسائیت اور اسلام کا موازنہ کیا تو یہ معلوم ہوا کہ اسلام دنیا کے مسائل حل کرنے کی زیادہ صلاحیت کا حامل ہے اور عیسائیت کی نسبت یہ انسان کی روحانی ضروریات کی بہتر طور پر تکمیل اور تشفی کرتا ہے۔ ②

[جی ایچ ایف۔ساؤتھ سی ہینٹس]
(G.H.F-Southsea Hants)

اسلام ایک صاف ستھرا اور صحیح العقیدہ دین ہے

عیسائیت کے کئی بنیادی اصولوں سے عدم اطمینان کے باعث میں نے قرآنِ حکیم کا مطالعہ کیا۔ اسلام ایک صاف ستھرا اور صحیح العقیدہ دین ہے اور انسان کی نجات کو (نعوذ باللہ) اللہ عزوجل کے کسی بیٹے کی قربانی سے وابستہ کرنے کی بجائے فرائض کی ادائیگی پر منحصر

---

① اسلامک ریویو جون 1927' ج:15' ش:6' ص:185

② اسلامک ریویو اگست:1933' ج:21' ش:8' ص281

ٹھہراتا ہے۔ ①

[جیوٹی ٹائیلر]

(Geo T.Tyler)

اسلام ایک زبردست قوت ہے

میں نے قرآنِ حکیم کا ایک نسخہ خریدا۔ اسے پڑھنا شروع کیا اور عرب دوستوں سے (اسلام کے موضوع پر) بات چیت کی تو مجھے اسلام کی زبردست قوت کا احساس ہوا اور میں نے اسلام قبول کرلیا۔ ②

[ایچ پی فلشر احمد]

(H.P.Flisher Ahmad)

اسلام واحد مثالی' فطری اور حقیقی دین ہے

میں نے مذہب کے اصل مفہوم کو سمجھنے کے لیے اپنے ضمیر اور دلی جذبات کا بغور جائزہ لیا ہے لہٰذا اب میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ایک اہم نکتہ جو میری سمجھ میں آیا وہ یہ ہے کہ دنیا بھر میں عیسائی مذہب جس شکل میں اس وقت موجود ہے' وہ سراسر منافقت پر مبنی ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ عیسائیت میں وحدت کا عنصر بالکل نہیں پایا جاتا۔ بے شمار فرقے ہیں اور اُن کی تعداد میں ہر سال اضافہ ہو رہا ہے۔ اس وقت پوری عیسائیت ایک بناوٹی اور خود ساختہ مذہب ہے اور چرچ کا عوام الناس کی بھاری اکثریت پر کوئی اختیار نہیں۔ برطانیہ کا مذہب معاشرتی حیثیت پر مبنی ہے اور لوگ سماجی حیثیت کے حصول اور اسے برقرار رکھنے کے لیے چرچ جاتے ہیں۔

اسلام کے حیرت انگیز اور خوبصورت دین نے میرے ذہن کو جو وسعت عطا کی ہے وہ میں

---

① اسلامک ریویو' دسمبر 1926ء' ج:14' ش:12' ص:487

② اسلامک ریویو' فروری 1928ء' ج:16' ش:2' ص:41

الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا۔ یہ مثالی دین فطری اور حقیقی دین لگتا ہے۔ میرے خیال میں یہ کہنا ضروری نہیں کہ میں نے اس دین کو مکمل طور پر اپنا لیا ہے اور میں بے حد مسرت کے ساتھ عظیم اسلامی برادری میں شامل ہونے کی اجازت چاہتا ہوں۔ ①

[حامی الدین ہیرس]
(Hamiy uddin Harris)

نبیٔ کریم ﷺ نے دنیا کو وہ علمی شاہکار دیا جو سائنس سے متصادم نہیں

مغربی دنیا اسلام کی بیش بہا خوبیوں کو تسلیم کرنے اور تہذیب و تمدن اور سائنس کے فروغ میں مسلمانوں کے کردار کو سمجھنے میں تذبذب کا شکار رہی ہے' حالانکہ وہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی احسان مند ہے جنہوں نے تہذیب و تمدن اور سائنس کو ترقی کی بنیاد فراہم کی۔ آج دنیا سب سے بڑھ کر تمام نبیوں کے سردار حضرت محمد ﷺ کی ممنونِ احسان ہے جنہیں اللہ نے کمال حکمت و دانش سے نوازا تھا۔ اس وقت اسلام واحد توحید پرست دین ہے۔ اس میں نہ تو مقدسین (Saints) کی کوئی قطار شامل ہے اور نہ تثلیث (تین میں ایک اور ایک میں تین یا 3=1 اور 1=3) جیسی بجھارت ہے۔ یہ وہ دین ہے جس نے تعصب اور عدمِ برداشت کی ہر یلغار کا کامیابی سے مقابلہ کیا ہے۔ یہ پوری توجہ سے مطالعہ کا مستحق ہے اور اس پر عمل کرنے سے ہم آہنگی' امن اور اخلاقیات جیسی اعلیٰ اقدار حاصل ہوتی ہیں۔

یورپ کے ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ لائبریرین نے یہ ثابت کیا ہے کہ اس وقت صرف عہد نامۂ جدید (New Testament) کے ایک لاکھ پچاس ہزار سے زائد مسلّمہ متن موجود ہیں۔ ان میں سے درست کون سا ہے؟ اس سوال کا جواب ممکن نہیں۔ مگر اس لحاظ سے مسلمانوں کو کسی ایسے پریشان کن مسئلے کا سامنا نہیں۔ قرآن کا صرف ایک ہی متن ہے۔ دوست یا دشمن کوئی بھی اس کی مسلّمہ حیثیت کو تسلیم کرنے سے انکار نہیں کرسکتا۔

① اسلامک ریویو' اپریل: 1922' ج: 10' ش: 4' ص: 190' 191

اسی طرح اگر ہم مذاہبِ عالم کے تمام بانیوں کی خوبیوں کا تقابلی مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ تصورات وخیالات کی بھول بھلیوں میں گم ہوئے نہ اپنی فضیلت پر تکبّر کیا بلکہ انسانوں میں ایک عام انسان کی سی زندگی بسر فرمائی' اپنی تعلیمات پر خود عمل کر کے دکھایا اور اپنے پیروکاروں میں کردار کے اس معیار پر پورا اترنے کا جذبہ پیدا فرمایا۔ آپ بظاہر ناخواندہ تھے، پھر بھی دنیا کو سب سے بڑی اور عظیم کتاب دے گئے جو سائنس سے متصادم نہیں اور بائبل میں مذکور بے سروپا اور نفرت انگیز قصے کہانیوں سے بھی پاک ہے۔ ①

(ہیری ای ہائنکل)

(Harry E.Heinkel)

اسلام کی تعلیمات اوران پر عمل کرنے سے مجھے مکمل اطمینانِ قلب حاصل ہوا

میں سالہا سال تک عقلیت' مابعد الطّبیعیات ' سائنس' فلسفہ اور مختلف عیسائی فرقوں کے نظریات کے وسیع مطالعے کے بعد اسلام تک پہنچا۔ وہ تمام نظریات اور ''اِزم'' جن کا مطالعہ میں کر چکا تھا' مختلف اور مخصوص شخصی نقطہ ہائے نظر پیش کرتے تھے۔ پہلی نظر میں تو وہ زندگی اور موت (اور آخرت) کے اہم ترین مسائل کا اطمینان بخش حل پیش کرتے دکھائی دیے مگر تنقیدی نظر سے دیکھا تو وہ موت کے بعد زندگی کے تسلسل کا کوئی ثبوت پیش نہ کر سکے۔ ان تمام نظریات کی فلسفیانہ دلدل سے مجھے نکالنے کا سہرا اسلام ہی کے سر ہے جسے میں نے ذاتی تحقیق سے دریافت کیا۔ میرے خیال میں اسلام پر میری تحقیق نے مجھے انسان کی جسمانی موت کے بعد کی بقا کا حتمی ثبوت فراہم کر دیا ہے اور عقیدۂ آخرت کے بارے میں الحادی نظریات کو اسی طرح باطل کر دیا ہے جس طرح اسلام نے عیسائیت کے جنت پر بلاشرکتِ غیرے دعووں کو باطل ثابت کیا ہے۔ جب مجھے یہ یقین ہو گیا کہ انسان موت کے بعد جسمانی حیات کا تسلسل

① اسلامک ریویو' جولائی 1933ء' ج:21' ش:7' ص:240' 241

برقرار رکھ سکتا ہے تو مجھے ایسے مذہب کی ضرورت محسوس ہونے لگی جو قرونِ وسطیٰ کے فلسفہ سے آزاد ہو۔ الغرض مجھے ایک ایسا دین مطلوب تھا جو فطرت اور کائنات کے مظاہر کی عقلی توضیحات پر پورا اترے اور مجھے وہ دین اسلام کی تعلیمات اور ان پر عمل کی صورت میں نصیب ہو گیا جس سے میرے تمام شکوک وشبہات اور بے اطمینانی ختم ہو گئی۔ [1]

[ہنری سینڈ باخ - مولڈ فلنٹ، ویلز، برطانیہ]

(Henry Sandbach-Mold Flint, Wales, U.K.)

مجھے وہ حقیقی سکون اور نعمت مل گئی جس کا میں متلاشی تھا

بچپن میں میری تربیت جرمنی کے مذہبی مصلح مارٹن لوتھر (Martin Luther) کے عقیدے کے مطابق کی گئی مگر جب میں بڑا ہوا تو مجھے وہ حقیقی سکون اور نعمت میسر نہ آ سکی جو میں چاہتا تھا۔ میں اعلیٰ چرچ آف انگلینڈ بھی گیا مگر وہاں بھی میرا مطلوب مجھے نہ مل سکا۔ پھر بالآخر مجھے محمد عالم جیسی حیرت انگیز شخصیت ملی جو ایک قابلِ تعریف انسان اور ہماری قوم کے عظیم روحانی معالج ہیں۔ میں خلوصِ دل سے جناب محمد عالم کا ممنون ہوں کہ اُنہوں نے مجھے راہِ حق دکھائی۔ میری بیٹی ایفی حلیمہ شوَرت (Effie Halimah Schwerdt) نے تین سال قبل اسلام قبول کیا اور اب جنوبی آسٹریلیا کے شہر ایڈیلیڈ (Adelaide) میں مقیم ہے۔

(یہاں ہم مسٹر شوَرت کا بیان نقل کرتے ہیں جس میں وہ یہ اعلان کرتے ہیں:)

میں ہنری شورت (عمر 74 سال) ولد رابرٹ شورت (Henry Schwerdt son of Robert Schwerdt) ساکن جنوبی آسٹریلیا اپنے اس بیان کے ذریعے سے اپنی مرضی سے ایمان داری اور خلوص کے ساتھ یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں نے دین اسلام قبول کر لیا ہے۔ میں اللہ واحد کی عبادت کرتا ہوں اور حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا بندہ اور رسول مانتا ہوں اور میں حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ و دیگر انبیاء علیہم السلام کا برابر احترام کرتا ہوں اور اللہ کی

---

[1] اسلامک ریویو جنوری 1932ء ج:20، ش:1، ص:1

توفیق سے مسلمان کی حیثیت سے زندگی بسر کروں گا۔

[لَا اِلٰـهَ اِلَّااللّٰهُ مُـحَـمَّـدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ] ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔''①

[ہنری شوَرت-ایڈیلیڈ' جنوبی آسٹریلیا]

(Henry Schwerdt-Adelaide, South Australia)

قرآن کلامِ الٰہی ہے

حُسن اور حکمت سے بھرپور کتاب قرآنِ حکیم کو غور وفکر سے پڑھنے والا کوئی بھی شخص متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ قرآن حکیم کا سب سے نمایاں وصف یہ ہے کہ کوئی بھی ترجمہ کرنے والا اس کے مفہوم و معانی میں اُس طرح کا ذرا سا ردّ و بدل بھی نہیں کر سکتا جیسا کہ دوسری کتابوں میں دیکھنے میں آتا ہے۔ دیارِ مشرق کے سب مسلمان قرآنِ حکیم کو اس کے متن کے مطابق سمجھتے ہیں' اس سے محبت کرتے ہیں' اس کا احترام کرتے ہیں اور اسے کلامِ الٰہی مانتے ہیں۔ قرآن کے بارے میں ایک اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ آج تک کوئی انسان ایسی تحریر نہیں لکھ سکا جو اس کے حسن' فلسفہ اور سادگی کی برابری کر سکے۔ یہ اگرچہ خاصا ضخیم ہے مگر چھوٹے چھوٹے لڑکے بھی اسے بخوبی زبانی یاد کر لیتے ہیں جبکہ کوئی اور چھوٹی سی کتاب بھی اس طرح زبانی یاد نہیں کی جا سکتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی بھی کتاب انہیں قرآن کی طرح متاثر نہیں کر سکتی۔

تلاوت شروع کرنے کے بعد اس قرآن کا مطالعہ ترک کر دینا کسی بھی مسلمان کے لیے ناممکن ہے کیونکہ یہ کتاب خوبصورت اور دلوں میں ولولہ پیدا کرنے والی ہے اور اس میں سچ کے سوا اور کچھ بھی شامل نہیں۔

میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا نہیں مانتا' البتہ یہ تسلیم کرتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ

① اسلامک ریویو' جنوری 1937ء' ج:25' ش:1' ص:1

کی طرح حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہما السلام بھی اللہ کے رسول تھے۔ ①

[جے ایچ ڈی]
(J.H.D)

راست بازی اور عقلی بنیاد اسلام کا خاصہ ہے

22 اگست کو مجھے اپنی زندگی کے ایک نہایت خوشگوار لمحے کا تجربہ نصیب ہوا جب میں دائرۂ اسلام میں داخل ہو گیا۔ میں تقریباً ایک سال سے یہ قدم اُٹھانے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس عرصے میں میں نے اسلام کا اچھا خاصا مطالعہ کر لیا۔ اسلام کی جس بات نے سب سے پہلے میرے ذہن کو متاثر کیا وہ اسلام کی سادگی، صاف گوئی اور عقلی بنیاد تھی۔

اکثر شام کو میں گھوڑے پر سوار ہو کر مصر کی نہروں کے کنارے سیر کرتے ہوئے رُک کر لوگوں کو مخصوص سادہ انداز میں عبادت کرتے دیکھتا۔ عبادت گزار انسان کی لگن دیکھ کر انسان بہت متاثر ہوتا ہے کہ یہ شخص خود کو اللہ سے براہِ راست ہم کلام سمجھ کر اس کی عبادت کر رہا ہے۔

رفتہ رفتہ مجھے یہ احساس ہوا کہ میں اُن نظریات پر عمل پیرا نہیں رہ سکتا جن کے مطابق میری پرورش اور تربیت کی گئی تھی۔ ②

[کیپٹن جلال الدین ڈیوڈسن]
(Captain Jalaluddin Davidson)

اسلام مجھے دلی طور پر متاثر کرتا ہے

اسلام کی خوبیاں جو خاص طور پر مجھے متوجہ کرتی ہیں، وہ یہ ہیں: توحید، فرقہ بندی سے پاک

---

① اسلامک ریویو، اپریل، مئی 1924ء، ج:12، ش:4، 5، ص:183

② اسلامک ریویو، نومبر 1919ء، ج:7، ش:11، ص:393

معاشرہ اور پادریوں کے تسلط کا خاتمہ۔ ①

[جیمز ای سٹوکس]

(James E.Stookes)

اسلام سچا دین ہے

میں پہلے پہل 1917ء میں ایک مسلمان مبلّغ کی تقریر سن کر اسلام کی طرف متوجہ ہوا۔ اس خطاب نے عیسائیت پر میرے یقین کو پاش پاش کر دیا۔ اب میں اسلام کو سچا دین سمجھتا ہوں۔

میں اپنی بیوی کو قبولِ اسلام پر آمادہ کرنے کی پوری پوری کوشش کر رہا ہوں۔ بدقسمتی سے وہ رومن کیتھولک فرقے کی پیروکار ہے، مگر مجھے یقین ہے کہ اللہ کے فضل سے میں بالآخر اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ ②

[جان فشر۔ نیوکیسل آن ٹائین، برطانیہ]

(John Fisher-Newcastle-on-Tyne, U.K)

اللہ کا پسندیدہ دین

قرآن حکیم کے بعض غیر مستند ترجمے سستے داموں مل جاتے ہیں اور میرے پاس ایک ایسا ترجمہ ہے جس پر خلافِ اسلام حواشی درج ہیں جن میں یہ کہا گیا ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے عیسائی راہبوں سے تعلیم حاصل کی۔

مجھے یہ بیان کر کے خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ اگرچہ میری بیوی نے ابھی تک کیتھولک مذہب کو ترک نہیں کیا لیکن مجھے یقین ہے کہ اگر اسے کسی مسلمان مبلّغ کا ایک ہی خطبہ سنوا دیا جائے تو وہ مکمل طور پر مذہب تبدیل کر لے گی۔ میرے لیے یہ بات بڑی اہم ہے کہ میرے دونوں بیٹے

---

① اسلامک ریویو، ستمبر 1926ء، ج:14، ش:9، ص:317

② اسلامک ریویو، فروری 1934ء، ج:22، ش:2، ص:55

جب بڑے ہونگے تو وہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین کی پیروی کر سکیں گے۔ ①

[جان فشر۔ نیوکیسل، آن ٹائین، برطانیہ]

(John Fisher-Newcastle-on-Tyne, U.K)

اسلام نے میرے ضمیر کو مطمئن کر دیا

چند ہفتے بغور مطالعہ کے بعد میں قرآنِ حکیم کا بائبل سے موازنہ کرنے کے قابل ہو گیا۔ اس تقابل سے یہ واضح ہو گیا کہ مجھے نبی ٔ اکرم حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنا چاہیے کیونکہ یہی میرے ضمیر کا تقاضا ہے۔

نبی ٔ اکرم ﷺ کے پُر خلوص دین اور سادگی سے میں بہت متاثر ہوا ہوں اور اپنے ضمیر کو مطمئن کرنے کے لیے میں ہر حال میں حضرت محمد ﷺ کی پیروی کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ آپ کی تعلیمات میں کوئی بات صیغۂ راز میں نہیں رکھی گئی۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی واضح انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ مجھے امید واثق ہے کہ جب میں ویلز (Wales) میں اپنی قوم کے لوگوں کے پاس واپس جاؤں گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اُن لوگوں کی آنکھیں کھولنے اور اُن کو گمراہی کی تاریکی سے نکالنے کی توفیق عطا فرمائے گا۔ ②

[ڈی ایچ جونز]

(D.H.Jones)

نبی ٔ کریم ﷺ نے اخلاقیات کے ایک مثالی نظام کے تحت حیاتِ طیّبہ گزاری

ادھیڑ عمر کو پہنچ کر جو شخص اپنا مذہب تبدیل کرے یقیناً اُس کے پاس اپنی زندگی کے اس

① اسلامک ریویو، اپریل 1935ء، ج:23، ش:4، ص:109

② اسلامک ریویو، اکتوبر 1931، ج:19، ش:10، ص:382

انتہائی اہم اقدام کا معقول جواز ہوتا ہے۔

میں اس بات پر یقین نہیں کر سکتا کہ کسی نظام اخلاق کو ایسی غیر معمولی اور غیر فطری باتوں سے چار چاند لگ جاتے ہیں جو عوام الناس کے تصوّر کے لیے تو پرکشش ہوں مگر عقل کے معیار پر پوری نہ اترتی ہوں، لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش، تثلیث اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مبینہ طور پر مصلوب ہونے کے بعد دوبارہ زندہ ہو جانے کے عقائد کے بارے میں عیسائیوں کی روایات اُن لوگوں کے لیے غیر ضروری اور ناپسندیدہ ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ کمال کو اپنی حیثیت منوانے کے لیے کسی تشہیر کی ضرورت نہیں ہوتی۔ علاوہ ازیں بائبل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کا تاریخی ثبوت کہاں ہے؟ کیا یہ انوکھی بات نہیں کہ تاریخ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہزاروں سال پہلے کے واقعات بھی تیقن سے پیش کرتی ہے لیکن اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مشابہت رکھنے والے ایک فرد کا ذکر سرسری اور انتہائی مبہم طور پر کیا گیا ہے۔ اس بات کے حق میں خاصے دلائل دیے جا سکتے ہیں کہ عہد نامۂ جدید محض اندھے اعتقاد پر مبنی ہے۔

اسلام میں کسی کے لیے کوئی امتیاز نہیں۔ ہر رنگ اور ہر قوم کے مسلمان اس ریاکارانہ تفاخر کے بغیر یکجا ہوتے ہیں جس سے عیسائی علماء بھی نہیں بچ سکے۔ مسلمان امیر ہوں یا غریب اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان کے باعث ممتاز اور منفرد ہیں۔

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ تعلیم دی کہ دنیوی چیزیں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں۔ مزید برآں آپ نے ہمیں جنت کی راہ دکھائی۔ آپ نے ایک ایسے ضابطۂ اخلاق کے مطابق زندگی بسر کی جو ہمیشہ مقبول عام اور پسندیدہ رہا نیز اللہ تعالیٰ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خالق کے پیغام پر عمل کر کے دکھا دیا۔

مسلمانوں کے لیے یہ بات باعثِ افتخار ہے کہ اُن کے عقیدے میں کوئی مافوق الفطرت یا انتہائی تعجب خیز بات شامل نہیں اور جب اسلام اور مسلمانوں کی سادگی اور اللہ کے بالمقابل انسان کی بے بسی پر غور کرتا ہوں تو مجھے اس بات پر فخر محسوس ہوتا ہے کہ میں دائمی نبوت کے حامل

نبیٔ اکرم ﷺ کا پیرو کار رہوں۔ ①

[اے کین]
(A.Kane)

اسلام عقل اور خلوص پر مبنی دین ہے

میں خلوص سے عاری اور رہبانیت پر مبنی دین سے بے حد بیزار ہوں۔ اس کے نظریات کراہت آمیز اور اس کے مبلّغ نفرت انگیز ہیں۔ میرا دماغ کسی زیادہ معقول اور خالص دین کا تقاضا کرتا ہے اور میرا ضمیر کہتا ہے کہ (اسلام کی شکل میں) مجھے ایسا دین مل گیا ہے۔ ②

[لیونیل ایش ورتھ-لندن]
(Lionel Ashworth-London)

اسلام میں سب کچھ موجود ہے

گذشتہ چند ہفتوں میں مجھے قرآنِ حکیم کا جو نسخہ اور دیگر اسلامی لٹریچر موصول ہوا ہے، میں اس سے بے حد متاثر ہوا ہوں۔

اسلام میں مجھے وہ سب کچھ مل گیا ہے جو مجھے مطلوب تھا مگر عیسائیت میں اس کا نشان تک نہیں تھا۔ اسلام سے متعارف ہونے سے پہلے میرے عقائد مبہم تھے، غالباً اس لیے کہ میں نے ان پر مناسب حد تک غور نہیں کیا تھا۔ آپ نے میری رہنمائی ایسے دین کی طرف کی ہے جو مجھے ہر پہلو سے مکمل لگتا ہے۔ ③

[ٹی ایچ میکبارکلی-کلونٹارف، ڈبلن، آئرلینڈ]
(T.H.McC Barklie- Clontarf, Dublin, Ireland)

① اسلامک ریویو، اکتوبر 1930ء، ج:18، ش:10، ص:345
② اسلامک ریویو، ستمبر 1931ء، ج:19، ش:9، ص:342
③ اسلامک ریویو، اگست: 1933ء، ج:21، ش:8، ص:280

مجھے یقین ہے کہ اسلام میں سب اہم باتیں موجود ہیں جو یہ ظاہر کرتی ہیں کہ عیسائیت ایک نامکمل دین ہے

بچپن سے بلوغت تک عیسائیت میں تربیت پانے اور اس مذہب کے جملہ عناصر سے واقفیت رکھنے کے باعث مجھے یہ یقین ہے کہ اسلام اُن تمام اہم باتوں پر محیط ہے جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ عیسائیت ایک نامکمل مذہب ہے۔ جب میں نے روزانہ مسلمانوں کو پاک صاف ہو کر نماز پڑھتے اور اپنے خالق کے سامنے سجدہ ریز ہوتے دیکھا تو میرا یقین پختہ ہو گیا' مجھے اسلام کی جانب کشش محسوس ہوئی اور میں اسلامی کتابیں پڑھنے لگا جن کا مطالعہ بالآخر میرے لیے نبیٔ اکرم ﷺ کا دین قبول کرنے کا باعث بنا۔ ①

[محمد مصطفیٰ کولی - باتھرسٹ' گیمبیا]

(Muhammad Mustapha Colley-Bathurst, Gambia)

اسلام کا عالمگیر تصورِ انسانیت

اسلام کا تصور اتنا ہی وسیع ہے جتنی کہ بذات خود انسانیت اور یہ دین اُن کافرانہ عقائد سے پاک ہے جو عیسائیت کی بنیاد ہیں' مثلاً کفارہ' نجات اور نجات دہندگی۔ یہ سمجھنا ہمارے شعور کی توہین ہے کہ عہدِ جاہلیت سے مستعار لیے گئے توہّمات اور قصّے کہانیوں کو اپنی نجات کے ضامن سمجھ لیں۔ میں نے اسلام پر جو کتابیں پڑھی ہیں اب وہ اپنے دوستوں تک پہنچا رہا ہوں تاکہ اُنہیں بھی حق کی وہ روشنی نظر آسکے جس سے اب تک اُن لوگوں کو محروم رکھا گیا۔ ②

[عمر علی آر ٹی ڈوبسن - لندن]

(Omer Ali R.T.Dobson-London)

① اسلامک ریویو' نومبر' دسمبر 1938ء' ج:26' ش:11' 12' ص:401

② اسلامک ریویو' مارچ 1929ء' ج:17' ش:3' ص:81

تثلیث پر میرا کبھی یقین نہیں رہا۔ اسلام بے مثال رواداری سکھاتا ہے

گزشتہ چند سالوں سے میں چرچ آف انگلینڈ سے بتدریج دور ہوتا گیا اور اس کے نظریات کے متعلق میں نے بہت سوچ بچار کی اور آخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ وہ سب فضول ہیں۔ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انسانی تصور کے سوا کسی اور چیز پر یقین نہ کر سکا لہٰذا میں تثلیث پر ایمان نہ رکھ سکا اور میں نے اسلام قبول کر لیا۔

اسلام دوسرے مذاہب کے معاملے میں بے مثال رواداری سکھاتا ہے۔ نہ صرف ان مذاہب کے بانیوں کا احترام کرنے پر اصرار کرتا ہے بلکہ ان مذاہب پر ایمان لانا بھی ضروری قرار دیتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ ایک تنگ نظر کٹر ہندو' یہودی یا عیسائی تو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام نہیں کرتا مگر مسلمان اگر حضرت موسیٰ یا حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا احترام نہ کرے تو اُس کا ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ اسی طرح دوسرے بانیانِ مذاہب کو برا بھلا کہنے سے روکا گیا ہے۔ ①

[سر عمر ہیوبرٹ رینکن - ویلنگٹن]

(Sir Omer Hubert Rankun-Wellington)

اسلام کی وسیع الذہن تعلیمات میرے قبولِ اسلام کا سبب بن گئیں

اسلام کی وسیع الذہن تعلیمات نے مجھے قرآنِ حکیم کے گہرے مطالعہ پر آمادہ کیا اور میں نے اسلام قبول کر لیا۔ ②

[جے عمر لیسٹر- مانچسٹر' برطانیہ]

(J.Omer Lester-Manchester, U.K)

① اسلامک ریویو' جنوری 1929ء' ج:17' ش:1' ص:1' 430

② اسلامک ریویو' جون 1926ء' ج:14' ش:6' ص:85

اسلام کا سادہ حُسن ہمارے لیے باعثِ امن وسکون ہے

ہمارے خیال میں عیسائی چرچ کی تعلیمات بہت زیادہ نظریاتی ہیں۔ آپ خواہ کتنی ہی اچھی زندگی بسر کریں لیکن اگر ان نظریات سے اختلاف کریں تو آپ (عیسائیوں کی نظر میں) ہمیشہ کے لیے مردود و مقہور بن جاتے ہیں۔ اسلام کے سادہ اور سہل حُسن نے ہمیں امن وسکون اور سمجھ بوجھ فراہم کی ہے اور ہم بہت خوش ہیں۔ ①

[مسٹر اینڈ مسز جی پیٹرسن]
(Mr. & Mrs. G.Petterson)

اسلام ہی وہ دین ہے جس کی مجھے ہمیشہ تلاش رہی

اسلام ہی وہ دین ہے جس کی مجھے ہمیشہ طلب رہی۔ یہ سمجھنے میں بہت آسان' انتہائی خوبصورت اور فطری دین ہے۔ میں نے اس کا بار بار مطالعہ کیا۔ میں جانتا ہوں کہ اس کا مطالعہ میرے لیے بہت مفید ثابت ہوا ہے' خصوصاً اس لیے کہ اپنے آبائی مذہب پر یقین رکھنا میرے لیے ناممکن تھا۔ میں اس بات پر کبھی یقین نہ کر سکا کہ کوئی لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے موت سے ہمکنار ہو گیا۔ میرا ہمیشہ یہ ایمان رہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک نبی اور انسانوں میں سے بہتر اور افضل تھے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم اگر یہ بات نہ مانیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے گناہوں کی وجہ سے مصلوب ہوئے تو ہم ہمیشہ کے لیے مردود ٹھہریں؟ میں بے شمار لوگوں کے بارے میں سوچتا ہوں جن کے عقائد مختلف ہیں۔ اللہ جو سب سے اتنی محبت کرتا ہے وہ (نعوذ باللہ) اتنا ظالم کیوں کر ہو سکتا ہے؟ میرا یقین ہے کہ وہ ظالم نہیں۔ میرے خیال میں خوشی کے حصول کے لیے دین ضروری ہے اور وہ شخص جو اپنے مذہب پر یقین رکھے' روزانہ مطالعہ کرے' ہمیشہ نیک کام سوچے اور نیک کام کرنے کی خواہش رکھے' اللہ سے مدد مانگے اور اس بات کو تہ دل سے

① اسلامک ریویو' اکتوبر 1927' ج:15' ش:10' ص:345

تسلیم کرے کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے جو اس کے لیے بہترین خیال کرتا ہے' اپنے سب معاملات اللہ ہی پر چھوڑ دے اور اسلام کے اس سنہری اصول پر عمل کرے یا عمل کرنے کی پوری پوری کوشش کرے تو وہ محفوظ اور مسرور رہ سکتا ہے۔ ①

[آر بی- سٹاک ہولم' سویڈن]

(R.B. Stockholm,Sweden)

اسلام میں مجھے مکمل سکون اور اطمینان مل گیا

میں (آپ کی ارسال کردہ) کتب کا مطالعہ کر کے بہت مسرور ہوا۔ اسلام میں مجھے ہر طرح کا امن وسکون میسر آ گیا۔ عیسائی مذہب سے تو میں کبھی مطمئن نہ ہوا تھا کیونکہ مجھے اس مذہب میں کمی نظر آتی تھی۔ بائبل کی ''پیدائشی گناہ'' (Born in Sin) جیسی عبارات مجھے بالکل نہیں بھاتی تھیں۔ اب اسلام کی آغوش میں آ کر میں نے محسوس کیا کہ یہ سچا مذہب ہے۔ مجھے امید واثق ہے کہ میں اپنی اصلاح کروں گا اور اسلام کا ایک سچا پیروکار بنوں گا۔ ②

[رابرٹ ای واکر- ایڈنبرا' برطانیہ]

(Robert E.Walker-Edinburgh, U.K)

مجھے عیسائیت سے نفرت ہے مگر میں اپنی روزی سے محروم نہیں ہونا چاہتا

آپ نے میرے لیے جو نام منتخب کیا ہے وہ بہت مناسب رہے گا اور میں فوری طور پر یہی نام رکھ رہا ہوں۔

دو دن قبل ایک خاتون میرے پاس آئیں اور انہوں نے مجھے اپنے ویزلیان (Wesleyan)

① اسلامک ریویو' ستمبر 1933ء' ج:21' ش:9' ص:306' 307

② اسلامک ریویو' جنوری 1930' ج:18' ش:1' ص:1

میں واقع گرجے میں آنے کی دعوت دی۔ میں نے انہیں مطلع کیا کہ میں تو مسلمان ہوں۔ اُن کے جواب نے مجھے حیران کر دیا کیونکہ اُنہوں نے کہا: ''عیسائیت پر مجھے بھی یقین نہیں ہے بلکہ میں تو اس سے نفرت کرتی ہوں، مگر مجھے ایک پادری نے مذہبی پمفلٹ تقسیم کرنے اور چرچ کے ارکان کی تعداد بڑھانے پر مامور کر رکھا ہے، لہٰذا میں (عیسائیت سے نفرت کے باوجود) اپنی روزی کا وسیلہ کھونا نہیں چاہتی۔''

اب آپ ہی بتائیں کہ کیا کسی مذہب کے پرچار کے لیے معاوضہ وصول کرنا اور پھر اسے بُرا کہنا جائز اور باعزت کسبِ معاش کہلا سکتا ہے؟[1]

[ای جے صادق بروملے - پورٹس ماؤتھ، برطانیہ]

(E.J.Sadik Bromley-Portsmouth, U.K)

میرے خیالات فطری طور پر اسلام سے مطابقت رکھتے ہیں

میں ایک سال سے بھی زائد عرصہ اپنے اختیار کردہ دین (اسلام) میں بسر کر چکا ہوں۔ اور میں یہ کہنا چاہوں گا کہ جوں جوں اسلام کے بارے میں میرا علم بڑھتا جاتا ہے، میرا ایمان مزید پختہ ہوتا جاتا ہے اور میرے ایمان اور خلوص میں روز بہ روز اضافہ ہو رہا ہے۔ میں نے اپنے قبولِ اسلام کی سالانہ تقریب یوں منائی کہ اُس چرچ کے پادری کو ایک خط لکھا جہاں میں نے عیسائیت کے مختلف رسمی مراحل طے کیے تھے۔ اس خط میں میں نے انہیں یہ بتایا کہ میں اب عیسائیت کے عقائد پر ایمان نہیں رکھتا۔ میں نے واحد ممکن قدم اٹھایا اور ایک ایسا دین (اسلام) قبول کر لیا ہے جو میرے خیالات کے عین مطابق ہے۔[2]

[سلیم آر ڈی گرے فرتھ - لیڈز، برطانیہ]

(Salim R.De Grey Firth-Leeds, U.K)

---

① اسلامک ریویو جون 1933ء، ج:21، ش:6، ص:202

② اسلامک ریویو ستمبر 1933ء، ج:21، ش:9، ص:305

اسلام ضمیر اور عقل کو مطمئن کرتا ہے

اسلام ضمیر اور عقل کو مطمئن کرتا ہے اور انسان کو فرقہ وارانہ اور نسلی تعصبات سے بالاتر بنا دیتا ہے۔ یہ انسان کو اللہ تعالیٰ اور فطرت کے عالمگیر دین فطرت اور انسانیت کی خدمت کا جذبہ دے کر اس کے کردار کی اصلاح کرتا ہے۔ ①

[ٹوگوزوشیما-لندن]

(Togo Tzushima-London)

اسلام پادریوں پر انحصار کی بجائے خود انحصاری کا درس دیتا ہے

اسلام پادریوں پر انحصار کی بجائے خود انحصاری کا درس دیتا ہے اور اس طرح ہمیں اپنے آپ کو دریافت کرنے میں مدد دیتا ہے۔ یہ انسانیت آموز خود انحصاری کا وہ سبق ہے جس کی انسان کو اشد ضرورت ہے تاکہ اس کے مطابق تہذیب اور کاروباری زندگی کو منظم کیا جائے اور انسانیت کے مفاد کی خاطر تمام نسلوں کو ایک بڑی برادری کی صورت میں اکٹھا کر دیا جائے۔ ②

[اے واگہان سپروس- ورسیسٹر]

(A.Vaughan-Spruce, Worcester)

اسلام سادہ اور معقول دین ہے

جیسا کہ ''ریویو'' میں مذکور ہے' اسلام کی جو خوبی مجھے سب سے زیادہ متاثر کرتی ہے وہ اس کی سادگی اور معقولیت ہے کیونکہ یہ دین (عیسائیت کی طرح) مقدسین اور پادریوں کے نظریات اور غلط رسوم میں اُلجھا ہوا نہیں ہے۔

---

① اسلامک ریویو' نومبر 1927ء' ج:15' ش:11' ص:385

② اسلامک ریویو' ستمبر 1928ء' ج:16' ش:9' ص:305

اگر چہ میں کلیسائے انگلستان کا رکن ہوں' میری ابتدائی تعلیم اور تربیت اس کے مطابق نہیں ہوئی بلکہ بیس سال کی عمر میں' میں اس چرچ کا رکن بنا۔ مجھے اپنے چرچ سے بہت تسکین ملی ہے اور اب بھی مل رہی ہے مگر ایمانیات اور عقائد میں مجھے کئی نکات پر اس دین سے اختلاف ہے۔

اپنے طور پر میرا یہ یقین ہے کہ اسلام ہماری جدید تہذیب کے مسائل کا عیسائیت کے مقابلے میں زیادہ اطمینان بخش حل پیش کرتا ہے اس لیے مجھے یقین ہے کہ اس ملک میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جنہیں اسلام سے اگر متعارف کرایا جائے تو وہ اسلام قبول کر لیں گے۔ وہ عیسائیت کی رائج تعلیم اور اعمال سے مطمئن نہیں ہیں۔ ①

[وِن تھراپ، کمبال]

(Winthrop Kimball)

اسلام ایک خوبصورت دین ہے

اسلام ایک خوبصورت دین ہے۔ جو لوگ اس کی ہدایات پر عمل کرتے ہیں وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کے اتنے قریب ہیں جتنا کوئی انسان اس کے قریب ہو کر امن اور سکون حاصل کر سکتا ہے۔ ②

[امینہ ایگنس ڈیوس]

(Ameena Agnes Deeves)

اسلام کو عیسائیت پر زبردست برتری حاصل ہے

میرے مطالعہٴ اسلام کا ایک اور نتیجہ یہ ہے کہ میں پیغمبر اور مُصلحِ اعظم حضرت محمد ﷺ کے جمہوریت نواز دین کی مدّاح بن گئی ہوں جسے قبول کر کے اب مجھے بے حد مسرت اور اطمینان حاصل ہو رہا ہے۔

① اسلامک ریویو' جنوری' فروری 1933ء' ج:21' ش:1' 2' ص:27

② اسلامک ریویو' اکتوبر 1926ء' ج:14' ش:10' ص:357

اگرچہ میں یہ تسلیم کرتی ہوں کہ اصلاح شدہ عیسائیت ایک بہت بڑا مذہب ہے، پھر بھی میں اس بات کو نظر انداز نہیں کر سکتی کہ اسلام نہ صرف عیسائیت کے بہترین اصولوں کی تعلیم دیتا ہے بلکہ یہ اپنے فکری اور روحانی تصورات اور زیادہ صحت مند سماجی نظام کی بنیاد فراہم کرنے والے اصولوں کی بنا پر عیسائیت پر زبردست برتری بھی رکھتا ہے۔ [1]

[مس آمنہ اے بیمفورڈ - کیو روڈ، رچمنڈ، ساؤتھ ویلز، برطانیہ]

(Miss Amina A.Bamford-Kew Road, Richmond, S,W-U.K)

اسلام نے مجھے عبادت کے لائق معبودِ حقیقی سے متعارف کرایا

میں نے اسلام کو ایک ایسا دین پایا جس کی سادگی انسان کو اسے اپنانے پر مجبور کر دیتی ہے۔ ابتدا میں میرا اللہ کے متعلق تصور احترام سے زیادہ خوف پر مبنی تھا۔ اللہ کا قہر اس کی رحمت سے زیادہ لگتا تھا۔ بعد میں میرا ''اللہ'' کے بارے میں تصور بدل گیا اور اعمال بھی، اس لیے کہ ہمارے اعمال ہمارے خالقِ حقیقی کے متعلق گمان کے مطابق ڈھل جاتے ہیں۔

اسلام نے مجھے عبادت کے لائق معبودِ برحق سے روشناس کرایا اور اس کے احکام کی پیروی کا جذبہ میرے دل میں پیدا کر دیا۔ [2]

[آمنہ براؤن]

(Amina Browne)

اسلام ہی سب سے پُرخلوص دین ہے

بدقسمتی سے چرچ آف انگلینڈ بہت تنگ نظر اور انتہا پسند ہے۔ اس کی کوئی نظریاتی بنیاد ہے نہ اس میں سادگی ہے جبکہ اسلام انتہائی پُرخلوص دین ہے جو بے پناہ صداقت اور علم

---

① اسلامک ریویو جنوری 1915ء ج:3، ش:1، ص:17

② اسلامک ریویو مئی 1931ء ج:19، ش:5، ص:145

سے مالا مال ہے۔ ①

[مس ایلین رحیمہ لیسی- ورسیسٹر، برطانیہ]

(Miss Eileen Rahima Lacey-Worcester, U.K)

اسلام نے مجھے دعا اور نماز کا عادی بنایا اور اللہ واحد پر ایمان عطا کیا

عیسائیت کے مختلف نظریات پر یقین سے محروم ہو کر میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اسلام نے مجھے نماز اور دُعا کا عادی بنا دیا ہے اور ایک اللہ پر ایمان عطا کیا ہے۔ اب زندگی کے سفر میں میرا رویہ پہلے کی نسبت کہیں زیادہ خوشگوار ہے۔ میری روح نے مجھے سچے دین کا راستہ دکھایا تو اسلام میرا انتخاب ٹھہرا۔ ②

[حلیمہ ماری میتھیوز]

(Halima Marie Matthews)

اسلام کے پاکیزہ اور سادہ اصول اور پُر خلوص اسلامی بھائی چارہ معجز نما ہیں

ایک دفعہ عید کے دن مسجد میں جانا ہوا تو اسلام کی محبت میرے دل میں سما گئی اور بالآخر میں نے اسلام قبول کر لیا۔ اس کے پاکیزہ اور سادہ اصول اور پُر خلوص اسلامی بھائی چارہ معجز نما ہیں۔ ③

[مس حمیدہ بی بانڈ-لندن]

(Miss Hamida B.Bond-London)

---

① اسلامک ریویو جون 1928ء ج:16، ش:6، ص:185

② اسلامک ریویو جولائی 1930ء ج:18، ش:7، ص:225

③ اسلامک ریویو دسمبر 1927ء ج:15، ش:12، ص:425

میں سچا، سادہ، پُر اخلاص اور فطری دین ''اسلام'' قبول کر کے خوش ہوں

میں سچا، سادہ، پر اخلاص اور فطری دین اسلام قبول کر کے خوش ہوں۔ یہ فلسفیانہ نظریات سے پاک ہے اور طبقہء علماء کی بے جا مداخلت سے بھی محفوظ ہے۔ اس کی وسیع النظری، لچک اور سادہ اصول میرے ذہن کو بہت متاثر کرتے ہیں۔ ①

[جیسی امینہ ڈیوڈسن]
(Jessie Ameena Davidson)

اسلام کے اصول قابلِ عمل اور معقول ہیں

عیسائیت کے تنگ نظریات اور توہم پرستی کے لیے میرے دل میں کوئی جگہ نہیں جبکہ اسلام کے اصول قابلِ عمل اور معقول ہیں۔ ②

[مس جون فاطمہ ڈینسکن - لندن]
(Miss Joan Fatima Dansken-London)

اسلام کے اصولوں پر عمل کر کے دنیا کی بہت سی موجودہ مشکلات سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے

''اسلامک ریویو'' میں کچھ مضامین خاص طور پر باقاعدہ شائع ہونے والے مراسلات پڑھ کر میں نے آج سے کئی ماہ قبل اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا مگر مجھے اپنے آپ پر اعتماد نہ تھا۔ مجھے اس بات کا ثبوت درکار تھا کہ میں ایک درست قدم اٹھا رہی ہوں۔ میں اسلامی لٹریچر کا

① اسلامک ریویو جون 1926ء ج:14 ش:6 ص:197
② اسلامک ریویو اکتوبر 1929ء ج:17 ش:10 ص:345

زیادہ تو مطالعہ نہیں کر سکی مگر قرآنِ حکیم سے تھوڑا بہت جو کچھ میں نے پڑھا ہے اس نے مجھے اس بات کا قائل کر دیا ہے کہ اسلام ہی واحد سچا دین ہے جو مساوات پر مبنی ہے۔ میں یہ کہنے کی اجازت چاہوں گی کہ آج کے دور کی بہت سی مشکلات سے نجات اسلام کے اصولوں ہی پر چل کر حاصل کی جا سکتی ہے جس کے معنی ہی سلامتی کے ہیں۔

مس مائی فینی ڈیویز کے قبول اسلام کا اقرار نامہ: ''میں مس مائی فینی ڈیویز' ساکن ہیمپٹن (Hampton) سٹریٹ' ایس ای 17' اس بات کا خلوص دل اور سنجیدگی سے اعلان کرتی ہوں کہ میں نے اپنی مرضی سے صرف اللہ عزوجل کی عبادت کا عقیدہ اپنا لیا ہے۔ میرا ایمان ہے کہ حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور یہ کہ میں تمام انبیاء جیسے حضرت ابراہیمؑ' حضرت موسیٰ' حضرت عیسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا برابر احترام کرتی ہوں اور یہ بھی کہ میں اللہ عزوجل کی توفیق سے ایک مسلمان کی زندگی گزاروں گی۔

[لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ]

''اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمد (ﷺ) اس کے رسول ہیں۔''①

[مس مائی فینی ڈیویز' انگلینڈ]

(Miss Myfanwy Davies-U.K)

اسلام مرد وزن' دونوں کو نجات دیتا ہے

جب میں نے پال (Paul) اور ابتدائی دور کے دوسرے عیسائی پیشواؤں کے خواتین کے بارے میں اقوال' مثلاً: ''عورت شیطان کی آلۂ کار ہے'' وغیرہ پڑھے تو میں نے دین اسلام کا مطالعہ شروع کر دیا۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ اس دین میں مذہبی رہنماؤں کی مداخلت کے بغیر مرد وزن کے لیے نجات کا یکساں وعدہ ہے۔

آپ کا ''ریویو'' عیسائیت کے متعلق معلوماتی کتب Sources of Christianity

① اسلامک ریویو' جون 1939ء' ج:27' ش:6' ص:201

(مسیحیت کے سرچشمے) اور Ideal Prophet (مثالی رسول ﷺ) حقیقتاً بہت دلچسپ ہیں اور اگر ان کتابوں کو تعلیم یافتہ عیسائی طبقوں میں پھیلایا جائے تو یہ یقیناً انہیں ان کے نام نہاد ''چرچ فادرز'' کی اُن اختراعات اور تحریفات سے متنفر کر دیں گی جو وہ دین میں وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں۔ ①

[مس جے' سی' اے پیریرا]
(Miss J.C.A. Perera)

اسلام روح اور جسم دونوں کا احاطہ کرتا ہے

اسلام کا سب سے ممتاز وصف اتحاد ہے۔ یونیٹیرین کلیساؤں (Unitarian Churches) میں بھی اگرچہ مکمل اتحاد کی خواہش تو پائی جاتی ہے مگر ان کی رسوم اور خطبات بالکل مختلف ہوتے ہیں اور چرچ کے ارکان اگرچہ دلی طور پر ایک ہی اصول کو مانتے ہیں مگر ان کے مابین وسیع اختلافات پائے جاتے ہیں۔ کسی بھی چرچ کو عوام کے اعمال کے بارے میں صرف اخلاقی حق حاصل ہوتا ہے اور چونکہ ضابطۂ اخلاق ایک ہی ہے، لہٰذا چرچ بھی ایک ہی ہونا چاہیے۔ مگر ضابطۂ اخلاق کے بجائے ان کے قوانین تنگ نظریات اور مبہم عقائد پر مبنی ہیں۔ ان کے نظریات کتنے ہی خوبصورت کیوں نہ ہوں وہ عملاً اختراعی اور مصنوعی بن جاتے ہیں۔

اسلام زندگی کے ہر معاملے اور ہر مرحلے کو مدنظر رکھتا ہے۔ یہ طہارت کے ضوابط کی وجہ سے روح اور جسم دونوں کا احاطہ کرتا ہے۔ اس کی سادگی ذہن کو آرام دیتی ہے اور امن وسکون بہم پہنچاتی ہے۔ اس میں عیسائیت جیسی رسوم' موسیقی' مذہبی تصویروں اور ڈراموں کے ذریعے سے خاص دین سے توجہ منحرف نہیں کی جاتی۔ اسلام کے دروازے ہر وقت ہر فرد کے لیے کھلے رہتے ہیں۔ یہ صرف اتوار کو نہیں کھلتے کہ اگلے اتوار تک انسان سب کچھ بھول چکا ہو۔ ②

[شمسہ امینہ۔ برطانیہ کی ایک انگریز مسلم خاتون]
(Shamsa Ameena)

---

① اسلامک ریویو' جون 1927ء' ج:15' ش:6' ص:224

② اسلامک ریویو' اپریل 1917ء' ج:5' ش:4' ص:155,154

اسلام میں ہمارا الٰہ، رحمٰن اور رحیم ہے

اہلِ اسلام کو کسی کی سفارش کی ضرورت نہیں پڑتی کیونکہ ہمارا الٰہ خود رحمٰن و رحیم ہے۔ اسلامی نظریے کے مطابق انسان پیدائشی گناہ گار نہیں ہوتے بلکہ وہ پاکیزہ اور برف جیسی صاف وسفید روح لے کر دنیا میں آتے ہیں اور جنت میں داخلے کے مواقع تمام مسلمانوں کے لیے یکساں ہیں جبکہ عیسائیت میں یہ کہا جاتا ہے کہ جب تک آپ کا بپتسمہ نہیں ہوتا، آپ جنت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ ①

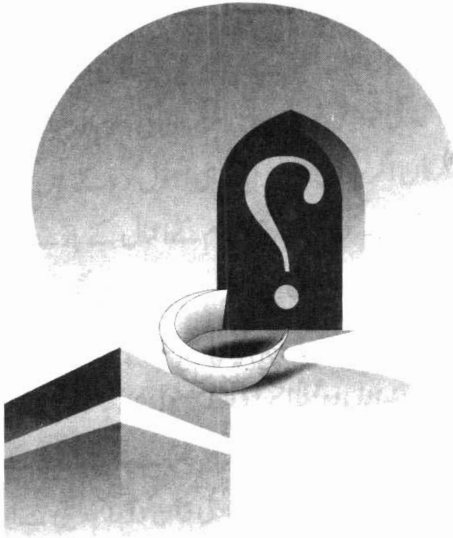
[ٹریسا گورڈن]

(Teresa Gordon)



① اسلامک ریویو، جنوری 1927ء، ج:17، ش:1، ص:1

باب: دوم



اسلام کے بارے میں اسلام قبول کرنے والوں کے مختصر خیالات

اسلام کے بارے میں اسلام قبول کرنے والوں کے مختصر خیالات

اسلام روزمرہ کی زندگی میں انسانوں کی رہنمائی کرتا ہے

میں یہ کہنا چاہوں گا کہ جہاں اسلام انسان کی روزمرہ زندگی کے لیے رہنمائی کرتا ہے وہاں آج کی نام نہاد عیسائیت نظریاتی طور پر بالواسطہ اور عملی اعتبار سے اجتماعاً اپنے پیروکاروں کو یہ سکھاتی ہے کہ اتوار کے دن اللہ کی عبادت کریں اور ہفتے کے باقی دن انسانوں پر ظلم توڑتے رہیں۔ [1]

[سر عبداللہ آرچیبالڈ۔ ہیملٹن، سسیکس، برطانیہ]

(Sir Abdullah Archibald-Hamilton, Sussex, U.K)

مجھے اسلام ہی مطلوب تھا

میں یہ دیکھ کر اسلام کی طرف متوجہ ہوا کہ یہی وہ سچا دین ہے جو امن وسکون مہیا کر سکتا ہے۔ اسلام سے متعارف ہونے سے قبل میں نے ہر مذہب کی کتابیں پڑھیں اور پھر اسلام کا مطالعہ شروع کیا، تو جتنا پڑھتا چلا گیا اتنا زیادہ یہ احساس دل میں راسخ ہوتا گیا کہ جو کچھ میں تلاش کر رہا تھا وہ کسی اور جگہ نہیں بلکہ یقینی طور پر مجھے یہیں مل گیا ہے۔

یہ فیصلہ کرنے کے بعد کہ اسلام ہی میرا مطلوب ہے، میں نے یہ محسوس کیا کہ مجھے کوئی ایسا آدمی مل جائے جس سے میں مشورہ کر سکوں اور رہنمائی لے سکوں۔ اب یہ میری ذمہ داری ہے

[1] اسلامک ریویو، فروری 1924ء، ج:12، ش:2، ص:77

کہ میں اسلام کا سچا اور اچھا پیروکار بننے کے لیے پوری پوری کوشش کروں۔ ①

[عبدالرحمٰن سٹینلے اینیان' برطانیہ]
(Abdur-Rahman Stanley Anyan, U.K)

مستقبل کا دین اسلام کے علاوہ اور کوئی نہ ہوگا

اسلام کے حُسن کا پہلا تاثر مجھے القُدس میں حاصل ہوا۔ اس سے پہلے اسلام کے بارے میں میرا علم ایسا ہی تھا جیسا کہ آج کل یورپ بھر کے سکولوں میں پڑھایا جا رہا ہے کہ (نعوذ باللہ) حضرت محمد ﷺ نے محض عیسائیت اور یہودیت کے اصول لے کر ایک دین کی بنیاد رکھی جو وحشت اور تشدد پر مبنی ہے اور جس کا مقصد بے چارے عیسائیوں' بالخصوص آرمینیا کے عیسائیوں کو ختم کرنا ہے۔ ② دراصل عیسائیت اللہ تعالیٰ سے دور ہوتی جا رہی ہے کیونکہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنا لیا ہے۔

مجھے یہ امید بھی ہے اور یقین بھی کہ اسلام کا مستقبل بہت تابناک ہے' بالخصوص شمالی یورپ میں جہاں لوگ آج بے چینی سے کسی ایسے دین کے لیے تڑپ رہے ہیں جو انہیں عیسائیت سے زیادہ سُکھ اور سکون دے سکے کیونکہ (عیسائیت) ہر لحاظ سے ناکام ہو چکی ہے' لہٰذا مستقبل کا مذہب اسلام کے علاوہ کوئی اور ہرگز نہ ہوگا۔ ③

[علی احمد نود ہولمبو' ڈنمارک]
(Ali Ahmad Knud Holmboe)

---

① اسلامک ریویو' اپریل 1936ء' ج:24' ش:4' ص:140,139

② علی احمد نود ہولمبو کی یہ تحریر "اسلامک ریویو" (اکتوبر 1931ء) میں شائع ہوئی تھی۔ اس سے پہلے مغرب میں جھوٹا پروپیگنڈہ ہوتا رہا تھا کہ سلطنت عثمانیہ یعنی ترکی میں مسیحی آرمینی اقلیت کا صفایا کیا جا رہا ہے' چنانچہ ایک سازش کے تحت ترکی کو جنگ عظیم اول (1914-18ء) میں شریک کر کے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے اور آرمینیا کا علاقہ رُوس کے سپرد کر دیا گیا جو سوویت یونین کی شکست و ریخت (1991ء) کے بعد ایک آزاد مسیحی ملک بن چکا ہے۔ (م-ف)

③ اسلامک ریویو' اکتوبر 1931ء' ج:19' ش:10' ص:349,348,345

اسلام ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا

مجھے دلی طور پر یہ یقین ہے کہ اسلام کا مستقبل بہت روشن ہے جبکہ عیسائیت ناکام ہو چکی ہے۔ میرا یہ ایمان ہے کہ انسانیت صرف اس دین (اسلام) کی تعلیمات پر عمل کر کے ہی خوشی حاصل کر سکتی ہے جس کی تبلیغ حضرت محمد ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کی۔ عیسائیت پیچیدہ نظریات سے بھرپور ہے جن کی حقیقت و ماہیت میری سمجھ میں نہیں آتی۔ اسلام تو خود زندگی ہے مگر عیسائیت ختم ہو جائے گی کیونکہ یہ بے بنیاد تصورات پر مبنی ہے۔ اسلام ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔ مسلمان کے نزدیک ترقی صرف انسان کے خارجی وجود کا معاملہ نہیں ہے نہ یہ تہذیب و سائنس میں اور نہ فنی ترقی میں مضمر ہے بلکہ مادی دنیا کی غلامی سے رُوح کی آزادی ہی ترقی کہلا سکتی ہے۔ ①

[علی احمد نود ہولمبو- ڈنمارک]

(Ali Ahmad Knud Holmboe- Denmark)

اسلام میں مجھے استحکام کے عناصر نظر آئے

بہر صورت میرے خیال میں اسلام ہی وہ دین ہے جس میں میں نے وہ عناصر دیکھے ہیں جو استحکام پیدا کر سکتے ہیں۔ اس کی سادگی، رسوم سے بے نیازی، سائنس، فلسفہ اور حکومت کی سیاسی شکلوں کو برداشت کرنے، سماجی امتیازات اور نسلی تعصّبات سے پاک ہونے اور چند منتخب یا امیر اور با اثر افراد تک محدود پُر اسرار باتوں سے مبرا ہونے کی وجہ سے مستقبل کے لیے اس کے امکانات دیگر تمام رائج الوقت مذاہب سے زیادہ ہیں۔ یہ سب باتیں مل کر اسے میری دانست میں میرے سیاسی، سماجی اور مذہبی نظریات کے لیے بہترین اظہار کا ذریعہ بناتی ہیں۔ ②

[ڈیوڈ عمر نکلسن]

(David Omer Nicholson)

---

① اسلامک ریویو۔ جولائی 1933ء ج:21، ش:7، ص:226

② اسلامک ریویو، اپریل 1935ء ج:23، ش:4، ص:108,107

اعتدال اور تقویٰ اسلام کی کلیدی خصوصیات ہیں

اسلام کی سادگی، مساجد کا بے حد متاثر کن ماحول، اس کے مخلص پیروکاروں کا ذوق وشوق اور دنیا بھر میں پانچ وقت اذان کی آواز پر لبیک کہنے والے لاکھوں لوگوں کا اعتماد افزا عمل وغیرہ ایسے عناصر ہیں جو شروع ہی سے مجھے متاثر کرتے رہے ہیں۔

دوسرے مذاہب کے بارے میں اسلام کی وسیع النظر رواداری اسے آزادی کے متوالوں کا منظورِ نظر بناتی ہے۔ نبیٔ اکرم حضرت محمد ﷺ نے اپنے پیروکاروں کو حکم دے رکھا ہے کہ عہد نامہ قدیم وجدید اور حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام پر ایمان رکھنے والوں سے اچھا سلوک کیا جائے اور سب انبیاء علیہم السلام کو ایک ہی اللہ عزوجل کے نبی سمجھا جائے۔ یقیناً یہ دوسرے مذاہب کے مقابلے میں ایک زیادہ فراخدلانہ اور ترقی پسندانہ رویہ ہے۔ مجھے اعتدال اور تقویٰ جو اسلام کی کلیدی خصوصیات ہیں، بے حد پسند آئے۔ ①

[کرنل ڈونلڈ ایس راک ویل، یو ایس اے]

(Col. Donald S.Rockwell, U.S.A)

اسلام ہی نسلِ انسانی کے ہر فرد کی ضرورت پوری کرتا ہے

ہر چیز کی طرح عیسائیت کو بھی فنا ہو کر اللہ کے سچے دین اسلام کے لیے جگہ چھوڑنی ہے۔ اسلام حق، خلوص اور رواداری کا دین ہے جو انسان کے مفادات کو مدّ نظر رکھتا ہے اور اُسے راہِ حق دکھاتا ہے۔ صرف اسلام ہی نسلِ انسانی کے ہر فرد کی ضرورت پوری کرتا ہے اور دنیا میں مسلمان واحد قوم ہیں جن کے درمیان ''سچی کتاب اخوت'' پائی جاتی ہے نہ کہ عیسائیت کی طرح محض ''زبردستی کا عقیدہ'' (Make-belief) ②

[سر جلال الدین لاڈر برنٹن - انگلینڈ]

(Sir Jalaluddin Lauder Brunton- U.K)

---

① اسلامک ریویو اپریل 1935ء ج:23، ش:4، ص 122,121

② اسلامک ریویو جولائی 1938ء ج:26، ش:7، ص:250

اسلام ہی موجودہ دور کے مسائل کا حل پیش کرتا ہے

اہل مغرب کے ذہن کو زیادہ تر اسلام کی سادگی متاثر کرتی ہے۔ یہ درست ہے کہ ایک دو مذاہب اور بھی ایسے ہیں جن تک رسائی آسان ہے مگر ان میں نبی اکرم ﷺ کے دین جیسی قوت اور اخلاقی و روحانی عظمت مفقود ہے۔

اسلام کی رواداری بھی متاثر کن ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ عیسائیت کے عدم برداشت کے رویے ہی نے پہلے پہل مجھے اسلام کی طرف متوجہ کیا۔ عیسائی چرچ آج کے مسائل سے نمٹنے کی اہلیت سے عاری ہے۔ ان مسائل کا حل صرف اسلام ہی پیش کرتا ہے۔ ①

[جان فشر- نیوکیسل، برطانیہ]

(John Fisher- New Castle, U.K)

اسلام کی سادگی اور اس کے پیروکاروں کے خلوص نے مجھے ہمیشہ متاثر کیا

اسلام قبول کرنے کے بعد میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میں زندگی کے ایک اہم موڑ پر آ پہنچا ہوں اور اپنے قبولِ اسلام کی وجہ آپ پر واضح کرنے کے لیے میں نے اپنا ذاتی تجزیہ کیا ہے جو درج ذیل ہے:

اسلام کی سادگی اور اس کے پیروکاروں کی لگن نے مجھے ہمیشہ متاثر کیا۔ مجھے عیسائیت کے سوا تمام مذاہب کو کفر اور ان کے پیروکاروں کو کافر سمجھنا سکھایا گیا تھا۔ اسلام نے مجھے اپنے پانچ ارکان میں سے ایک رکن کے ذریعے سے مادیت کے بندھنوں کو توڑنا سکھا دیا اور یہ رکن نماز ہے۔ اسلام کی یہ عبادت مجھے مسلسل رب تعالیٰ، اس کی مخلوق اور

① اسلامک ریویو، مارچ 1934ء، ج:22، ش:3، ص:62,61

میرے نفس کے متعلق ان فرائض کی یاد دلاتی رہتی ہے جو میرے ذمے ہیں۔①

[خالد ڈی لارنجر ریمراف]

(Khalid D'Larnger Remraf)

میں اسلام کو موجودہ تمام مذاہب پر ترجیح دیتا ہوں جو سب تصوراتی ہیں

اسلام ترقی کا علم بردار ہے اور اس سے ہمیشہ یہ سبق ملتا ہے کہ دنیا اسی طرح ارتقاء کے مراحل طے کرتے ہوئے پہلے سے کہیں زیادہ پاکیزہ اور علم کی روشنی سے منور ہو جائے گی جبکہ عیسائیت نے ہمیشہ اجتہادی ذہن کو دبانے کی کوشش کی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی معلومات اتنی کم ہیں کہ ہم انہیں نمونۂ ہدایت قرار نہیں دے سکتے مگر حضرت محمد ﷺ کی زندگی کے ایک ایک دن کے بارے میں معلومات ہمیں میسر ہیں۔ اسلام ہمیں وقار، ایثار اور نیک کاموں کی تعلیم دیتا ہے۔ یہی وہ اعمال ہیں جو ہمیں جنت کے قریب تر لے جاتے ہیں۔ عقائد کے ساتھ ساتھ جب تک اعمال نہ ہوں اس وقت تک عقائد کی کوئی اہمیت نہیں۔②

[ڈاکٹر شیخ خالد شیلڈریک-لندن]

(Dr. Shaikh Khalid Sheldrake- London)

اسلام واحد دین ہے جو جدید تہذیب کے لیے ہمیشہ قابل قبول رہے گا

اسلام وہ واحد دین ہے جو جدید تہذیب کے لیے، خاص طور پر میرے اور موجودہ نسل کے لوگوں کے لیے، ہمیشہ قابلِ قبول رہے گا۔

مجھے اب مکمل یقین ہے کہ بالآخر مجھے وہ سچ مل گیا ہے جس کا میں متلاشی تھا۔ اب میرا ایک دین ہے جسے میں صحیح معنوں میں سمجھ سکتا ہوں اور اس پر عمل کر سکتا ہوں۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ

① اسلامک ریویو، مارچ، اپریل 1930ء، ج:18، ش:4,3، ص:133,132,129

② اسلامک ریویو، ستمبر 1914ء، ج:2، ش:8، ص:377

میں نئی قوت اور ولولے کے ساتھ زندگی کی مشکلات کا سامنا کر سکتا ہوں۔ میرا یہ عزم ہے کہ بعض اُن لوگوں تک بھی اسلام کی روشنی پہنچا دوں جو میری طرح اپنے عیسائی عقائد سے مطمئن نہیں ہیں اور انہیں بھی وہ ذہنی سکون میسر آ جائے جو ہمارے عظیم اور ذی شان دین اسلام کا خاصہ ہے۔ ①

[ٹی ایچ میک بارکلی]
(T.H.McC Barklie)

مجھے اسلام میں حقیقی سکون اور ہدایت کی روشنی مل گئی

تقریباً دس سال کے طویل عرصہ تک میں شک اور مایوسی کے ویرانوں میں بھٹکتا رہا اور اب میں خوش ہوں کہ بالآخر مجھے اسلام کی صورت میں حقیقی سکون میسر آ گیا اور ہدایت کی روشنی مل گئی۔ میں اس اسلامی برادری کا رُکن بن کر بہت خوش ہوں جس کی آفاقیت کو کبھی چیلنج نہیں کیا جا سکا اور جو اپنے اخوت اور مساوات کے نظریات پر گزشتہ چودہ سو سال سے عمل پیرا ہے جبکہ دوسرے مذاہب کے پیروکار محض زبانی جمع خرچ ہی کو ہدایت کے لیے کافی سمجھتے ہیں اور اپنے نظریات پر عمل کو آسانی سے نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اسلام ایک سادہ دین ہے۔ یہ دین صرف اللہ اور اُس کے رسول حضرت محمد ﷺ پر ایمان کا نام ہے جن کی تعلیمات تمام اخلاقی، مادی اور روحانی ضروریات کا احاطہ کرتی ہیں۔ یہ دوسرے تمام مذاہب کے بانیوں کی تعلیمات سے برتر دین ہے۔ ②

[عمر پراؤٹ]
(Omar Proutt)

اسلام ہی ہمیشہ میرا دین رہا

قرآنِ حکیم کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد مجھے یہ علم ہوا کہ اسلام ہی ہمیشہ سے میرا دین تھا۔

① اسلامک ریویو اگست 1933ء ج:21، ش:8، ص:248,245

② اسلامک ریویو جنوری 1934ء ج:22، ش:1، ص:10

اب مجھے یہ احساس ہوا ہے کہ میرا کام مسلمان بھائیوں میں اللہ کی حمد وثنا اور اُس کے احکام کی تبلیغ کرنا ہے جس نے انسان کو نجات کا راستہ دکھایا۔

مجھے یہ محسوس کر کے بہت دکھ ہوتا ہے کہ میں نے اس سے پہلے اسلام قبول کیوں نہ کیا۔ میں اپنی بات اس وعدے پر ختم کرتا ہوں کہ آج سے میں نے اپنی زندگی مذاہبِ عالم میں سے بہتر دین اسلام کی خدمت کے لیے وقف کر دی ہے۔ [1]

[جے ایل سی ایچ فان بیٹم]
(J.L.Ch. Van Beetem)

دین اسلام کی سادگی اور صداقت نے مجھے ہمیشہ متاثر کیا

دینِ اسلام کی سادگی وطہارت' اس میں عیسائیت کے سے پیچ در پیچ نظریات اور پاپائی تقدّس کے نہ ہونے اور اس کی واضح صداقت نے مجھے خاص طور پر بہت متاثر کیا۔ مسلمانوں کی دیانت اور خلوص بھی وہ عظیم خوبیاں ہیں جن کی ہم پلہ کوئی خوبی عیسائیت میں نہیں پائی جاتی۔

اسلام کا ایک اور امتیازی وصف مساوات اور برابری ہے۔ تمام انسانوں کے درمیان مساوات صرف اسلام ہی قائم کرتا ہے اور کسی اور مذہب میں اس طرح کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اسلام کا عقیدہ اتحاد پیدا کرتا ہے۔

دین اسلام تمام ادیان سے صاف ستھرا دین بھی ہے کیونکہ مسلمانوں کو دن میں پانچ مرتبہ جسم کے کھلے حصے دھونے پڑتے ہیں۔ ایسا عمل دنیا کے کسی اور مذہب میں موجود نہیں۔ [2]

(اے ڈبلیو ایل فان کوئلن برگ - المعروف ایم اے رحمان)
(A.W.L. Van Kuylenburg-Known as M.A. Rahman)

---

① اسلامک ریویو' ستمبر 1931' ج:19' ش:9' ص:304

② اسلامک ریویو' فروری 1941ء' ج:29' ش:12' ص:50

اسلام کی صورت میں وہ سچا دین مل گیا جس کی مجھے مدت سے تلاش تھی

میں نے اپنا اچھا خاصا وقت قرآن کریم کے ایک انگریزی ترجمے کے مطالعے پر صرف کیا اور جب نبیٔ کریم ﷺ کے بعض فرمودات بار بار پڑھے تو میں یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا کہ اسلام کی صورت میں مجھے بالآخر وہ سچا دین مل گیا ہے جس کی مجھے ایک عرصے سے تلاش تھی۔

یہاں میں یہ کہنا چاہوں گا کہ مجھے یقین ہے کہ اگر میرے ملک اور دوسرے مغربی ممالک کے لوگوں کو اسلام کی تعلیمات اور اس کے مقاصد سے آگاہ کر دیا جائے تو اسلام کی صفوں میں آئے دن تیزی سے اضافہ ہوگا۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ بہت سے ''آزاد خیال'' مفکرین کے ذہن میں شکوک وشبہات پائے جاتے ہیں اور کچھ قدامت پرست محض اس وجہ سے اپنے پرانے عقائد سے چمٹے ہوئے ہیں کہ ان میں اپنے مذہب کے اصولوں سے اختلاف رکھنے کے باوجود اس کو چھوڑ کر اسلام قبول کرنے کی اخلاقی جرأت نہیں ہے۔ ①

[واکر ایچ ولیمز]

(Walker H.Williams)

میں نے اسلام اس لیے قبول کیا کہ یہ میرے اپنے خیالات کے عین مطابق ہے

آج مسیحی اور یہودی جن عقائد کا پرچار کر رہے ہیں' ان کے بجائے اسلام قبول کر لیا جائے تو گویا انسان دین فطرت میں داخل ہو جاتا ہے جو کہ اولین ادوار کے سچے عیسائیوں یا یہودیوں کا دین تھا۔

اسلام میں رواداری اور عالمگیر انسانی بھائی چارے کا تصور موجود ہے' لہٰذا میں یہ کہہ سکتی

---

① اسلامک ریویو' نومبر 1933ء' ج:21' ش:11' ص:367،366

ہوں کہ میں نے اسلام اس لیے قبول کیا کہ یہ دین اللہ اور اس کے خوبصورت نظام کائنات کے بارے میں میرے اپنے خیالات کے عین مطابق ہے۔ یہ واحد دین ہے جسے میں صحیح معنوں میں سمجھ سکتی ہوں یہاں تک کہ اس کی سادگی اور حُسن کو ایک بچہ بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ ①

[آمنہ لی فلیمنگ]

(Amina Le Fleming)

اسلام ہی وہ دین ہے جس کی مجھے تلاش تھی

اسلام ہی وہ دین ہے جسے میں سکول کے زمانے سے تلاش کرتی رہی۔ میرا ذہن عیسائیت کی تعلیمات سے مطمئن نہ تھا حتیٰ کہ میں عمر میں اتنی بڑی ہوگئی کہ آزادانہ سوچ سے کام لے کر عیسائیت سے نجات حاصل کرسکوں۔ پھر میں سچے دین اسلام سے متعارف ہوئی۔ مجھے اسلام سے دلچسپی ہوگئی جس کی بنیاد ہی سادگی پر ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین۔ دین اسلام نے مجھے وہ سکون اور خوشی عطا کی ہے جس سے میں پہلے ناآشنا تھی۔ ②

[مس جون فاطمہ]

(Miss Joan Fatima)

اگر برطانیہ اور یورپ اسلام قبول کرلیں تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے عالمی طاقتیں بن جائیں

عیسائیت کی کوئی بھی توضیح تسلی بخش نہیں۔ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ آدم اور حوا علیہما السلام سے سرزد ہونے والے گناہ اور ان کے زمین پر اترنے کے باعث تمام بنی آدم گناہ گار پیدا ہوتے ہیں اور اپنی کوشش سے جنت کے کبھی حق دار نہیں بن سکتے۔ مسلمانوں کا عقیدہ یہ نہیں کہ لوگوں کو آدم اور

① اسلامک ریویو اکتوبر 1935ء ج:23 ش:10 ص:362

② اسلامک ریویو جنوری 1930ء ج:18 ش:1 ص:18

حوا علیہا السلام کے گناہ کی سزا ملتی ہے۔ مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام انسان معصوم (گناہ سے پاک) پیدا ہوتے ہیں اور صرف اُسی وقت جنت سے دور ہوتے ہیں جب وہ بڑے ہو کر جان بوجھ کر گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اگر برطانیہ اور یورپ کے لوگ اسلام قبول کر لیں تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے عالمی طاقتیں بن جائیں کیونکہ برطانوی اور یورپی نومسلم بہترین مسلمان ثابت ہوتے ہیں۔ ①

[خدیجہ ایف آر فیزوئی، انگلینڈ]

(Khadija F.R. Fezoui, U.K)



① اسلام دی فرسٹ اینڈ فائنل ریلیجن، ص: 146، 147

باب: سوم



قرآن حکیم کے بارے میں اسلام قبول کرنے والوں کے خیالات

قرآنِ حکیم کے بارے میں اسلام قبول کرنے والوں کے خیالات

قرآنِ حکیم میں روح کی افزائش کا مکمل سامان موجود ہے

میں عہد جوانی ہی سے اسلامی تہذیب اور اس کے مختلف مظاہر' شاعری اور فنِ تعمیر وغیرہ سے بہت متاثر رہا ہوں اور دل میں یہ کہتا رہا ہوں کہ وہ قوم جس نے دنیا کو ثقافت کے ہر شعبے میں اتنے حسین اور اہم شاہکاروں سے مالا مال کیا اُس نے فلسفے اور مذہب میں بھی یقیناً بہت بلند مقام حاصل کیا ہوگا۔

اسلام کے لیے اپنے دلی جذبات کی بنا پر میں نے دورِ قدیم و جدید کے تمام مذاہب کا مطالعہ اور موازنہ کیا' انہیں تنقیدی نظر سے قریب سے دیکھا اور آہستہ آہستہ مجھے یہ یقین ہو گیا کہ اسلامی عبادات ہی حقیقی دین ہیں اور قرآن حکیم میں وہ سب کچھ موجود ہے جو انسان کو اپنی روحانی بالیدگی کے لیے چاہیے۔ [1]

[کاؤنٹ ایڈورڈو گیوجا-اٹلی]

(Count Eduardo Gioja-Italy)

عیسائیوں کی بائبل کو تو شاید امریکہ میں بھی کوئی نہیں جانتا مگر قرآن حکیم وہ کتاب ہے جسے ہر مسلمان پڑھتا ہے

عیسائیوں کی بائبل عیسائیت کی نصابی کتاب ہے۔ میں نے اس کا بارہا مطالعہ کیا ہے۔ میں یہ

① اسلامک ریویو' ستمبر 1935ء' ج:23' ش:9' ص:332,331,329

سمجھتا ہوں کہ شاید ہی کوئی آدمی ایسا موجود ہو جو بائبل میں بیان کیے گئے قتل و غارت' زنا بالجبر اور دوسرے فحش اور گھناؤنے واقعات پر لرزہ براندام نہ ہوا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ بائبل پڑھنے کے بعد انسان ''عیسائیوں کے خدا'' کی ماہیت کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

عیسائیوں کی بائبل تو شاید ایسی کتاب ہے جسے امریکہ میں بھی کوئی نہیں جانتا مگر قرآن حکیم وہ کتاب ہے جسے ہر مسلمان پڑھتا ہے۔ دراصل بائبل سے لوگوں کا نابلد ہونا بھی عالمِ عیسائیت کے لیے فائدہ مند ہے کیونکہ مجھے عیسائیت سے بائبل ہی نے متنفر کیا۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ اسلام عقلِ انسانی کو مطمئن کرتا ہے۔ اس میں نہ تو بدھ مذہب جیسی مایوسی ہے اور نہ یہ شنطوازم اور کنفیوشزم کی طرح الوہیّت سے خالی ہے اور نہ یہ ''پیسے سے بنا ہوا دین'' ہے۔ ①

[ہیری ای ہائنکل]

(Harry E.Heinkell)

قرآنِ حکیم کی اعلیٰ ہدایات اور عبارات دیکھ کر میں حیران رہ گیا

میں نے ایک مسلمان کا کیا ہوا قرآن حکیم کا ترجمہ پڑھا تو اس کی اعلیٰ ہدایات اور ایقان پرور عبارات دیکھ کر حیران رہ گیا جو کہ روزمرہ زندگی میں انسان کو اتنی دانش مندانہ اور قابلِ عمل نصیحتیں فراہم کرتی ہیں۔ میں سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ حضرت محمد ﷺ کے بارے میں غلط تعلیم کیوں دی گئی اور اس سے پہلے اتنے باکمال دین کے بارے میں سچی باتیں مجھے کیوں نہیں بتائی گئیں۔

اسلام پر اگر خلوصِ دل سے عمل کیا جائے تو انسان کے ذہن اور جسم کو سکون ملتا ہے اور اس سے ایک مکمل انسانی معاشرہ ترتیب پاتا ہے۔ ②

[حسن وی میتھیوز]

(Hasan V.Mathews)

① اسلامک ریویو' اگست 1932ء' ج:20' ش:8' ص:258

② اسلامک ریویو' مارچ 1941ء' ج:29' ش:3' ص:82

قرآنِ کریم صداقتوں سے لبریز ہے اور اس کی تعلیمات قابلِ عمل اور انتہا پسندانہ نظریات اور پُر اسرار باتوں سے مبرّا ہیں

رومن کیتھولک فرقے سے تعلق کے باعث مجھے اس فرقے کے بارے میں خاصے وسیع مطالعے کا موقع ملا۔ میں نے اپنے آپ کو یہ یقین دلانے کی پوری پوری کوشش کی کہ رومن کیتھولک مذہب ہی واحد سچا مذہب ہے مگر افسوس کہ اس کی پُر اسرار باتوں' انتہا پسندانہ نظریات اور بعض ناقابلِ یقین عقائد پر ایمان لانے کے اصرار نے میری برداشت کا پیمانہ لبریز کر دیا۔ میں نے خود حق کی تلاش شروع کر دی اور خاموشی سے کئی سال اسی کام میں مصروف رہا۔

ہندومت اور بدھ مت میں مجھے ایسے خلا نظر آئے کہ میرے لیے اسلام کا مطالعہ ناگزیر ہو گیا۔ ایک زمانے میں' میں اسلام سے متنفر تھا۔ کوئی مسلمان میرا دوست نہ تھا کیونکہ اسلام سے مجھے اتنی نفرت تھی کہ اس کے پیروکاروں کے ساتھ میل جول بھی میں پسند نہیں کرتا تھا۔ یہ بات میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھی کہ اسلام پر کتابیں میری کایا پلٹ کر مجھے ایک نیا انسان بنا دیں گی۔ رفتہ رفتہ میں اسلام کی تعلیمات میں اتنا منہمک ہو گیا کہ مجھے اس کا مزید تفصیلی مطالعہ کرنے میں زیادہ وقت نہ لگا۔ مجھے اسلام کے سیدھے اور پر اسراریّت سے مبرّا راستے سے محبت ہو گئی۔ یہ صاف ستھرا اور سادہ دین ہے مگر اس کے مطالعہ میں اتنی گہرائی ہے کہ جلد ہی میں یہ محسوس کرنے لگا کہ نظر نہ آنے والا انقلاب قریب آ گیا ہے اور اب ان ہونی ہو کر رہے گی۔ میں نے قرآن حکیم کی کچھ عبارات پڑھیں تو میں حیران رہ گیا کیونکہ میرا خیال تھا کہ بائبل کے پائے کی کوئی اور کتاب نہیں ہو سکتی' تاہم قرآن کے مطالعے سے مجھے معلوم ہوا کہ میں شدید غلطی میں مبتلا تھا۔ دراصل قرآنِ حکیم سچائیوں سے بھرپور ہے' اس کی تعلیمات قابلِ عمل ہیں اور یہ انتہا پسندانہ اور پُر اسرار باتوں سے پاک ہے' چنانچہ رفتہ رفتہ میں امن ومحبت کے دین کی طرف

مائل ہوتا چلا گیا' جو کہ یقیناً اسلام ہے۔ ①

[مومن عبدالرزاق-سلّیہ' سیلون (موجودہ سری لنکا)]

(Mumin Abdur-Razzaque-Selliah, Ceylon)

مجھے قرآنِ کریم میں اپنے تمام مسائل کا حل' تمام ضرورتوں کی تکمیل اور تمام شبہات کا ازالہ مل گیا

قرآنِ کریم کے مطالعے سے قبل اسلام کے بارے میں میری رائے اچھی نہ تھی۔ میں نے تجسّس کی بنا پر اس مقدس کتاب کا مطالعہ شروع کیا۔ بے دلی کے ساتھ اسے یہ سمجھ کر کھولا کہ اس میں مجھے سنگین غلطیاں' کلماتِ کفر' توہّمات اور تضادات نظر آئیں گے۔ میں متعصب تھا مگر ابھی نوجوان تھا اور میرا دل بھی پوری طرح سخت نہیں ہوا تھا۔ میں نے دل سے نہ چاہتے ہوئے بھی ایک سورت کا مطالعہ شروع کیا۔ پھر دل میں شوق پیدا ہوا اور آخر کار سچ کے لیے زبردست پیاس جاگ اٹھی۔ پھر میری زندگی کا وہ اہم ترین لمحہ آیا جس میں اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت سے نواز دیا اور مجھے توہم پرستی سے حق کی طرف' اندھیرے سے روشنی کی طرف اور عیسائیت سے اسلام کی طرف آنے کی توفیق عطا فرما دی۔ قرآن کریم کے مقدس صفحات میں مجھے اپنے تمام مسائل کا حل' تمام ضروریات کی تکمیل اور تمام شبہات کا ازالہ مل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے زبردست قوت کے ساتھ مجھے اپنے نورِ ہدایت کی طرف کھینچا اور میں نے بخوشی اُس کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ اب مجھے ہر بات واضح اور بامقصد لگنے لگی۔ مِیں اپنے آپ کو' کائنات اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو سمجھنے لگا۔ ②

[سیف الدین ڈرک والٹر-موسگ' یو ایس اے]

(Saifuddin Dirk Walter-Mosig, U.S.A)

① اسلامک ریویو' اگست 1934ء' ج:22' ش:8' ص:261

② اسلام دی فرسٹ اینڈ فائنل ریلیجن' ص:133-134

ایک اللہ کا حکم مانو اور متحد ہو جاؤ

اُن آوازوں کو غور سے سنو جو آپ کو بُلا رہی ہیں۔ اگر غور سے سنو تو ایک آواز آپ سے یہ کہتی ہوئی سنائی دے گی: ''ایک اللہ کا حکم مانو اور متحد ہو جاؤ۔ تم ایک کتاب پر عمل کرتے ہو جس میں کوئی کجی نہیں، متحد ہو جاؤ کہ تم زمین کے چاروں اطراف سے ایک قبلہ کی طرف منہ کر کے عبادت کرتے ہو۔ تمہارا ایک قبلہ تمہیں مسلسل یہ یاد دلاتا ہے کہ تم ایک قوم ہو۔''①

[ایم ولیم بی بشیر پکارڈ]

(M.William B.Bashyr Pickard)

قرآنِ حکیم میں کبھی بائبل کی طرح ردو بدل ہوا نہ اسے مسخ کیا گیا' اس میں وضعی متن شامل کیا گیا نہ یہ خود ساختہ ہے

بائبل کی موجودہ شکل سے مجھے ہمیشہ دلی نفرت رہی۔ اس سے مجھے سکون مل سکا نہ تسکین اور نہ کسی قسم کی کوئی مدد مل سکی۔ جب میں بڑی ہوئی تو اس میں مجھے بہت سے تضادات' غیر معمولی قسم کی کہانیاں اور ایسے ناممکن واقعات نظر آئے کہ انسان کو اس سے مدد اور تسکین کی بجائے بیزاری اور افسوس کی کیفیت محسوس ہونے لگتی ہے۔ انجیل درجنوں مصنفین کی مشترکہ کاوش ہے۔ اس کے برعکس اسلام کی مقدس کتاب قرآن حکیم صرف ایک ہی فرد حضرت محمد ﷺ کی وساطت سے ہم تک پہنچی ہے۔ اس میں کبھی کوئی ردّ و بدل یا انحراف نہیں ہوا نہ اس کے کسی کاتب نے اپنے الفاظ میں اس کا مفہوم لکھ کر متن میں شامل کیا اور موجودہ بائبل کی طرح یہ خود ساختہ بھی نہیں بلکہ حرف بہ حرف اصل نسخے کی صورت میں برقرار ہے۔ قرآنِ حکیم سے میں متاثر ہوئی۔ اسی طرح اسلام کے نظریے نے مجھے ایک شعور بخشا۔ یہ وہ چند اسباب ہیں جن کی وجہ سے میں نے اسلام قبول کیا۔ یہ ایک ایسا دین ہے جو سکون دیتا ہے' روح کو بالیدگی بخشتا ہے

① اسلامک ریویو' اگست 1932ء ج:20' ش:8' ص:246

اور سہارا دیتا ہے۔ بائبل سے میری بیزاری کی وجہ یہ ہے کہ جب سے اسے پڑھنا شروع کیا' پہلے لفظ سے لے کر آخری لفظ تک اس سے مجھے حوصلہ افزائی نصیب ہوئی نہ دل میں کوئی ولولہ پیدا ہوا اور نہ روح کو بالیدگی ملی۔ ①

[امینہ اینی سپیجٹ' انگلینڈ]

(Ameena Annie Spieget- U.K)

میرے خیال میں قرآنِ حکیم کی بائبل پر فوقیت اس کی ہمہ گیر آفاقیت کی وجہ سے ہے

بائبل پر قرآنِ حکیم کی فوقیت میرے خیال میں اس کی ہمہ گیر آفاقیت کی وجہ سے ہے جس کے مقابلے میں یہودی صحائف (تورات' زبور وغیرہ) کی تنگ نظر اور سخت گیر قوم پرستی نے آج تک یہودیوں کو ان کی قبائلی ذہنیت سے باہر نہیں آنے دیا۔ چونکہ قرآن کی ہمہ گیر آفاقیت نے ایک برتر ضابطۂ اخلاق دیا ہے لہٰذا دوسرے مذاہب اور ان کی تشکیل کردہ تہذیبوں پر اسلام حاوی ہو گیا ہے۔ ②

[مریم جمیلہ بیگم' مقیم اسلام نگر' لاہور۔ سابقہ مارگریٹ مارکس (نیویارک)]

(Maryam Jameelah Begum, formerly Margaret Marcus-New York)

قرآنِ حکیم لامتناہی دولت کا مخزن ہے

مجھے نسلی اور طبقاتی امتیازات سے پاک اس عالمگیر اسلامی اخوت' توحید الٰہی' تمام انبیاء علیہم السلام

---

① اسلامک ریویو' جون 1919ء' ج:7' ش:6' ص:206

② یہ اقتباس محترمہ مریم جمیلہ کی تصنیف "Islam; The First and Final Religion. P.137" (اسلام پہلا اور آخری دین' ص: 137) سے لیا گیا ہے۔ محترمہ جمیلہ نیویارک کے ایک یہودی گھرانے میں پیدا ہوئیں' انہوں نے سید ابوالاعلیٰ مودودی سے خط کتابت کے ذریعے سے اسلام قبول کیا' پھر لاہور منتقل ہو گئیں اور جناب یوسف خاں سے ان کی شادی ہوئی۔ (م-ف)

کے ادب و احترام اور اسلام کے اصل معنی (سلامتی) کا علم ہوا تو یہ باتیں مجھے بھانے لگیں اور میرے دل میں اس دین کو مزید جاننے کی خواہش پیدا ہوئی جو انتہائی آسان اور وسیع الظرف ہے۔

میرے خیال میں قرآنِ حکیم لامتناہی دولت کا مخزن ہے جو انسان کی روزمرہ زندگی کے بارے میں ایسی اچھی ہدایات فراہم کرتا ہے کہ گمراہ ہونے کا ذرا سا بھی خدشہ باقی نہیں رہتا۔ اب میں پہلے سے بہت زیادہ خوش ہوں اگرچہ عقیدے کی تبدیلی کے باعث مجھے کئی آزمائشوں سے گزرنا پڑا۔ ①

[مس رحیمہ گرفتھس]

(Miss Rahima Griffiths)

میں جتنا قرآن پڑھتی گئی اتنا ہی مجھے یقین ہوتا گیا کہ صرف اسلام ہی سچا دین ہے

میں نے عیسائیت کا مطالعہ کیا مگر تمام رسم و رواج اور توہمات سے قطع نظر یہ مجھے مطمئن نہ کر سکی کیونکہ اس کے بنیادی اصول میرے لیے قابلِ قبول نہ تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا ماننا' انسان کا گناہ گار پیدا ہونا اور کفارۂ مسیح کے ذریعے سے بریت جیسے نظریات میرے لیے قابلِ قبول نہ تھے' لہٰذا قدرتی طور پر میں نے اسلام کی طرف رجوع کیا۔ اسلام کے لیے ایک انوکھی سی تڑپ میرے دل میں پہلے ہی سے موجود تھی کیونکہ بچپن ہی سے میری پرورش اسلام کے ماحول میں ہوئی تھی' لہٰذا قبولِ اسلام میرے لیے اپنے گھر کو لوٹنے جیسا تجربہ تھا۔ جتنا زیادہ میں قرآنِ حکیم اور مسلمان مصنفین کی اسلام پر کتابیں پڑھتی گئی' میرے یقین میں اضافہ ہوتا گیا اور بالآخر میرا یہ ایمان ٹھہرا کہ صرف اسلام ہی واحد سچا دین ہے۔ یہ دین اُن قوموں کے لیے ہے جو غور و فکر سے کام لیتی ہیں اور زندگی کے حقائق اور سائنس کی دریافتوں سے

① اسلامک ریویو' دسمبر 1933ء' ج:21' ش:12' ص:406

بے خبر نہیں رہنا چاہتیں۔ ①

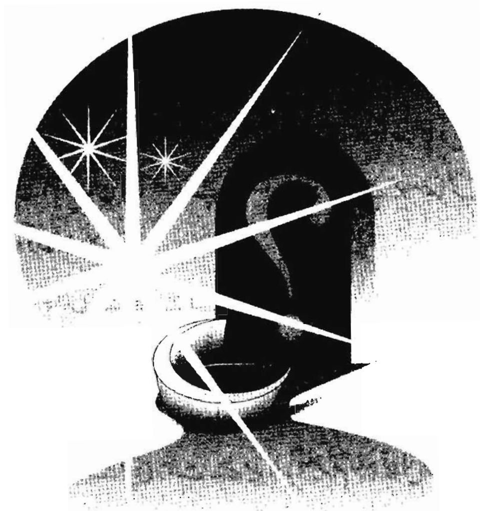
[مسز سی سعیدہ نیمیئر]

(Mrs. C.Sa'eeda Namier)



① اسلامک ریویو جنوری 1935ء ج:23، ش:1، ص:2

باب: چہارم



نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نومسلموں کے خیالات

نبی اکرم ﷺ کے بارے میں نومسلموں کے خیالات

حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات میں مجھے اپنے تمام مسائل کا حل مل گیا

میرے لیے مسرت اور خوش نصیبی کا دوسرا نام اسلام ہے جو واحد سچا دین ہے۔ یہ وہ واحد دین ہے جسے ہر ذی فہم انسان اپنا سکتا ہے اور یہی وہ دین ہے جو مصائب میں مبتلا دنیا کو درخشاں اور روشن راہ دکھاتا ہے۔

میری خوشی کا اندازہ اس سے لگائیے کہ جب میں نے اسلام کا مطالعہ کیا تو اس کی ہر بات مجھے اپنے خیالات کے عین مطابق محسوس ہوئی اور حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات میں مجھے میرے تمام مسائل کا حل مل گیا۔ قرآنِ حکیم کی ایک ایک سورت نے مجھے حق سے آشنا کیا اور میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اُس نے اپنی رحمت سے میرا سرِ تسلیم خم کرنا قبول فرمالیا۔ [1]

[سلیم آر ڈی گرے-فرتھ، انگلینڈ]

(Salim R. De Grey-Firth, U.K)

بالآخر میں نے حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا نبی مان لیا

بالآخر میں نے حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا نبی مان لیا۔ اوّلاً: اس لیے کہ مجھے ان سے رہنمائی کی ضرورت تھی۔ ثانیاً: یہ کہ میرے خیالات اگرچہ آزادانہ تھے مگر وہ خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات سے مطابقت رکھتے تھے۔ ان دووجوہ کے علاوہ تیسری وجہ یہ تھی کہ قرآن مجید کا کلامِ الٰہی

---

[1] اسلامک ریویو، ستمبر 1933ء، ج:21، ش:9، ص:285

ہونا اور نبیِ اکرم ﷺ کی تعلیمات مجھ پر پوری طرح منکشف ہو گئیں۔ ①

[ڈاکٹر تھامس ارونگ]
(Dr. Thomas Irving)

عظیم رسولِ عربی ﷺ نے مصائب اور مشکلات کا مقابلہ غیر متزلزل استقامت اور اللہ پر توکل کے ساتھ کیا

عظیم رسولِ عربی ﷺ نے اپنے ساتھیوں کی محبت اور عقیدت کے جلو میں وصال فرمایا۔ آپ نے کفّار کی جانب سے دی گئیں تکالیف اور مصائب کا مقابلہ غیر متزلزل استقامت اور اللہ پر بھروسے کے ساتھ کیا۔ فتح مکہ کے تاریخی موقع پر آپ نے شکست خوردہ دشمنوں سے رحم و کرم کا سلوک کیا اور اپنی قوت اور خوشحالی کے عروج پر بھی سادگی، کفایت شعاری اور بڑے چھوٹے سب سے برابر رحم دلی کا مظاہرہ کیا۔ ②

[ولیم بی بشیر پکارڈ]
(William B.Bashyr Pickard)

اسلام نے رسالت کا جو تصور دیا ہے، رسالت اس سے کم و بیش نہیں

مجھے عیسائیت چھوڑ کر اسلام قبول کرنے پر آمادہ کرنے والی سب سے بڑی بات تصورِ رسالت ہے۔ اسلام کا تصورِ رسالت، جو میرے خیال میں اصل عبرانی روایت کے عین مطابق ہے، دوسروں سے بہت مختلف ہے۔ اسلام کے مطابق نبی کو اللہ تعالیٰ سے براہِ راست کردار و اخلاق کی خوبیاں عطا ہوتی ہیں۔ ان کے باعث وہ نیکیوں کا چلتا پھرتا نمونہ بن جاتا ہے جس کی صحبت ہی بڑے بڑے گناہ گاروں کو نیک بنا دیتی ہے۔ یہ تصور ہی لغو اور فضول ہے کہ تمام

① اسلام، دی فرسٹ اینڈ فائنل ریلیجن، ص:127

② اسلامک ریویو، دسمبر 1939ء، ج:27، ش:12، ص:476

نیکیوں اور پاکیزگی کا سرچشمہ (اللہ تعالیٰ) ایک ایسے شخص سے ہم کلام ہو جو دنیا کے ایک اوسط انسان سے بھی گھٹیا کردار کا مالک ہو' جیسا کہ عہد نامۂ قدیم (تورات) میں انبیاء کے پاکیزہ کردار کو مسخ کیا گیا ہے، یا ایسا شخص پوری قوم کو اعلیٰ اخلاق اور روحانی بلندیوں تک لے جاسکتا ہو۔قرآن مجھے یہ یقین دلاتا ہے کہ عہد نامۂ قدیم میں وہ قصے جو انبیاء علیہم السلام کو منفی انداز میں پیش کرتے ہیں وہ سب کے سب من گھڑت اور بے بنیاد ہیں۔ ①

[مادام خالدہ بُخانن ہیملٹن-صدر مسلم سوسائٹی برطانیہ عظمیٰ]

(Madame Khalida Buchanan- Hamilton
President of the Muslim Society in the Great Britain)



① اسلامک ریویو' جنوری: 1937ء' ج:25' ش:1' ص:68-70

باب: پنجم



اسلام کی آغوش میں

اسلام نے مجھے کیوں متاثر کیا؟

راقم السطور نومسلم ہے۔ مغربی ذہن کو سب سے زیادہ اسلام کی سادگی ہی متاثر کرتی ہے۔ ایک دو اور ایسے مذاہب بھی ہیں جن کے عقائد بہت سادہ اور سہل ہیں مگر ان میں رسول اللہ ﷺ کے دین جیسی حیات آفرینی، اخلاقی اور روحانی رفعت مفقود ہے۔

اسلام کی سادگی و پاکیزگی جذباتی یا نامعقول لوگوں کو متاثر کرتی ہے نہ ان لوگوں کو جو مذہب میں اداکاری پسند کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے دوسرے مذاہب میں کشش کا سامان موجود ہے۔ ایسے لوگوں کو تسکین ایسی جگہوں اور ایسے نظاموں میں ملتی ہے جہاں رنگوں کی چکاچوند آنکھ کو، کلاسیکی موسیقی کان کو اور حد سے زیادہ سجی قربان گاہیں اور جذباتی ڈرامے دل کو تفریح مہیا کرتے ہیں کیونکہ ایسے مذاہب میں انسانی ذہن کے تقاضوں کا ذرا بھی خیال نہیں رکھا جاتا۔ ایک بڑی بات یہ ہے کہ ان مذاہب میں انسان کو مذہبی معاملات میں اپنی سوچ سے کام لینے کی اجازت قطعاً نہیں دی جاتی بلکہ ذہن کو ایک برتن سمجھا جاتا ہے جس میں چرچ کا مقررہ پادری جو کچھ ڈالنا پسند کرے وہی اس کے لیے کافی سمجھا جائے۔

نبی اکرم ﷺ کا اپنے پیروکاروں کو یہ حکم ان مذاہب کے احکام سے کتنا مختلف ہے: ''علم حاصل کرو خواہ تمھیں اس کی خاطر چین بھی جانا پڑے۔''[1]

نبی اکرم ﷺ اس بات سے آگاہ تھے کہ گناہ سے انسان کی عقل اور اس کی ذہانت پر کتنا برا اثر پڑتا ہے۔

---

[1] یہ حدیث نہیں بلکہ کسی بزرگ کا قول ہے۔ جہاں تک حصول علم کی فضیلت کا تعلق ہے، اس سلسلے میں یہ حدیث بیان کرنا کافی ہے: [طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ] ''علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔'' (سنن ابن ماجه، المقدمة، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، حديث: 224)

اسلام کی رواداری بھی دلوں کو متاثر کرتی ہے۔ مسلمانوں کو یہ حکم ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام کا برابر احترام کریں۔ عجیب بات یہ ہے کہ عیسائیت کے تعصب ہی نے مجھے اسلام کی طرف متوجہ کیا۔ بچپن میں' میں نے ایک عیسائی تبلیغی مشن کی تقریب میں ان مبلغین کی تقریریں سنیں جو ان کے الفاظ میں ''خون کے پیاسے'' مسلمانوں میں کچھ عرصہ رہ چکے تھے۔ چند سال بعد جب خوش قسمتی سے مجھے ایک مسلمان مبلغ کی تقریر سننے کا اتفاق ہوا تو میں ان کا صبر وتحمل دیکھ کر حیران ہوگیا کیونکہ وہ ایک ایسے مجمع کا سامنا کر رہے تھے جو اپنا عیسائیت کا ایک اجتماع چھوڑ کر بزعم خویش ''بے دین'' کا مذاق اڑانے اور اسے تنگ کرنے آیا تھا۔ ان صاحب کے الفاظ سے میں بہت متاثر ہوا اور میرے کٹر عیسائی نظریات پاش پاش ہوگئے۔

متعدد مواقع پر میں نے کسی عیسائی پادری سے کوئی سوال پوچھا تو یہ جواب ملا: ''میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا مگر عقیدے کے معاملے میں آپ کو ایسی باتوں پر یقین کرنا پڑے گا۔''

اسلام اس سے کتنا مختلف ہے کہ اس میں کوئی چیز سوال و جواب سے بالاتر یا جواب کے لیے ناموزوں نہیں۔ جرمن شاعر گوئٹے (Goethe) نے قرآن کا مطالعہ کرنے کے بعد ٹھیک ہی کہا تھا: ''اگر یہ اسلام ہے تو ہم میں سے ہر صاحبِ فکر انسان مسلمان ہے۔''

عیسائیت کے مختلف چرچ آج کے مسائل سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتے۔ صرف اسلام ہی ان مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔ ظاہراً تو یہ محض دعویٰ لگتا ہے مگر ذرا سا غور کیا جائے تو اس کی صداقت ثابت ہوجاتی ہے۔

مغربی دنیا کے ذہن میں اسلام کے خلاف ایک طویل عرصے سے تعصب چلا آرہا ہے۔ کبھی کبھی غیر متوقع ذرائع سے روشنی کی کوئی کرن آجاتی ہے' مثلاً جب جنرل سمٹس (Smuts) [1] نے کچھ عرصہ قبل یہ تسلیم کیا کہ جہاں متحدہ عیسائی چرچ ایک آدمی کو اپنے مذہب پر لاتا ہے وہاں افریقہ میں دس آدمی اسلام قبول کرتے ہیں۔ [2]

[اے ایچ عبدالرحمٰن]
(A.H.A. Rahman)

---

① جنوبی افریقہ کے گورے وزیر اعظم

② اسلامک ریویو' جنوری 1940ء' ج:28' ش:1' ص:3.2

میری تبدیلیٔ مذہب کی وجوہات

[جناب عبدالرحمٰن سٹینلے اینین (Stanley Anyan) کا اقرار نامہ برائے قبولِ اسلام کا متن درج ذیل ہے:]

اقرار نامہ

''میں' سٹینلے اینین ساکن بروم فیلڈ' ایڈل' لیڈز (Bromfield, Adel,Leeds) ایمان داری اور خلوص کے ساتھ اپنی آزادانہ مرضی سے یہ اقرار اور اعلان کرتا ہوں کہ میں صرف اور صرف ایک اللہ کی عبادت کرتا ہوں اور حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا بندہ اور رسول مانتا ہوں اور میں تمام انبیاء' حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام وغیرہم کا برابر احترام کرتا ہوں اور اللہ کی مدد سے میں اسلامی طرزِ حیات پر زندگی گزاروں گا۔[لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ] ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔''

[دستخط اے آر سٹینلے اینین]

میرا ایمان ہے کہ آخر کار مجھے سچا دین مل گیا ہے جو سکون اور اطمینان فراہم کرتا ہے' یعنی میں اسلام کی آغوش میں آ گیا ہوں۔

بچپن میں میری تربیت چرچ آف انگلینڈ کے تحت ہوئی تھی اور پھر دس برس کی عمر میں مجھے ایک میتھوڈسٹ سکول بھیج دیا گیا۔ وہاں سے فراغت کے بعد میں واپس چرچ آف انگلینڈ میں آ گیا جہاں مجھے اس کی باقاعدہ رکنیت مل گئی۔ تاہم کچھ عرصہ معاملات پر غور کرنے کے بعد مجھے یہ احساس ہوا کہ اس مذہب میں کوئی کمی ہے جس کی وجہ سے مجھے وہ اطمینان اور ذہنی سکون حاصل نہیں ہو رہا جس کی مجھے آرزو تھی۔ پس میں نے یہ بہتر سمجھا کہ اس مذہب کو چھوڑ کر اپنا مطلوب کہیں اور تلاش کروں۔

پھر میں نے مختلف طرز عبادت اپنانے کی کوشش کی جن میں ''کرسچن سائنس'' اور روحانیت

وغیرہ شامل تھیں، مگر مجھے وہ چیز نہ مل سکی جس کی مجھے تلاش تھی۔

پھر میں نے پبلک لائبریری کے شعبہ مذہبیّات میں اس امید پر مطالعہ شروع کیا کہ شاید مجھے میرا مقصود کسی دوسرے مذہب میں مل جائے جو میرے قصبے میں رائج نہیں ہے۔ تقریباً ہر مذہب کی کتابیں پڑھنے کے بعد بالآخر میں اسلام تک پہنچا اور جوں جوں میں پڑھتا گیا مجھے یہ یقین ہوتا گیا کہ مجھے ایسی چیز مل گئی ہے جو میری تلاش کے حساب سے سب سے زیادہ اطمینان بخش ہے۔

جب میں نے یہ طے کرلیا کہ اسلام ہی وہ دین ہے جو مجھے درکار ہے تو یہ احساس ہوا کہ مجھے مدد اور رہنمائی کے لیے کسی شخصیت سے رابطہ کرنا چاہیے۔ لیکن اس وقت چونکہ میں انگلینڈ میں اسلامی مشن کی موجودگی سے آگاہ نہ تھا' لہٰذا میں پریشان ہوگیا کہ اب کیا کروں۔ پھر ایک عجیب واقعہ پیش آیا کہ کتابوں کی ایک دکان کے پاس سے گزرتے ہوئے بیرونی الماری میں میری نظر ایک اخبار پر پڑی جو میں نے کچھ عرصہ سے نہیں پڑھا تھا۔ میں نے یونہی وہ اخبار خرید لیا۔ جب میں گھر جا کر اسے سرسری نظر سے دیکھ رہا تھا تو خط کتابت اور جوابات کے کالموں میں لفظ Mohammadanism (محمڈنزم)[1] دیکھ کر میں حیران رہ گیا اور آگے پڑھا تو مجھے احساس ہوا کہ کسی اور شخص نے سوال و جواب میں وہی بات لکھی ہے جو مجھے مطلوب تھی۔ اس جواب میں ووکنگ (Woking) کے مقام پر واقع مسجد کا پتا دیا ہوا تھا۔ تعجب خیز بات یہ ہے کہ میری مطلوبہ معلومات مجھے وہاں سے مل گئیں جہاں سے مجھے وہم وگمان بھی نہ تھا۔ مجھے یوں معلوم ہوا کہ کسی نادیدہ قوت نے میری اس تک رہنمائی کی ہے۔ میں نے وہ اشتہار دینے والے صاحب کو خط لکھا اور پھر مسجد کی انتظامیہ کے نام ایک خط بھیجا تو اس کے جواب میں مجھے کارآمد لٹریچر اور رہنمائی مل گئی جس کے لیے میں ان لوگوں کا بہت ممنون ہوں۔ اب یہ میرا کام ہے کہ ایک اچھا

---

[1] یہ مذہب اسلام کے لیے اہلِ یورپ کی گھڑی ہوئی اصطلاح ہے۔ اسی طرح وہ ''مسلمان'' کے لیے Mohammadan (محمڈن) کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔

اور سچا مسلمان بن کر دکھاؤں۔ [1]

[اے آر سٹینلے اینین' برطانیہ]
(A.R.Stanley Anyan,U.K)

میں مسلمان کیوں ہوا؟

دین اسلام کی پاکیزگی اور سادگی' اس کے انتہا پسندانہ نظریات اور مصنوعی پاپائی عقائد سے مبرا ہونے اور اس کی نمایاں سچائی نے مجھے خاص طور پر متاثر کیا۔ مسلمانوں کی دیانت داری اور خلوص کا بھی عیسائیت میں کوئی جواب نہیں۔ عام عیسائی اتوار کے دن مذہب کا لبادہ پہنتے ہیں' وہ بھی ایک معزز عادت کے طور پر۔ اتوار گزر جائے تو ہفتہ بھر کے لیے مذہب کو سرد خانے میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس مسلمانوں کے ہاں دنوں کا کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔ مسلمان ہمیشہ اس سوچ میں رہتا ہے کہ اللہ کی رضا کے لیے وہ کیا کچھ کرسکتا ہے؟ اسلام کا ایک اور حسین پہلو مساوات ہے۔ جس طرح اسلام نے انسانوں کو مساوی درجہ دیا ہے' کوئی دوسرا مذہب ایسی مثال پیش نہیں کرسکتا۔ دین اسلام وحدت پیدا کرتا ہے۔ میں نے خود اہل ایمان کو نماز پڑھتے اور عبادت کرتے دیکھا ہے۔ وہ صرف ایک امام کی اقتدا کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ رکوع و سجود کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے میں نے اسلام قبول کیا۔ ایک اور خوش آیند بات یہ ہے کہ اسلامی احکام میں مقام اور مرتبہ کو کوئی دخل نہیں ہے۔ بادشاہ بھی فقیر کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز ادا کرتا ہے۔ علاوہ ازیں دین اسلام سب سے صاف ستھرا دین ہے کیونکہ مسلمانوں کو دن میں پانچ دفعہ وضو کر کے پاک صاف ہونا پڑتا ہے جس کی دنیا کے کسی اور مذہب میں مثال نہیں ملتی۔ [2]

[اے ڈبلیو ایل فان کوئکن برگ' المعروف ایم اے رحمٰن]
(A.W.L.Van Kuylenburg, Known as M.A.Rahman)

---

① اسلامک ریویو' اپریل 1936ء' ج:24' ش:4' ص:140,139

② اسلامک ریویو' فروری 1941ء' ج:29' ش:2' ص:50

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

میں ایک ایسے راجپوت گھرانے میں پیدا ہوا جو ہندومت کے دیوی دیوتاؤں پر پختہ ایمان رکھتا تھا۔ بچپن ہی سے مجھے مجبوراً مندروں میں جا کر ان دیوی دیوتاؤں کی پرستش کرنا پڑی' تاہم میرے ضمیر نے مجھے یہ احساس شدت سے دلانا شروع کیا کہ یہ دیوی یا دیوتا وہ اصل خدا نہیں جو کچھ دے یا لے سکے۔ مگر مجھ میں اپنے والدین کے خلاف بغاوت کی ہمت نہ تھی جو کہ ان دیوی دیوتاؤں پر کامل ایمان رکھتے تھے۔

میری امی جو بعض دیویوں کے زیر اثر تھیں اور اب بھی ہیں' اپنے گھر کے مندر کے سامنے دن رات بیٹھ کر عبادت کرتیں کیونکہ دیویوں سے انہیں جنون کی حد تک عقیدت تھی۔ بچپن ہی سے میں مبیّنہ طور پر دیویوں کے زیر اثر عورتوں کا ناچنا پسند نہیں کرتا تھا۔

ایک مسلمان کنبہ ہمارا قریبی ہمسایہ تھا۔ ہمارے درمیان تعلق پیدا ہو گیا اور میں ان کے گھر جانے لگا اور کبھی کبھی نماز کے وقت ان کے ہاں جا پہنچتا۔ ان کی نماز کے طریقے اور انداز سے میں متاثر ہوا۔ یہ انداز میں نے کسی اور مذہب میں نہیں دیکھا تھا۔

آہستہ آہستہ میری مسلمانوں سے دوستی ہونے لگی اور میں ان کے پاس رہنے لگا۔ مختصر یہ کہ گیارھویں کلاس میں پہنچا تو میرے اردگرد کے تمام دوست مسلمان تھے۔ مسلمان ہونے کا جذبہ میرے دل میں روز بہ روز پروان چڑھتا گیا۔

کالج سے چھٹی کے بعد میں نے کوئی جزوقتی ملازمت تلاش کرنے کا فیصلہ کیا اور مجھے سٹینوگرافر (مختصر نویس) کی ملازمت مل گئی۔ رفتہ رفتہ میں نے اپنے افسر سے اپنے خیالات کا اظہار کرنا شروع کیا تو انہوں نے مجھے یہ یقین دلایا کہ ہندومت ہی دنیا کا سب سے قدیم اور سچا مذہب ہے اور کوئی دوسرا مذہب اس سے بہتر نہیں۔ اس طرح وہ 3 سال تک یعنی مارچ 1984ء تک مجھے قائل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ میرے والدین نے ایک حسین راجپوت لڑکی سے میری منگنی بھی کر دی۔ ادھر کالج میں ہر طرح کی برائیوں نے مجھے اپنی گرفت میں لے لیا۔

❀ مشکلات: سینٹ ونسنٹ (St.Vincent) کالج میں میری شہرت دن بہ دن خراب ہونے لگی اور مجھے یقین ہو گیا کہ تیسرے اور آخری سال میں مجھے داخلہ نہیں دیا جائے گا اور بالآخر ایسے ہی ہوا۔ سال دوم کے بعد پرنسپل نے مجھے داخلہ دینے سے انکار کر دیا اور مجھ سے کہا کہ کسی اور کالج میں چلے جاؤ جو کہ میرے لیے ناممکن تھا کیونکہ کوئی بھی کالج آخری برسوں میں کسی طالب علم کو داخلہ نہیں دیتا تھا۔

میں نے ہندو دیوی دیوتاؤں سے دعائیں کرنا شروع کیں مگر وقت گزرتا گیا اور میرا کام نہ ہوا۔ تین ماہ اسی طرح گزر گئے اور پرنسپل صاحب مجھے داخلہ دینے سے برابر انکار کرتے رہے۔

میری تمام امیدیں ختم ہو گئیں تو امید کی ایک نئی کرن نمودار ہوئی۔ یہ امید تھی اللہ سے جسے میں پہلے پہچانتا نہ تھا اور جو مجسم یا پیکرِ محسوس ہونے سے ماورا ہے۔ میں نے اللہ سے دعا کی کہ اگر مجھے اس کالج میں داخلہ مل جائے تو میں شادی کے بعد مسلمان ہو جاؤں گا۔ حیرت انگیز بات تو یہ تھی کہ جو کام تین ماہ میں نہ ہو سکا وہ دو دن میں ہو گیا اور میرا اللہ پر ایمان اور پختہ ہو گیا۔

پھر مجھے اسلام کے لیے شادی تک انتظار نہ کرنا پڑا۔ میں نے اپنی ہندو منگیتر سے کہا کہ کیا وہ قبول اسلام کے بعد بھی مجھ سے شادی کرنے کو تیار ہوگی۔ اس نے طرح طرح کے جذباتی الفاظ میں مجھے یقین دلایا کہ شادی کے بعد وہ بھی اسلام قبول کر لے گی۔ یہاں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ میں نے والدین سے مشورہ نہیں کیا۔

بالآخر 2 نومبر 1985ء کو میں کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور مہاراشٹر ہیرالڈ (Maharashtra Herald) نامی جریدے میں اپنے قبول اسلام کا اعلان شائع کرا دیا۔ پھر تو میرے لیے مصائب شروع ہو گئے۔ پہلے میرے والدین نے گھر میں میری زندگی عذاب بنا دی اور میری منگنی ٹوٹ گئی۔ میری منگیتر کے الفاظ نقش بر آب ثابت ہوئے اور اس کی مجھ سے دلچسپی ختم ہو گئی۔

اس دوران میں میرے والد نے فاطمہ نگر میں ایک فلیٹ بک کرا لیا تھا اور یکم جنوری 1985ء سے میرا خاندان وہاں منتقل ہو گیا اور مجھے اس نازک عمر میں دنیا کے حوادث و آلام کا سامنا

کرنے کے لیے تنہا چھوڑ دیا۔ معاشرے اور غیر مسلموں نے میری بہت مخالفت کی۔ مگر جب کسی آدمی کے دل میں ایمان جگہ پالے تو وہ اس دنیاوی مکروفریب کی بجائے صرف اللہ ہی سے ڈرتا ہے۔

✿ **اسلام کا مطالعہ:** میں نے اسلام کا مطالعہ شروع کیا اور پہلی ہی نظر میں اس کے دلکش حسن اور قرآن کے علمی خزانے نے مجھے مسحور کر دیا۔ میں محسوس کرنے لگا کہ مجھے بہترین علم حاصل ہو رہا ہے اور وہ قرآن کا علم ہے۔

صورت حال بدل گئی تھی۔ اب میں ہر طرح کی برائیوں سے پاک ہو چکا تھا۔ کلیتًا حدیث پاک کو مدنظر رکھ کر میں نے صاف ستھری اور پاکیزہ زندگی بسر کرنا سیکھ لیا۔ ختنے کی ضرورت ہی نہ پڑی کیونکہ وہ قدرتی طور پر بچپن سے موجود تھا۔ شاید قدرت نے پہلے ہی میرے قبول اسلام کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اسلام کی دولت کو حاصل کرنے کے لیے ہمیں والدین' بہن بھائیوں اور اپنے معاشرے کو چھوڑنا پڑتا ہے لیکن پیدائشی مسلمانوں کو اسلام کی دولت کسی محنت' مشقت یا تکلیف کے بغیر ہی مل جاتی ہے۔

اسلام وہ واحد مذہب ہے جو نہایت دلکش طریقے سے زندگی میں انقلاب لاتا ہے۔ میں نسلی مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ آپ لوگوں کو اسلام پیدائشی طور پر نصیب ہوا مگر میں نے اپنی پسند سے اسے اختیار کیا۔ میرے اور آپ کے درمیان یہی ایک فرق ہے' جو بہت بڑا امتیاز ہے۔

اب میرا نام عبدالعلیم خان ہے اور میں اپنی ضعیف العمر دادی اماں کے ساتھ 10- این پی ایس لائنز' ایسٹ سٹریٹ' اولڈ پول گیٹ' پونا- 001 411 میں رہتا ہوں اور حق کو پا کر بہت اطمینان کی زندگی بسر کر رہا ہوں۔ میرا سابق نام منوج چندر پال پردیشی تھا۔

میری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کے ایمان کو توانا کر دے اور انہیں پاکیزہ اور نیک زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین [1]

[عبدالعلیم خان]

---

[1] یقین انٹرنیشنل' 7 مئی 1986ء ج:35' ش:1 ص:10٬11

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟ اس سوال کا میرا واحد معقول جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے مجھے عظیم ترین سچائی کو قبول کرنے اور دنیا کی سب سے بڑی حقیقت کو تسلیم کرنے کی توفیق عطا کی ہے۔ بہر حال میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ انسانی فطرت اور مزاج کچھ حقائق کو اطمینان بخش ثبوت اور ٹھوس دلائل کے بغیر قبول کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ انسانی فطرت کو مدنظر رکھتے ہوئے میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میرا یہ جواب ان لوگوں کو مطمئن نہیں کر سکے گا جو سچ کی تلاش پر آمادہ اور مائل نہیں اور نہ وہ لوگ اس سے مطمئن ہوں گے جن پر حق کا نور منکشف نہیں ہوا' لہٰذا میرے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ وہ چند وجوہ اور اسباب یہاں بیان کر دوں جن کی بنا پر میں نے اسلام قبول کیا اور اس پر قائم ہوں۔ یورپی معاشرے میں رہ کر میں اس امر پر مسرت کا اظہار کرتا ہوں کہ یہاں کے لوگ محض معاشی' سیاسی یا سماجی ترغیبات کے باعث اپنا مذہب ترک نہیں کرتے اور نہ اس وقت تک کوئی دوسرا مذہب تبدیل کرتے ہیں جب تک کہ وہ ایک طاقتور محرک اور مؤثر عامل بن کر ان کے دل کو روحانی سکون فراہم نہ کرے۔ بصورت دیگر وہ اپنے کفر وارتداد ہی پر قناعت کرتے ہیں۔

اگر انسان غور کرے تو اس نتیجے پر پہنچے گا کہ میرا یا یورپی معاشرے کے کسی اور فرد کا قبولِ اسلام مالی فوائد یا سماجی مفادات حاصل کرنے کے لیے نہیں ہوتا بلکہ معاملہ اس کے تقریباً برعکس ہے۔ پہلی بات یہ کہ ہم یورپی اقوام کے لوگ مذہبی معاملات کو اتنی اہمیت نہیں دیتے' تاہم اگر یورپی معاشرے میں کوئی فرد ایسا ہو جو مذہب کا خیال رکھتا ہو تو اس کا مقصد سوائے اللہ کی تلاش کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اس لحاظ سے اسلام میں میری اپنی دلچسپی بھی سچ کی تلاش اور فکر کی اصلاح کی خاطر تھی۔

تلاشِ حق کی خواہش میرے دل میں اس وقت پیدا ہوئی جب میں نے دیکھا کہ عیسائیت کے بنیادی عقائد کے حوالے سے کئی شکوک اور بدگمانیاں میرے دل و دماغ میں پیدا ہو رہی

ہیں۔ جبکہ عیسائیت ان شکوک اور بدگمانیوں کے ازالے کے لیے ناکافی ثابت ہو رہی ہے اور عیسائیت کا زور اس بات پر ہے کہ اس کے تمام نظریات کو کسی ثبوت اور دلیل کے بغیر مان لیا جائے۔

مثال کے طور پر میرا ذہن اس عیسائی عقیدے کو ماننے پر آمادہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دنیا بھر کی انسانیت کے گناہ کا کفارہ بنا کر بھیجا۔ یہ بات بھی مجھے اچھی نہ لگی کہ تمام نوع انسانی مختلف قسم کے گناہوں میں لتھڑی ہوئی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے سے اللہ کے بندوں کے سارے گناہ معاف ہوگئے۔ میں یہ بھی محسوس کرتا تھا کہ اپنے بندوں کو بچانے کی تمام تر قدرت اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے اور وہی ان کو گناہوں اور جرائم سے روک سکتا ہے۔ مجھے یہ بھی محسوس ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے گناہوں کو معاف کرسکتا ہے۔ میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ انبیاء علیہم السلام کو اپنے بندوں کے گناہوں کا کفارہ بنانے کا نظریہ اللہ تعالیٰ پر (نعوذ باللہ) غلطی اور ناانصافی کے الزام دھرنے کے مترادف ہے۔ دوسری طرف انسان کو گویا کسی رکاوٹ اور جھجک کے بغیر گناہوں اور جرائم کرنے کی آزادی دی گئی ہے۔ جب کبھی میں نے ان شبہات کا کسی عیسائی عالم یا پادری کے سامنے اظہار کیا تو اس نے مجھے یہ ہدایت کی کہ ان شبہات کو ذہن سے نکال دو اور مجھے اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ میں عیسائیت کے ان نظریات وعقائد کو بغیر کسی شرط یا شک وشبہ کے قبول کرلوں۔ انہوں نے مجھ پر بہت دباؤ ڈالا کہ ان کے ناکافی دلائل پر اعتراض نہ کروں تاکہ یہ شکوک وشبہات میرے ذہن میں مزید پرورش نہ پاسکیں۔ سچ معلوم کرنے کی خواہش ہر لحہ اس قدر بڑھ رہی تھی کہ میں تمام عقائد اور شریعتِ الٰہی سے منکر ہونے کے نازک موڑ پر آ پہنچا۔

ان دنوں مجھے ایک قابل اور باعمل مسلمان سے واسطہ پڑا جو یورپی تہذیب وتمدن کی زرق برق زندگی کے زیرِ سایہ ہونے کے باوجود خود کو مسلمان کہنے پر فخر کرتا تھا۔ اس شخص کا یہ دعویٰ تھا کہ اسلام کی برکت سے اسے دل ودماغ کا سکون میسر ہے اور دوسری طرف میرے دل میں مذہب سے نفرت اور بیزاری جڑ پکڑ چکی تھی۔ اس شخص کے اس دعوے پر مجھے حیرت ہوئی اور

میں سوچوں کے سمندر میں ڈوب گیا کہ کیا کوئی ایسا مذہب بھی ہے جو اپنے پیروکاروں کو دل کا اطمینان اور دماغ کا سکون فراہم کرسکتا ہے۔ اس خیال نے مجھے اسلام اور اس کے قواعد وضوابط کے بارے میں معلومات حاصل کرنے پر آمادہ کیا۔ اپنے مطالعہ کی بنا پر میرا یہ دعویٰ ہے کہ اسلام اللہ تعالیٰ کا ابدی دین ہے جو اپنے چاہنے والوں کے دلوں کو مسرت بخشتا ہے اور یہ تمام معاملات و مشکلات میں ان کی مدد کرتا ہے اور دوسرے مذاہب کی تعلیمات و عقائد (پروپیگنڈہ) سے پیدا ہونے والے تمام شکوک وشبہات کو زائل کرتا ہے۔

اسلام کی تعلیمات میں سے سب سے اہم بات جس نے میرے دل کو متاثر کیا یہ ہے کہ اسلام بغیر غور وفکر کے انسان کو سر تسلیم خم کرنے پر مجبور نہیں کرتا بلکہ اس کو گہرے غور وفکر اور قبولِ اسلام سے پہلے ہر اسلامی عقیدے کو عقل وفہم کی کسوٹی پر پرکھنے کی دعوت دیتا ہے۔ اسلام کے مطابق اللہ تعالیٰ عدل کا سر چشمہ ہے اس لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ کسی ایک انسان کو تمام انسانیت کے گناہوں کا کفارہ بنا دے۔ اسلامی عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ تمام اعلیٰ صفات کا مالک ہے اور ہر طرح کے نقائص اور کوتاہیوں سے پاک ہے' اس لیے اسلام اس بات پر مصر ہے کہ یہ بات عقل اور تصور سے ماورا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو آزادی دی ہو کہ وہ گناہ کرتا رہے اور ان کا کفارہ ادا ہوتا رہے گا۔

اسلام کی ان ابدی تعلیمات نے مذہب اور مذہبی قواعد وضوابط سے نفرت میرے ذہن سے مٹا دی اور مجھے اس نتیجے پر پہنچایا کہ مذہب ایک مستقل اور خود مختار ضابطۂ قوانین ہے جو انسان کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کی خوشحالی' دائمی عزت اور لامحدود فتح ونصرت کی ضمانت دیتا ہے۔

اس نازک مرحلے پر میں نے ایک طرف تو اسلام کا گہرا تجزیاتی مطالعہ کیا' دوسری طرف میں نے اپنی توجہ اس سوال پر مرکوز رکھی کہ نت نئے مسائل کو جنم دینے والی آج کی دنیا میں اسلام کس طرح اپنے ماننے والوں کو ذہنی سکون اور قلبی اطمینان فراہم کرتا ہے۔ پس جب دونوں جانب سے مجھے اطمینان ہوگیا تو میں نے اسلام قبول کرلیا۔

جگہ کی کمی کے باعث ان تمام تاثرات اور جذبات کا اظہار یہاں ممکن نہیں جو اس مطالعے

سے میرے دل و دماغ پر مرتب ہوئے' تاہم یہ وضاحت کرنا ضروری ہے کہ اسلام سے مجھے کون کون سے سبق حاصل ہوئے۔ ایک بات یہ ہے کہ اسلام تمام انسانیت کی رہنمائی مقصدِ تخلیق کی جانب کرتا ہے اور ان بلند پایہ مقاصد کے حصول کی راہ دکھاتا ہے جن کے لیے انسان کو تخلیق کیا گیا۔ اسلام انسانی معاشرے کو امن وامان کا پیغام دیتا ہے۔ مساوات و اخوت کا رشتہ قائم کرتا ہے اور رنگ' نسل اور قومیت کے تمام اختلافات اور تنازعات کو ختم کرتا ہے۔ یہ انسانوں کو سماجی اور معاشی استحصال اور تمام امتیازات سے نجات دلاتا ہے اور انہیں صاف سیدھے راستے پر چلنے کی صحیح رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

اسلام صرف زندگی کے ٹھہراؤ اور زوال ہی کی مخالفت نہیں کرتا بلکہ یہ تمام بنی نوع انسان کو ترقی اور پیش رفت کی طرف بھی بلاتا ہے۔ یہ فرد کو روپیہ اور دولت کما کر صنعتی اور تجارتی ترقی کی اجازت دیتا ہے۔ یہ اُجرت اور انعامات وصول کرنے کی بھی اجازت دیتا ہے بشرطیکہ یہ سب قانونی اور جائز طریقے سے حاصل کردہ ہوں۔ پس اسلام ایک مکمل اور جامع انقلاب ہے۔ یہ انقلاب اور کمال کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جو پوری انسانیت کو صحیح سمت میں راستہ دکھاتا ہے جس پر انسان اپنے آپ کو بین الاقوامی معاشرے کا فرد سمجھتا ہے۔ اسے فرائض کی سمجھ نصیب ہوتی ہے اور زندگی کے تقاضوں پر پورا اترنے کی جستجو کرتا ہے۔

دس سال قبل جب میں نے اسلام قبول کیا تو میرے گمراہ' پریشان اور باغی ذہن کو سکون اور آرام نصیب ہوا۔ اللہ کی حمد و تسبیح اور شکر ہے کہ میں اطمینان اور سکون کی زندگی بسر کر رہا ہوں۔ [1]

[ڈاکٹر عبدالکریم ہربرٹ]

(Dr.Abdul Karim Herbert)

اسلام نے مجھے کیونکر متاثر کیا؟

سر عبداللہ آرچیبالڈ ہیملٹن بیرونیٹ (Archibald Hamilton Baronet) سابق سر

[1] یقین انٹرنیشنل: 22 جون 1983ء' ج: 32' ش: 14' ص: 39,38

چارلس ایڈورڈ آرچیبالڈ واٹکنز ہیملٹن (Sir Charles Edward Archibald Watkins Hamilton) پہلے بیرونیٹ (چھوٹے درجے کے نواب 1776ء) کے پانچویں جانشین اور دوسرے بیرونیٹ (1819ء) کے تیسرے جانشین تھے۔ انہیں یہ نوابی 1915ء میں ان کے والد سر چارلس ایڈورڈ ہیملٹن (Sir Charles Edward Hamilton) کی وفات کے بعد ورثے میں ملی۔ آپ 10 دسمبر 1876ء کو پیدا ہوئے۔ اگست 1914ء وہ فوج کی رائل ڈیفنس کور (Royal Defence corps) میں بطور لیفٹیننٹ بھرتی ہوئے اور ریکروٹنگ آفیسر رہے۔ اس کے علاوہ آپ فوج میں قابل ذکر عہدوں پر رہے اور بالآخر سیلسے کی کنزرویٹو ایسوسی ایشن (Selsey Conservative Association) کے صدر بنے۔

آپ نے 1897ء میں ریئر ایڈمرل سر ایڈولفس فٹز جارج کے سی وی او (Sir Adolphus Fitzgeorge K.C.V.O) کی اکلوتی صاحبزادی اور فیلڈ مارشل ایچ آر ایچ بعد میں ڈیوک آف کیمبرج (Duke of Cambridge) کی نواسی اور ملکہ وکٹوریہ کی حقیقی چچازاد سے پہلی شادی کی اور دوسری شادی 1906ء میں وڈ فورڈ ہرٹ فورڈ شائر (Widford Hertfordshire) کے جارج چائلڈ کی اکلوتی بیٹی الگوسٹا مارجری بلینچ (Algosta Marjorie Blanch) سے کی۔ پہلی بیوی سے آپ کا ایک بیٹا جارج ایڈورڈ آرچی بالڈ آگسٹس فٹز جارج (George Edward Archibald Augustus Fitzgeorge) 1898ء میں پیدا ہوا جس کے بپتسمہ کی رسم کی سرپرستی بعد میں بادشاہ جارج (George) اور ملکہ میری (Mary) نے کی اور بنفس نفیس اس رسم میں شرکت بھی کی۔ یہ صاحبزادہ 1918ء میں گرینیڈیئر گارڈز (Grenadier Guards) میں لیفٹیننٹ کی حیثیت سے فلانڈرس (Flanders) کے مقام پر جنگ میں مارا گیا۔

1927ء میں دوسری بیوی کی وفات پر سر آرچیبالڈ نے تیسری شادی کی۔ سر آرچیبالڈ ولیم ہیملٹن (William Hamilton) کے خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ کینٹ کے چھ درخواست گزاروں میں آپ شامل تھے۔ ڈونالاون (Donalon) کے سر جیمز ہیملٹن (Sir James Hamilton) کے بھائی تھے اور براہ راست ڈیوک آف ایبرکارن (Duke of Abercorn) اور پیزلے (Paisley) کے بیرن ہیملٹن (Baron Hamilton) کی نسل سے تھے جس نے سکاٹ لینڈ کے شاہ جیمز دوم کی صاحبزادی میری سے شادی کی تھی۔

سر عبداللہ نے 20 ستمبر 1923ء کو اسلام قبول کیا اور ہمیشہ دین اسلام کے پر جوش مبلغ رہے۔ 17 مارچ 1939ء کو جمعہ کی رات حرکت قلب بند ہونے سے جاں بحق ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر 62 برس تھی۔ آپ کو بروک وُڈ (Brookwood) کے مسلم قبرستان میں دفن کیا گیا۔ آپ کی قبر اسلام کے ایک اور بزرگ اور توانا مبلغ (بعد میں الحاج) لارڈ ہیڈ لے الفاروق (Lord Headley Al-Farooq) کے ساتھ ہے۔ زندگی میں یہ دونوں بزرگ آپس میں گہرے دوست تھے۔ بعد میں آپ کی زوجہ لیڈی ہیملٹن (Lady Hamilton) نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔

سر آرچیبالڈ ہیملٹن سسیکس (Sussex) کے معروف جاگیردار خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ اسلام قبول کر کے وہ دوسرے صاحب منصب انگریز شمار ہوئے جنھوں نے نبیٔ اکرم ﷺ کے دین کی خاطر عیسائیت کو چھوڑ دیا۔

درج ذیل مضمون میں، جو خصوصاً جریدہ "The People" کیلئے لکھا گیا تھا، سر آرچیبالڈ نے مذہب اسلام کو اختیار کرنے کے اسباب تفصیل سے اور بے تکلفانہ انداز میں بیان کیے ہیں۔[1] (مدیر)

شعور کی عمر کو پہنچنے کے بعد اسلام کے حسن اور سادہ پاکیزگی نے ہمیشہ مجھے متاثر کیے رکھا۔ اگرچہ میں عیسائی گھرانے میں پیدا ہوا اور اسی ماحول میں تربیت پائی مگر میں کلیسا کے پیچیدہ فلسفے کو قبول نہ کر سکا اور میں نے عیسائیت پر اندھا دھند ایمان رکھنے کے بجائے عقل و بصیرت کو ہمیشہ ترجیح دی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اپنے خالق سے اپنا تعلق درست کرنے کی خواہش میرے دل میں پروان چڑھنے لگی اور میں اس نتیجے پر پہنچا کہ روم اور انگلینڈ کے چرچ میرے کسی کام نہیں آسکتے۔ اسلام قبول کر کے میں نے صرف اپنے ضمیر کا کہا مانا ہے اور تب سے میں اپنے آپ کو ایک بہتر اور زیادہ سچا انسان پاتا ہوں۔

کوئی دوسرا دین اوروں کے جاہلانہ تعصب اور تنگ نظری کا اس قدر نشانہ نہیں بنا جتنا کہ اسلام بنا رہا ہے۔ اگر لوگوں کو پتہ چل جائے کہ یہ دین سوشلزم کے مسئلے کا واحد سچا حل ہے کیونکہ یہ طاقتوروں کا مذہب ہے جو کمزوروں کا ساتھ دیتے ہیں اور امیروں کا مذہب ہے جو غریبوں کا

② اسلامک ریویو فروری 1924ء ج:12، ش:2، ص:51,49

سہارا بنتے ہیں (تو یقیناً لوگ سوشلزم کے بجائے اسی دین کو قبول کرلیں گے۔)

انسانیت کو تین طبقوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اول: وہ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے جائیداد اور دولت سے نوازا ہے۔ دوم: وہ لوگ جنہیں اپنی روزی خود کمانا پڑتی ہے اور سوم: وہ لاتعداد لوگ جو بے روزگار یا کسی اور وجہ سے اپنی خطا کے بغیر پسماندگی کا شکار ہیں۔

ذہنی تناؤ اور مقابلے کی فضا کے اس پر آشوب دور میں جہاں ہر آدمی بہت زیادہ دباؤ کے تحت زندہ رہتا ہے اور کام کرتا ہے ہمیں اس زمانے میں ایک ایسا حل تلاش کرنا چاہیے جو ان تینوں طبقوں کی مشکلات دور کر سکے۔ نبی کریم ﷺ وحی کے ذریعے سے قرآن کریم میں' جو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے' ہمیں بتاتے ہیں کہ جو لوگ صاحب حیثیت ہیں انہیں چاہیے کہ اپنی سالانہ آمدنی کا ڈھائی فیصد ان لوگوں کو دیں جو حاجت مند ہیں۔ (اس آخری کتاب کے ساتھ ساتھ ہم مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نسل اور ہر علاقے کے لیے حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ' حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی طرح انبیاء علیہم السلام بھیجے اور تمام انبیاء کے پاس صحیفوں کی خالص شکل میں اللہ تعالیٰ ہی کے ارشادات تھے۔)

اس کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بھی حکم ہے کہ پیشہ ور گداگروں کی حوصلہ افزائی نہ کریں بلکہ صرف ان پر خرچ کریں جو صحیح معنوں میں حاجت مند ہوں اور جنہیں کسبِ معاش کے لیے بنیادی سہارا درکار ہو۔

جب میں یہ کہتا ہوں کہ اسلام ایک سوشلسٹ نظریہ ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ آج کے سوشلسٹ نظریات جیسا ہے جن سے ہم مغرب میں متعارف ہیں کیونکہ ہم مسلمانوں کو تو ہر جمعہ کے خطبے میں حاکمِ وقت کی اطاعت کا حکم یاد دلایا جاتا ہے' خواہ وہ کوئی بھی ہو (یہ حکم بعض شرائط کے تحت ہے) اور بغاوت کو گناہ قرار دیا جاتا ہے۔ جب ہم کسی ظالم حکمران کے زیر اقتدار امن سے نہ رہ سکیں تو اس صورت میں ہجرت کا حکم ہے۔

پھر اسلام کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ یہ صلاحیت و قابلیت اور انفرادیت کو تسلیم کرتا ہے۔ یہ دین تخریبی نہیں بلکہ تعمیری ہے' مثلاً اگر ایک امیر زمیندار اپنی زمین کو کاشت کرنے کی ضرورت

محسوس نہ کرے اور کچھ عرصہ تک اسے کاشت نہ کرے تو وہ زمین خود بخود سرکاری ملکیت بن جاتی ہے اور اسلامی طریقے کے مطابق اس آدمی کو ملتی ہے جو اسے کاشت کرے۔ اسلام اہل ایمان کو جوا اور اس طرح کے ہر کھیل سے منع فرماتا ہے۔ یہ شراب کی تمام اقسام اور سود خوری کو بھی ممنوع قرار دیتا ہے جو کہ بذات خود انسانیت کے لیے بہت زیادہ تکلیف دہ اور مصیبت کا باعث ہے۔ اس طرح اسلام میں کوئی آدمی کسی غریب یا کمزور سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

ہمیں نظریہ جبر پر یقین نہیں ہے بلکہ ہم تقدیر پر یقین رکھتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے قوانین معین ہیں اور ان پر عمل کرنے کے لیے عقل ایک قندیل کا کام دیتی ہے۔ ہمارے نزدیک عمل کے بغیر ایمان ناقص ہے۔ ہمارا یہ ایمان ہے کہ ہم اپنے ذاتی اعمال کے متعلق دنیا اور آخرت دونوں میں جواب دہ ہیں۔

خواتین کی مساوات کا مسئلہ: اسلام ہمیں یہ بتاتا ہے کہ فطری اور موروثی طور پر بچہ معصوم پیدا ہوتا ہے اور مرد و عورت کی اصل ایک ہے۔ ان کی روح بھی ایک ہے (اور انہیں قدرت نے دنیوی امور میں اگرچہ ایک دوسرے سے مختلف صلاحیتیں عطا کی ہیں لیکن) جہاں تک علمی فضائل اور اخلاقی و روحانی مدارج حاصل کرنے کا تعلق ہے' اس میں مرد و عورت کے درمیان کوئی فرق ہے نہ اسلام نے اس معاملے میں امتیاز برتا ہے۔ دونوں زیادہ سے زیادہ علمی' روحانی اور اخلاقی مدارج حاصل کر سکتے ہیں۔

میں نہیں سمجھتا کہ اخوت اسلامی کے بارے میں کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت ابھی باقی ہے۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ آقا اور غلام' امیر اور غریب سب برابر ہیں۔ میں نے ہمیشہ دیکھا کہ میرے مسلمان بھائی اس قدر صادق اور دیانتدار ہیں کہ میں ان کی بات" پر یقین کر سکتا ہوں۔ انہوں نے مجھ سے ہمیشہ بحیثیت انسان اور بحیثیت بھائی منصفانہ سلوک کیا ہے اور میری مہمان نوازی کی ہے اور میں ان میں رہ کر خود کو اپنوں میں محسوس کرتا ہوں۔

آخر میں، میں یہ کہنا چاہوں گا کہ جہاں اسلام انسانیت کو روزمرہ زندگی کے بارے میں مکمل رہنمائی دیتا ہے وہاں آج کی نام نہاد عیسائیت نظریاتی اور عملی طور پر اپنے پیروکاروں کو اتوار کے

روز اللہ کی عبادت اور ہفتے کے بقیہ دنوں میں انسانیت کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کی تلقین کرتی ہے۔

[سر عبداللہ آرچیبالڈ ہیملٹن، بیرونیٹ]

(Sir Abdullah Archibald Hamilton, Bart.)

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

سچائی سے محبت کا تقاضا ہے کہ میں عوام الناس کو یہ بتادوں کہ میں نے میتھوڈسٹ عقیدے سے اپنی پرجوش وابستگی ترک کر کے اسلام کیوں قبول کیا؟

میں میتھوڈسٹ عقیدے کے پیروکار پرجوش خاندان میں پیدا ہوا۔ کم سنی ہی میں، میں یونائیٹڈ میتھوڈسٹ چرچ (United Methodist Church) کا فعال رکن بن گیا اور یہ طے کرلیا کہ ان ''لادین، درندہ صفت اور خون خوار لوگوں کو جنہیں عرف عام میں مسلمان کہا جاتا ہے'' (جیسا کہ سکولوں میں ہمیں پڑھایا گیا تھا) اپنی تبلیغ سے عیسائیت کی آغوش میں لاؤں گا۔

میں اپنے عقیدے سے متعلق ہر تحریک میں شمولیت کا شوقین تھا، یہاں تک کہ میں انجیل کی آیات حفظ کرنے میں مدد لینے کے لیے اپنے رشتہ داروں کے روزمرہ کے کام میں بھی مخل ہوتا رہا۔ بیک وقت سنڈے سکول (Sunday School) کی تربیت، بائبل کی تعلیم بذریعہ مراسلت اور بائبل اور عیسائیت سے متعلق ہر امر میں گہری دلچسپی کے باعث مجھے بائبل کے مفاہیم پر غور کرنے کا موقع ملا تو میرا عیسائیت پر ایمان بالعموم اور یونائیٹڈ میتھوڈسٹ چرچ پر ایمان بالخصوص، بائبل کے تضادات، خامیوں غیر منطقی عقائد اور چرچ کے کافرانہ اعمال و عقائد کے باعث متزلزل ہونے لگا۔ مجھے یہ پتہ چلا کہ میں ایک ایسے کافرانہ مذہب پر عمل پیرا ہوں جسے سالہا سال سے عیسائیت سمجھا جارہا ہے۔

❁ **حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اُلوہیت:** حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بآواز بلند پکار کر کہا ''اے میرے اللہ! اے میرے اللہ! تو نے مجھے تنہا کیوں چھوڑ دیا؟'' (انجیل مرقس: 15/34)

❁ **اللہ کا بیٹا ہونے کا عقیدہ:** یہ ایک اور عیسائی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (نعوذ باللہ)

اللہ تعالیٰ کے بیٹے یا اکلوتے پیدا کیے گئے بیٹے تھے۔

یہ نظریہ بھی حضرت عیسیٰ کی تعلیمات و اقوال سے متصادم ہے۔ بائبل میں ابن اللہ کئی دیگر انبیاء کو بھی کہا گیا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی اللہ کا بیٹا کہا گیا ہے:

''وہ میرے نام کی خاطر ایک گھر بنائے گا اور وہ میرا بیٹا ہوگا' میں اس کا باپ ہوں گا اور میں اسرائیل پر اس کی سلطنت ہمیشہ کے لیے قائم کردوں گا۔'' (1 خطوط:10/22)

اسرائیل کو بھی اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہا گیا ہے:

''اور تو فرعون سے کہے گا کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے: ''اسرائیل میرا بیٹا ہے بلکہ میرا پہلا بیٹا ہے۔'' (خروج:4/22)

اور ثالثوں (صُلح جو انسانوں) کو بھی اللہ کا بیٹا کہا گیا ہے:

''ثالثوں پر اللہ کی رحمت کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ کے بچے کہا جائے گا۔''

(انجیل متی:5/9)

''میں یہ حکم جاری کروں گا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے کہتا ہے: ''تو میرا بیٹا ہے جسے میں نے آج پیدا کیا۔'' (زبور:2/7)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درج ذیل اقوال سے یہ مزید ثابت ہو جائے گا کہ آپ صرف مجازی طور پر خود کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہا کرتے تھے:

''عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں جواب دیا: کیا تمہارے قانون میں یہ لکھا ہوا نہیں ہے کہ میں نے کہا: ''تم لوگ خدا ہو؟''

اگر عیسیٰ علیہ السلام ان لوگوں کو خدا کہتے ہیں تو خدا کا پیغام کس پر نازل ہوا؟ اور اللہ کے صحیفے میں ردوبدل ناممکن ہے:

''اس کے بارے میں کہو جس کو اللہ تعالیٰ نے مقدس بنا کر اس دنیا میں بھیجا۔ تم کفر بکتے ہو کیونکہ میں نے یہ کہا تھا کہ میں اللہ کا بیٹا ہوں۔'' (انجیل یوحنا:10/34-36)

بعد ازاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل کی کئی آیات میں خود کو انسان کا بیٹا کہا ہے۔ مثلاً:

''جب وہ گلیل میں رہتے تھے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا انسان کے بیٹے کو انسانوں کے ہاتھوں سے فریب دیا جائے گا۔'' (انجیل متی: 22/17)

''کیونکہ انسان کا بیٹا انسان کی طرح ایک لمبے سفر پر نکلا ہے۔ اس نے اپنا گھر چھوڑ دیا۔ اپنے اختیارات اور تصرف نوکروں کو دے دیے اور ہر آدمی کو اس کا کام کرنے کی اجازت دے دی اور چوکیدار کو حکم دیا کہ تو گھر کی نگرانی کرنا۔''

(انجیل مرقس: 34/13)

''اللہ کی رحمت ہو تم لوگوں پر جب لوگ تم سے انسان کے بیٹے کی خاطر نفرت کریں گے، تمہیں اپنے سے الگ کر دیں گے، تمہیں ملامت کریں گے اور تمہیں برے نام سے پکاریں گے۔'' (انجیل لوقا: 22/6)

''اور کوئی آدمی آسمان پر نہیں پہنچا سوائے اس کے جو آسمان سے نیچے آیا حتیٰ کہ انسان کا وہ بیٹا بھی جو آسمان پر ہے۔'' (انجیل یوحنا: 13/3)

✿ عقیدۂ کفّارہ: ''باپ کو بچوں کے جرم میں قتل کیا جائے گا نہ ہی بچوں کو باپ کے جرم میں بلکہ ہر آدمی کو اس کے اپنے گناہ کی سزا ملے گی۔'' (2 خطوط: 4/25)

''خطا کار کو موت آئے گی۔ باپ کا جرم بیٹے پر عائد ہوگا نہ بیٹے کا جرم باپ پر عائد ہوگا۔ اچھوں کی اچھائی ان پر عائد ہوگی اور بروں کی برائی ان پر عائد ہوگی۔''

(حزقیل: 20/18)

مندرجہ بالا اقتباسات سے یہ صاف واضح ہوتا ہے کہ نظریۂ کفارہ بے بنیاد ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ عیسائیوں کے قول کے مطابق واقعی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انسانیت کی نجات کے لیے مصلوب کرواتا تو پھر گویا عیسائیوں کا خدا اپنے ہی قول کی تردید کرتا ہے اور نعوذ باللہ بے رحم اور بے انصاف ٹھہرتا ہے۔ گویا اللہ یہ امتیاز برتتا ہے کہ وہ کسی معصوم انسان کو دوسروں کے گناہوں کی سزا بھگتنے دیتا ہے۔ (حالانکہ اللہ تعالیٰ ایسا ہرگز نہیں کرتا!)

✿ تثلیث: ''اے اسرائیل! سن' خداوند ہمارا خدا' ایک ہی خداوند ہے۔'' (استثنا: 4/6)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''میں بذات خود کچھ نہیں کرسکتا۔'' (انجیل یوحنا: 30/5)

''بے شک میں تم سے کہتا ہوں کہ نوکر اپنے مالک سے بڑا نہیں ہوسکتا' اور نہ ہی وہ جو بھیجا گیا اپنے بھیجنے والے سے بڑا ہوسکتا ہے۔'' (انجیل یوحنا: 16/13)

''میرا باپ مجھ سے بڑا ہے۔'' (انجیل یوحنا: 28/14)

''اللہ صرف ایک ہے۔'' (1 کورنتھیوں کے نام: 6/8)

''اب ایک ثالث کسی ایک کے لیے نہیں ہوتا مگر اللہ ہر ایک کے لیے ہے۔''

(گلتیوں کے نام: 20/3)

کیا بائبل کی مندرجہ بالا اور کئی دوسری آیات تثلیث کے عقیدہ کی نفی نہیں کرتیں اور توحید کی تصدیق نہیں کرتیں؟ بے شک کرتی ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کن کی طرف بھیجا گیا تھا؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''مجھے تو صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لیے بھیجا گیا ہے۔'' (انجیل متی: 24/15)

لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مشن عالم گیر نہیں۔

آپ نے مزید فرمایا:

''یہ نہ سمجھو کہ میں شریعت یا سلسلۂ انبیاء کو ختم کرنے آیا ہوں۔ میں تخریب کے لیے نہیں آیا بلکہ تکمیل کے لیے آیا ہوں کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ جب تک زمین و آسمان قائم ہیں' قانون الٰہی کا کوئی عنوان یا کوئی حرف بھی تبدیل نہیں ہوگا بلکہ اس پر پورا پورا عمل ہوکر رہے گا' اس لیے جو شخص ان کم تر احکام کی خلاف ورزی کرے گا یا لوگوں کو خلاف ورزی کرنا سکھائے گا' اسے آسمانی بادشاہت میں کم ترین کہا جائے گا اور جو اللہ کے احکام پر عمل کرے گا اور ان کی تعلیم دے گا اسے سلطنت سماوی میں برتر کہا جائے گا۔'' (انجیل متی: 5/17-19)

یہ آیات واضح کرتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوئی نیا دین لے کر نہیں آئے اور عیسائیت کو ان سے منسوب نہیں کیا جاسکتا۔

اس طرح عیسائیت اور اس کی بنیادیں بائبل کی مذکورہ آیات سے منہدم ہو جاتی ہیں۔

جب میں ہائی سکول کی جونیئر کلاس میں پہنچا تو میں مکمل دہریہ بن چکا تھا۔ جب کالج میں پہنچا تو کمیونسٹ بن گیا لیکن میں کمیونزم کی بھی کئی باتوں سے مطمئن نہ تھا' مثلاً اس کے مادیت پرستانہ نظریات اور چند منتخب لوگوں کی حکومت کا نظریہ مجھے اچھے نہ لگے۔ میں نے ہندومت کا مطالعہ کیا مگر اس کا مشرکانہ تصور الٰہی اور قبیح ذات پات کی تمیز نے مجھے اس سے بدگمان کر دیا۔

بدھ مت میں انسان اپنی نجات اپنی محنت سے حاصل کرتا ہے اور اس کا راہبانہ نظام انسانیت کے لیے مہلک ہے۔ یہودیت کا نظریہ نسل پرستانہ ہے اور نصب العین صرف بنی اسرائیل کی نجات ہے۔ اب ہم جیسے غیر اسرائیلی کہاں جائیں؟ شنطو ازم میں تو ہم پرستی کو عقل پر ترجیح دی جاتی ہے۔

میں نے ان تمام مذاہب کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ انسانیت کی نجات کے بجائے عتاب کی طرف لے جاتے ہیں۔

اس بے کار کوشش کے بعد میں تلاش حق ترک کرنے لگا تھا' تاہم میرے دل کو اب بھی سکون حاصل نہ تھا۔ خاص طور پر جب میں نے اردگرد نظر ڈال کر دیکھا کہ پوری کائنات اللہ تعالیٰ کے قانون فطرت پر عمل پیرا ہے۔ سورج مقررہ وقت پر طلوع وغروب ہوتا ہے۔ بارش پودوں کو سیراب کرتی ہے اور رنگا رنگ کے پھول اور پھل لگتے ہیں۔ اگر ہر چیز محض اتفاق سے بن گئی تو کبھی اتفاق سے امرود کے درخت پر سیب کیوں نہیں لگتے اور دوسرے درختوں پر امرود کا پھل کیوں نہیں لگتا؟ میں کیوں پیدا ہوا؟ اور اسی طرح کے بے شمار سوالات میرے سامنے موجود تھے۔ پھر میرا ایمان واپس آ گیا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ کوئی ایک ایسا ہے جو قادر مطلق اور قوی ہے' جو علیم بھی ہے خبیر بھی اور ہر چیز کا خالق بھی۔

خوش قسمتی سے میرے ایک دوست نے مجھے ایک کتاب دی جس کا عنوان تھا ''ہماری پسند' دینِ اسلام۔'' اس کتاب میں بلند پایہ نومسلموں کے تاثرات درج تھے۔ کتاب کی جلد کی پشت پر وہ پتے دیے ہوئے تھے جن سے انسان اسلام کے بارے میں کتب اور معلومات حاصل کر سکتا

ہے۔ اس وقت مجھے اسلام کے بارے میں کچھ پتہ نہ تھا' اس لیے میں نے ان پتوں پر خط بھیج کر اسلامی لٹریچر منگوایا اور بڑے شوق سے مطالعہ شروع کیا۔ میرا خیال تھا کہ ان کتب اور جرائد میں بھی مشرکانہ عقائد' توہم پرستی اور دیگر مذاہب کی طرح کافرانہ اعمال کی تلقین موجود ہوگی مگر میرا خیال غلط نکلا۔ اسلام کی بنیاد توحید کامل پر ایمان ہے اور یہ دنیا و آخرت دونوں میں مسرت کے حصول کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ الحمدللہ مجھے اسلام میں حق مل گیا اور اسی پر میرا ایمان ہے۔

1972ء میں' میں نے کلمہ طیبہ پڑھا اور اپنے دل میں کلمہ پڑھنے کے بعد میں خود کو مسلمان سمجھنے لگا۔ 28/ اکتوبر 1975ء کو وزیر پورہ' سیالکوٹ' پاکستان کی مسلم اکیڈمی کے بھائی ابو مسلم نوشاہی نے میرا نام عبداللہ تجویز کیا جس کے معنی ہیں ''اللہ کا بندہ۔''

18 فروری 1978ء کو میں نے باقاعدہ اسلام قبول کرلیا اور قبول اسلام کے عہد نامے پر دستخط کردیے۔ اس پر تصدیق کے دستخط الحاج محمد جعفر جنرل سیکرٹری ورلڈ فیڈریشن آف اسلامک مشنز (World Federation of Islamic Missions) کراچی نے 2 رجب 1396 ہجری کو ثبت کیے۔

میں بہت جوشیلا اور متحرک انسان تھا لہٰذا میں نے سب لوگوں کو فوراً اپنے قبول اسلام کے بارے میں بتایا تاکہ ان کو بھی حق کا علم ہو اور نجات کی طلب پیدا ہو۔ اس پر ماحول اچانک میرا مخالف ہوگیا اور مجھ سے قطع تعلق کرلیا گیا۔ میرے رشتے داروں نے مجھے مجبور کیا کہ میں اسلام ترک کرکے میتھوڈسٹ' کیتھولک' دہریہ یا کافر بن جاؤں مگر اسلام چھوڑ دوں۔ بہرحال میں لوہے کی طرح اپنے عقیدہ پر مضبوط رہا اور اس سے ذرہ بھر انحراف نہ کیا بلکہ قبول اسلام کے نتائج بھگتنے کے لیے تیار ہوگیا۔ میں نے اپنے چار بھتیجوں عبدالرحمٰن چوا (Chua)' ابراہیم تنگالن (Tangalin)' سلیمان بالان (Balan) اور عبدالغفور بالان (Balan) کو بھی مشرف بہ اسلام کیا۔

اس طرح میرے رشتہ دار اور زیادہ مشتعل ہوگئے اور میرے خلاف شدید نفرت کا مظاہرہ کرنے لگے۔ انہوں نے ہمیں ذہنی اور جسمانی اذیتوں سے دوچار کیا اور ہم سے غلاموں کا سا

سلوک کیا۔ ہماری اسلامی کتب جلا دی گئیں' ہمیں نماز اور دوسرے اسلامی اعمال سے روک دیا گیا' حرام کھانے پر مجبور کیا گیا' بھاری بوجھ اٹھوائے گئے' ننگے ہاتھوں سے گھاس کھدوائی گئی اور تپتی دھوپ میں دوپہر کے وقت ننگے سر ہم سے کام لیا گیا۔ ہمیں رات کو دیر سے نیند نصیب ہوتی اور صبح سویرے کام پر لگا دیا جاتا۔ کبھی کبھی تو آرام کا وقفہ بھی نصیب نہ ہوتا۔ بعض اوقات ہماری اس طرح پٹائی کی جاتی کہ ہمارے چہرے سوج جاتے اور جسم کے مختلف حصوں سے خون رسنے لگتا۔ ہم سے جبراً کہلوایا جاتا کہ ہم میتھوڈسٹ ہیں۔ بعد میں میرے دو بھتیجوں کو مجھ سے الگ کر دیا گیا۔

میرے دوسرے دو بھتیجوں کو فرار کا موقع مل گیا۔ 20 جولائی 1978ء کو میں بھی امینہ کی مدد سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ یہی امینہ بعد میں میری زوجہ بنیں۔

میری بیوی کے رشتہ داروں نے دوسرے لوگوں کی نسبت ہمیں جلد سمجھ لیا۔ ہمیں امید ہے کہ انہیں بھی ہم ان شاء اللہ اسلام سے آشنا کر دیں گے۔

چونکہ ہم بانی Bani (پنگاسینان Pangasinan) کے قصبے میں واحد مسلم خاندان ہیں' لہٰذا پورے معاشرے کا سلوک ہم سے تمسخرانہ اور حقارت آمیز ہے۔ یہ خراب ماحول ہمیں یہ احساس دلاتا ہے کہ یہ معاشرہ ہمارا اپنا نہیں بلکہ ہم اپنے اصل بھائیوں سے الگ رہ کر ان کی کمی محسوس کرتے ہیں۔

تبلیغ اسلام کی وجہ سے قتل کی دھمکی کے باوجود ہم نے سلسلۂ تبلیغ جاری رکھا اور نئے لوگوں کو مشرف بہ اسلام کیا۔

میں کامرس میں گریجوایٹ ہوں۔ اکاؤنٹنگ کا ماہر ہوں مگر صرف اس وجہ سے بے روزگار ہوں کہ میں ایک مسلمان ہوں۔

ایک کمپنی میں ملازمت کے لیے تمام امیدواروں میں' میں سرفہرست رہا مگر میری کچھ شنوائی نہ ہوئی۔ اس طرح تین سال تک میں بے روزگار رہا۔ 8 رمضان 1400 ہجری کو ہمارے ہاں ایک بچی پیدا ہوئی جس کا نام ہم نے فاطمہ رکھا۔ 31 اگست 1980ء کو ہم اپنی ماں کو اسلام کی

آغوش میں لانے میں کامیاب ہوگئے۔ (الحمدللہ) 30 ذوالقعدہ 1401 ہجری کو میری بیٹی خدیجہ پیدا ہوئی اور اس طرح میرے خاندان میں اب پانچ افراد ہیں جن کے لیے مجھے تگ ودو کرنی پڑتی ہے۔

اسلام قبول کرنے پر بہت مصائب کا سامنا کرنا پڑا مگر ہم ثابت قدم رہے اور ان شاء اللہ جب تک جسم میں جان ہے ہم کلمہ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پڑھتے رہیں گے۔

اے اللہ! حالات کے ناقابلِ برداشت مسائل میں ہمیں اسلام کے سچے قوانین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین ①

[عبداللہ کولو بانگ مینگوانگ سابق ایڈون سی مینگوانگ]

(Abdullah Colobong Mangaoang' Formerly Edwin C.Mangaoang)

میں مسلمان کیوں ہوا؟

میں ہمیشہ سے مسلمان رہا ہوں۔ یہ کہنے کا مطلب صرف یہ نہیں کہ میں قرآنِ حکیم میں مذکور مفہوم کے مطابق دین فطرت کا پیروکار تھا' بلکہ زندگی کے ابتدائی دور ہی میں مجھے یہ احساس ہو گیا تھا کہ اسلام اپنی موجودہ عملی شکل میں دوسرے قابلِ ذکر مذاہب کی نسبت فطرت کے زیادہ قریب ہے۔

میرے خیال میں مجھے جس چیز نے مشرقی تہذیب کی طرف متوجہ کیا وہ عیسائیت کے نظریۂ اخوت اور سامراجی نظریات سے پیدا ہونے والے رویّے کے درمیان تفاوت تھا جس کی بنا پر سلطنت برطانیہ میں ایک طرف انگریزی اداروں کی عظمت کے گیت گائے جاتے تھے اور دوسری طرف رنگ ونسل کا تعصب اور دو الگ الگ ضابطۂ اخلاق رائج تھے۔ ایک یورپی لوگوں کے لیے اور دوسرا اُن غیر یورپی لوگوں کے لیے جنہیں ''کم تر نسل کے بے قانون لوگ'' سمجھا جاتا تھا۔ اس پس منظر میں' میں نے غیر یورپی معاشروں کا مطالعہ مذہبی نقطۂ نظر سے نہیں بلکہ

① مینارٹ (Minaret) ستمبر 1984ء ص: 19-24

سماجی نقطۂ نظر سے کیا۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ جو کچھ مجھے سکھایا گیا تھا اس کے برعکس تہذیب یونان ہی پر ختم نہیں ہوگئی بلکہ یونان کے مشرق میں ایک ایسی تہذیب بھی موجود تھی جس نے تاریخِ عالم میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ وہ تہذیب تھی جس کی وساطت سے یونانی تہذیب کا ورثہ یورپ کو نصیب ہوا، جس پر آج یورپ کو اتنا فخر ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس تہذیب نے یونانی ورثہ میں اسلامی رنگ اور تمدنی خصوصیات شامل کر کے اُسے خوبیوں سے مالا مال کر دیا تھا اور اسی تہذیب نے یورپ کے دورِ وحشت میں یونانی تہذیب کی حفاظت کی تھی۔

عجیب بات یہ ہوئی کہ ہمارے بائبل کے مدرس نے ہمیں اعلیٰ تنقید کے جو اصول سکھائے انہی سے میرے دل میں عیسائیت کی انجیلوں کے بارے میں شدید شکوک و شبہات پیدا ہوئے۔ اسلام کی سادگی اور اس کی بنیاد (قرآنِ حکیم) کی سچائی کے بارے میں سخت ترین مخالف نقادوں کا بھی کہنا ہے کہ یہ بلاشبہ اللہ کا پیغام ہے جو حضرت محمد ﷺ کے ذریعے سے ہم تک پہنچا۔ اس کے مقابلے میں عیسائیوں کی انجیلیں نہایت غیر مستند اور ناقابلِ یقین ہیں کیونکہ وہ ایک ایسی زبان میں ہم تک پہنچی ہیں جو ان کی پہلی زبان سے مختلف ہے اور ان کے مرتب ہونے کا تعلق ایک ایسے علاقے سے ہے جو ان کے اصلی گھر سے بہت ہٹ کر ہے۔ ان میں کئی اضافی باتیں ناقابلِ قبول ہیں جن کو انجیل میں شامل کرنے کا کوئی جواز نظر نہیں آتا۔ ایسی باتیں بھی ہیں جو کلامِ الٰہی کے بجائے دوسرے ذرائع سے حاصل کی گئیں۔ کچھ ایسی باتیں ہیں جو عیسائیت کے اندر سے نکالی گئیں اور کچھ باہر سے لائی گئیں اور ایسا نفسانی خواہشات کے زیر اثر کیا گیا۔ انہیں پڑھ کر انسان کو کسی زیادہ قابلِ یقین اور سادہ تر بنیاد کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جس پر ایمان استوار کیا جا سکے اور اسے ضابطۂ حیات بنایا جا سکے۔

اسلام سادہ انداز میں انبیاء علیہم السلام کی مختلف ادوار میں سلسلہ وار آمد' اُن کے ذریعے سے توحید کی تعلیم اور اس تعلیم کے نتیجے میں تمام انسانوں کی مساوات اور اخوت کا سبق دے کر انسانیت کا مرتبہ بلند کرتا ہے۔ اسلام اصل یہودیت سے اس بنا پر مختلف ہے کہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ اللہ کی عنایات کسی ایک قوم یا قبیلے کے لیے مختص نہیں ہیں۔ اگر چہ مجھ سے بڑے میرے ایک

ہم درس نے میرے خیالات کو سوشلسٹ رُخ دیا اور کچھ عرصہ بعد مجھے دہریت کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی، مگر مجھے اس وقت بھی یہ احساس ہوتا تھا اور اب بھی ہے کہ اسلام اپنے پیرو کاروں کو اُن مسائل سے دو چار نہیں کرتا جو آج کل یورپ میں لا دینیت کا باعث بن رہے ہیں جبکہ دوسری طرف اسلام میں کئی باتیں اس دین کو سچا تسلیم کرنے کے بعد ہی سمجھی اور سمجھائی جاسکتی ہیں۔ ①

[عبدالقادر پکارڈ]
(Abdul Qadir Pickard)

امریکہ میں اسلام

ابھی چند روز قبل میں نے تقریباً چودہ افراد پر مشتمل ''Toastmasters Club'' (دعوتِ عشائیہ کے صدور کا کلب) کے ایک گروپ سے خطاب کیا جن میں سے بیشتر افراد اسلام سے بالکل نا آشنا تھے۔ اس طرح مجھے اپنے تصوّر اسلام اور امریکہ میں اسلام کے مستقبل پر روشنی ڈالنے کا موقع نصیب ہوا۔ میرے خطاب کے اس خلاصے سے ان شاء اللہ آپ کو کار آمد اور فکر انگیز نکات حاصل ہوں گے۔ خلاصہ درج ذیل ہے:

اسلام کے معنی ہیں '' اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا'' اور مسلمان وہ لوگ ہیں جو اللہ کی اطاعت کرنے کا اقرار کرتے ہیں لیکن اسلام محض ایک تصور ہے نہ محض ایک مذہب کا نام ہے بلکہ یہ ایک مکمل طرزِ حیات ہے۔ میں نے سنا ہے کہ اسلام دنیا کا دوسرا بڑا مذہب ہے۔ ایک امریکی ہونے کی حیثیت سے مجھے یہ بات حیرت انگیز لگتی ہے۔ حال ہی میں مسلمانوں نے اس ملک میں ایک نمایاں سماجی حیثیت حاصل کی ہے۔

آخر کیوں؟ اس سوال کا جواب ہمیں تاریخ سے مل سکتا ہے۔ اسلام میں جو اہم واقعات رونما ہوئے ہیں اُن سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام کو حال ہی میں امریکہ میں فروغ کیوں کر حاصل ہوا؟

① اسلامک ریویو اگست 1940ء ج:28، ش:8، ص:283-285

نبیٔ اکرم ﷺ دنیا میں اللہ کا پیغام لے کر آئے تو اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد پوری دنیا میں اسلام تیزی سے پھیلنے لگا۔ اس دور کے عیسائی اسلام سے ڈرتے تھے کیونکہ وہ اسلام کو سمجھ نہیں سکتے تھے۔ شاید وہ سب سے زیادہ اس بات سے ڈرتے تھے کہ اسلام نہ صرف آزادی سے سوچنے اور اہلِ اقتدار پر تنقید کرنے کی اجازت دیتا ہے بلکہ اگر اہلِ اقتدار میں سے کوئی غلط کام کرے تو اس کے خلاف بآواز بلند مزاحمت کرنے کا حکم بھی دیتا ہے۔

غالباً عیسائیوں نے اسی وجہ سے اسلام کو مخالفت کی نظر سے دیکھا کہ اُنہیں یہ ڈر تھا کہ لوگوں کو سوچ کی آزادی مل گئی تو اُنہیں قابو میں رکھنا ممکن نہیں رہے گا۔ وہ اس حقیقت سے ناآشنا رہے کہ اسلام عیسائیوں یا یہودیوں کا مخالف نہیں بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بائبل میں مذکور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو اللہ کے سچے پیغمبر سمجھتا ہے۔ اصل وجہ جو بھی ہو، عیسائیت اور اسلام کے درمیان ایک بڑی نظریاتی دیوار حائل ہوگئی اور آج بھی کسی حد تک یہ دیوار قائم ہے۔

دنیا میں آج اسلام کی صورتِ حال کے متعلق ستم ظریفی یہ ہے کہ مسلمانوں کو ایک پسماندہ قوم سمجھا جاتا ہے جبکہ ابتدائی دور کے بہت سے مسلمان عالم و فاضل اور سائنس دان تھے۔ اسلام کے سائے تلے طب، علم نجوم، ریاضی اور سائنس کی دوسری شاخوں میں بہت ترقی ہوئی جس کا مقابلہ اُس دور کی کوئی اور قوم نہ کرسکی۔

کچھ عیسائی علماء نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر مسلمان علماء کی کتابیں پڑھیں کیونکہ عیسائیت کی نظریاتی سخت گیری نئے افکار کی سخت مخالف تھی۔ بہرصورت بعض وجوہات کی بنا پر مسلمان معاشرے کے لوگوں نے مغربی سائنسی ترقی پر مزید تحقیق کا کام نہ کیا۔ کم از کم بظاہر یہی نظر آتا ہے اور شاید مغربی کلچر کے خوف نے مسلمانوں کو امریکہ سے دُور ہی رکھا جبکہ مغرب (یورپ) کے اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں والے افراد امریکہ جا بسے۔

دیر ہی سے سہی مگر اب اسلام امریکہ میں قدم رکھ رہا ہے۔ ایک امریکی مسلمان ہونے کے باعث مجھے فخر ہے کہ میں امریکہ کی اورنج کاؤنٹی (Orange County) میں لاس اینجلز (Los Angeles) کے مسلم معاشرے کا ایک فرد ہوں۔ ہم سب اس ملک میں خلوصِ دل سے

ایک صحیح معنوں میں اسلامی معاشرہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارے ہاں اسلامک سنٹرز کی تعداد بڑھ رہی ہے جن میں بڑی تعداد میں مسلمان شمولیت کر رہے ہیں۔ امریکہ کا ایک مقامی مسلمان ہونے کی وجہ سے میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ خصوصی کرم ہے کہ اُس نے مسلمانوں کو یہاں بھیج دیا۔ شاید اللہ تعالیٰ اسلام کو آزادی کے اس ماحول میں پھلنے پھولنے کے لیے لایا ہے جس میں ہم رہتے ہیں۔

مجھے اپنی جگہ خوشی ہے اور فخر بھی کہ میں امریکہ میں ایک مسلمان کی حیثیت سے ہوں۔ ①

[ابو بدر صدیق، سابق سڈنی ہوئیٹ]

(Abu Badr Siddiq, Former Sidney Hoyt)

اسلام پر میرا ایمان

[''اسلام پر میرا ایمان'' (My Belief in Islam) اُس خط کا عنوان ہے جو علی احمد نود (Knud) نے حج پر روانگی سے قبل لندن میں حجاز کے سفیر کو لکھا۔ علی احمد نوجوان مسلم صحافی تھے۔ اُن کا یہ خط اسلامک ریویو جولائی 1933ء کی جلد: 21، شمارہ: 7 کے صفحات 221 تا 227 پر شائع ہوا۔ ہمیں خوشی ہے کہ ہم یہاں مسٹر علی احمد کا ایک مضمون ''میں مسلمان کیوں ہوا؟'' (Why I Became a Muslim) شائع کر رہے ہیں جو اسلامک ریویو بابت اکتوبر 1931ء، جلد: 19، شمارہ: 10 کے صفحات 345 تا 349 پر شائع ہوا۔ (ایڈیٹر)]

میں اس خط کے ذریعے سے حجازِ مقدس جانے کی اجازت چاہتا ہوں اور اجازت کے حصول کے لیے میں اپنے بارے میں ضروری معلومات فراہم کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

میری عمر 29 سال ہے۔ میں 22 اپریل 1902ء کو ڈنمارک کے شہر ہورسنز (Horsens) میں پیدا ہوا۔ ملک کے رواج کے مطابق مجھے شیر خوارگی ہی میں بپتسمہ دلا کر مذہب عیسائیت سے وابستہ کر دیا گیا اور میری پرورش عیسائیت کے فرقہ پروٹسٹنٹ کے اصولوں پر کی گئی۔ 20 سال کی عمر میں اپنی تعلیم مکمل کر کے میں شعبۂ صحافت میں آ گیا اور اس حیثیت میں مجھے بطور کچھ دلچسپ سفر کرنے پڑے۔

① یقین انٹرنیشنل، 17 / اپریل 1986ء ج:34، ش:23، ص:275، 276

1922ء میں، میں پولینڈ چلا گیا جہاں اس وقت روس اور پولینڈ کی جنگ جاری تھی۔ وہاں مجھے کوپن ہیگن (ڈنمارک) کے ایک اہم اخبار ''دی پولیٹیکن'' (The Politiken) کا نامہ نگار مقرر کیا گیا۔ 1923ء میں میں آئرلینڈ، سکاٹ لینڈ اور آئس لینڈ گیا اور 1924ء کے موسم گرما میں لیپ لینڈ (شمالی ناروے) پہنچا جہاں سے دو اخبارات کوپن ہیگن کے The Nationaltidende اور فن لینڈ کے Helsingi Sonomat کا نمائندہ مقرر ہو گیا۔

1924ء کے موسم خزاں میں، میں مراکش چلا گیا جہاں میں نے عبدالکریم کی جنگوں کا حال قلمبند کیا۔① اس سفر کے دوران میں، میں نے ایک کتاب بھی لکھی مگر میرے آج کے خیالات و نظریات اُن خیالات و نظریات سے بالکل مختلف ہیں جن کا اظہار میں نے اُس کتاب میں کیا تھا۔ بات یہ تھی کہ میں پہلی بار مراکش گیا تھا اور جو کچھ وہاں ہو رہا تھا اُسے پوری طرح سمجھ نہ سکا۔ پھر بھی مجھے مشرقی ممالک سے دلچسپی تھی اور 1925ء کا تقریباً پورا سال میں ترکی، شام، فلسطین، عراق اور ایران میں پھرتا رہا۔ اس دوران میں کوپن ہیگن کے اخبار The Nationaltidende کے لیے باقاعدہ مقالات لکھتا رہا۔

1926ء میں، میں کوپن ہیگن کے ایک اخبار کا ایڈیٹر مقرر ہوا، 1927ء میں شادی کر لی اور بیوی کے ساتھ البانیہ کا سفر کیا۔ اسی سال میری اسلام میں دلچسپی شروع ہوئی، اگرچہ یہ دلچسپی، جیسا کہ آپ اس خط کے بعد والے بیان میں پڑھیں گے، اگلے دو سال تک کئی شدید آزمائشوں کا شکار رہی۔

میں 1927ء میں اپنی بیوی کے ہمراہ عربی سیکھنے کے لیے مراکش گیا۔ وہاں ہماری بچی پیدا ہوئی جو آج کل اپنی ماں کے پاس ڈنمارک میں رہتی ہے۔ مراکش میں، میں تقریباً دو سال رہا۔ اس کے بعد ہم ڈنمارک واپس آ گئے۔ پھر میں لندن روانہ ہو گیا جبکہ میری بیوی گھر میں میرے

---

① 1904ء میں فرانسیسی اور ہسپانوی سامراجیوں نے مراکش کو باہم بانٹ لیا تھا اور امیر عبدالکریم ریفی مراکش کی آزادی کے لیے فرانسیسی و ہسپانوی سامراج کے خلاف جہاد کر رہے تھے۔ (م ف)

والدین کے پاس رہی۔ اب کسی بیرونی اثر یا محرک کے بغیر میں نے اپنے دل کی خواہش پر اسلام قبول کرنے کا تہیّہ کر لیا تھا' چنانچہ لندن کی مسجد میں کلمہ طیّبہ پر مبنی اقرار نامے پر دستخط کر کے اسلام قبول کر لیا۔ اس وقت تک میں اسلام پر مختلف تحریریں پڑھ چکا تھا۔ امام غزالی رحمہ اللہ کی ان کتابوں کی وساطت سے جن کے ترجمے یورپ میں موجود ہیں' میں اسلام سے واقفیت حاصل کر چکا تھا۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی مفکرین اسلام کے افکار کا مطالعہ کر لیا تھا۔ لیکن اس سفر کے آخری مراحل میں جا کر مجھے صحیح معنوں میں اسلام کی حقیقت کا پتہ چلا جو کہ میرے اخلاقی ارتقا کے لیے ضروری تھی۔ اس سفر میں مجھے دل و جان سے اسلام سے محبت نصیب ہوئی جو ان شاء اللہ ہمیشہ میرے دل میں رہے گی۔ تب سے لے کر اب تک میرے لیے سب سے پہلی ترجیح میرا دین ہے اور اگر اللہ نے چاہا تو میری زندگی اللہ کے اس دین کے لیے ہمیشہ وقف رہے گی۔ مجھے اپنے اس عزم سے بھی بہت محبت ہے۔ یہاں میں اس سفر کے حوالے سے کچھ تفصیل عرض کرنے لگا ہوں تا کہ آپ کو اندازہ ہو سکے کہ اس میں ایسی کون سی بات ہوئی جس کی بنا پر اس سفر سے میں بالکل ایک نیا انسان بن کر لوٹا۔

مارچ 1930ء کے وسط میں، میں اپنی کار میں اٹلی کے ٹریپولی ٹینیا (Tripolitania) یعنی طرابلس کے قلعے سے صحرا میں واقع ایک دوسرے قلعے کی طرف روانہ ہوا۔ ہم نے تقریباً پانچ سو کلومیٹر کا سفر طے کیا اور دوسرے قلعے میں پہنچنے سے پہلے ہم راستہ بھول گئے۔ گیارہ دن تک میں اور میرا ہم سفر لڑکا پریشانی کے عالم میں صحرا میں بھٹکتے پھرے۔ ہمارے پاس تھوڑا سا پانی تھا اور سوائے ایک خار پُشت (porcupine) کے ہمیں کھانے کو کچھ نہ مل سکا۔ ہمیں گیدڑوں اور لگڑ بھگوں کا بھی ڈر تھا۔ آخری دو دنوں میں تو ہم دونوں بھوک' پیاس' خوف اور تھکاوٹ سے تقریباً پاگل ہو گئے۔ تب مجھے یہ احساس ہوا کہ اپنی تہذیب کے دائرے سے باہر انسان کتنا بے بس اور مجبور ہے۔ ان گیارہ دنوں میں میرے دل میں ایک اللہ پر ایمان پیدا ہو گیا۔ میں نے عہد کیا کہ اگر اللہ نے میری جان بچا لی تو میں اس سے ہمیشہ نیک عمل کرنے کی توفیق طلب کروں گا اور کبھی نیکی کے رستے سے روگردانی نہیں کروں گا۔ اُس وقت میں نے یہ بھی

دیکھا کہ اگرچہ ہمیں بعض صلاحیتیں تو عطا ہوئی ہیں مگر ہمیں جو کچھ بھی ملتا ہے اپنی محنت یا قابلیت سے نہیں بلکہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے عطا ہوتا ہے۔ ہمیں یہ صلاحیتیں اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے میں استعمال کرنی چاہییں' پھر ہوسکتا ہے کہ ہمیں سچی خوشی نصیب ہو جائے۔

اس لمحے کے بعد میں ہمیشہ خوش ہی رہا ہوں اگرچہ زندگی میں اتنی مشکلات بہت کم لوگوں نے دیکھی ہوں گی جتنی میں نے دیکھی ہیں۔ پہاڑی علاقے میں سنّوسی[1] (Senoussis) گروہ نے مجھے قید کر دیا۔ میں نے انہیں حقیقت بتائی کہ میں الحمدللہ مسلمان ہوں۔ پہلے تو انہوں نے مجھ پر شک کیا۔ یہ فطری بات تھی' مگر بالآخر اُنہوں نے میری بات مان لی اور پھر پہاڑوں میں رہنے والے وہ ''باغی لوگ'' جو غالباً میری زندگی میں آنے والے بہترین انسان تھے' مجھے اپنی کہانی سنانے لگے جسے سُن کر میں اتنا متاثر ہوا کہ مجھے اپنے یورپی ہونے پر شرم محسوس ہونے لگی۔ یقین کیجیے کہ اگرچہ وہ لوگ پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس تھے' غریب اور فاقہ زدہ تھے' پھر بھی انہوں نے مجھے ہر چیز میں حصہ دار بنا لیا۔ اِن ہمدردوں اور اُن عمدہ لباس میں ملبوس درندہ صفت عیسائی افسروں میں کتنا فرق تھا جن سے مجھے بعد میں واسطہ پڑا۔ ان سنّوسیوں سے رخصت ہو کر میں اٹلی والوں سے ملا۔ اُنہوں نے مجھ سے ان عربوں کے بارے میں پوچھا مگر میں نے بتانے سے صاف انکار کر دیا تو اُنہوں نے مجھے قید کر دیا۔ میں اس قید پر بھی اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اگر مجھے اس طرح قید نہ کیا جاتا تو آج میں اہلِ یورپ کو شمالی افریقہ کے مسلمانوں کے مصائب و آلام کے بارے میں نہ بتا سکتا۔ اس قید سے رہائی کے بعد میں مصر گیا اور اپنے مشاہدات اخباروں میں بیان کرنے لگا۔ اٹلی کی حکومت مجھے اس کام سے روکنا چاہتی تھی اور جب میں اٹلی کے متوقع حملے کے خلاف نخلستان کفرا (Cafra) کے لوگوں کی مدد کرنے جا رہا تھا تو مصر کی حکومت نے مجھے گرفتار کر لیا کیونکہ قاہرہ میں اٹلی کے سفیر نے میرے بارے میں

---

[1] 1911ء میں اٹلی نے لیبیا پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس استعماری قبضے کے خلاف سیّد علی سنّوسی اور ان کے سپہ سالار عمر المختار نے برسوں جہاد کیا۔ آخر کار اطالویوں نے عمر المختار کو گرفتار کر کے پھانسی دے کر شہید کر دیا۔ (م ف)

غلط بیانی کرتے ہوئے ان سے کہا تھا کہ میں روسی اشترا کی تحریک کا رُکن ہوں۔ تاہم میں نے آسانی سے یہ ثابت کر دیا کہ مجھ پر یہ الزام بے بنیاد ہے۔ پھر میں نے مصریوں سے کہا کہ مجھے کفرا جانے کی اجازت دی جائے مگر انہوں نے اجازت دینے سے انکار کر دیا اور بالآخر اس سال کے آغاز میں اطالویوں نے ایک خوفناک کارروائی کر کے کفرا پر قبضہ کر لیا۔

اب میں کوپن ہیگن چلا گیا اور ایک سلسلۂ مضامین میں شمالی افریقہ پر استعماری قبضے کے بارے میں حقائق منظر عام پر لے آیا۔ اسی دور میں' میں نے اپنی کتاب (The Desert Burns) ''صحرا جل رہا ہے'' بھی لکھی جس کی ایک جلد میں نے ووکنگ (Woking) کی مسجد میں بھجوائی ہے۔ چند ماہ میں یہ کتاب ڈنمارک کی زبان کے علاوہ دوسری زبانوں میں بھی چھپ جائے گی کیونکہ میری کوشش یہ ہے کہ اس معاملے کے تمام حقائق دنیا کے علم میں آ جائیں۔ اس کتاب کے تعارف کے طور پر میں اس کے دیباچے سے چند سطور کا ترجمہ ذیل میں دے رہا ہوں:

''1931ء کے آغاز میں اطالویوں نے حبشی فوجوں کے ساتھ مل کر' جنہیں سائرینیکا (Cyrenaica)[1] میں بلوایا گیا تھا' کفرا کے نخلستان پر قبضہ کر لیا جو کہ صحرائے لیبیا کے جنوبی حصے میں واقع ہے۔ مٹھی بھر عربوں کو جنہوں نے گزشتہ بیس سال میں اپنے دین اور اپنے وطن کا حیرت انگیز طریقے سے دفاع کیا تھا' بالآخر اطالوی مشین گنوں کی بے رحم بوچھاڑ کے آگے ہتھیار ڈالنے پڑے۔ یہ مشین گنیں جو مطرالیوز (Miterailleuse) کہلاتی ہیں، آج کل ایک مہذب قوم آزاد رہنے پر مُصر ایک قوم کو زیر کرنے کے لیے انہیں استعمال کرتی ہے۔''

اس معاملے کے بارے میں روم سے آنے والے ایک تار میں درج مختصر پیغام کے سوا جس میں صرف یہ لکھا تھا کہ ''ہماری فوجوں نے کفرا پر قبضہ کر لیا ہے'' باقی ماندہ یورپ کو کچھ علم نہ تھا۔ یورپ کو اس معاملے کے بارے میں علم ہوتا بھی کیسے کہ دیارِ مشرق سے آنے والے بہت کم یورپی لوگ وہاں کی مقامی زبان بول سکتے ہیں۔ وہاں سے بیرونِ ملک جانے والے تار

[1] سائرینیکا' لیبیا کا مشرقی علاقہ ہے جو مصر سے متصل ہے۔ (م ف)

پیغامات اطالوی سفارتی ضوابط کے پابند ہوتے ہیں۔ وہ ہمیں اس علاقے میں کسی یورپی پر ''باغیوں'' کے حملے کی خبر تو دیتے ہیں مگر یہ نہیں بتاتے کہ یہ حملے کیوں ہوتے ہیں؟ یہ نہیں بتاتے کہ پُرامن عرب لوگ جن کا دین انہیں صبر، تحمل اور سادگی سکھاتا ہے، باغی کیوں ہوجاتے ہیں؟ اس کتاب میں یہی باتیں بتائی جائیں گی۔ کتاب سائرینیکا کا منظر پیش کرتی ہے۔ اس وقت یہی ملک سب سے زیادہ توجہ اور دلچسپی کا مرکز ہے۔ یہیں پر اطالویوں نے ہزاروں حبشی عیسائیوں کو اری ٹیریا (Eriterea) سے لاکر آباد کیا ہے۔ وہ اپنے سینے پر صلیب کی علامت لگاتے ہیں جس کی بنا پر وہ گوری تہذیب کے بلند پایہ علم بردار سمجھے جاتے ہیں۔ یہ کتاب اُس کھوکھلے دعوے کو چیلنج کرتی ہے جو یورپ کی جانب سے اکثر بہ آوازِ بلند کیا جاتا ہے کہ ''ہم یورپ کے لوگ ان وحشیوں کو تہذیب سکھانے پر مامور ہیں اور ان کے ممالک ہماری امان میں ہیں۔''

ڈنمارک میں یہ کتاب بہت مقبول ہوئی اور ڈنمارک سے باہر بھی اسے خاصی پذیرائی ملی۔ میری مخلصانہ خواہش ہے، خواہ حقیقت خدانخواستہ اس کے کتنی ہی برعکس کیوں نہ ہو، یہ کتاب باقی ماندہ یورپ کو بھی اس طرف متوجہ کرے گی۔ اگر یورپ صرف اتنی بات سمجھ جائے کہ اسلام کیا ہے تو میرا مقصد حاصل ہوجائے گا۔ اس کتاب پر اخباری تبصرے ملاحظہ فرمائیے:

دی پولیٹیکن (The Politiken) کوپن ہیگن لکھتا ہے:

''نود ہولمبو (Knud Holmboe) ایک مسلمان ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے لہٰذا پڑھنے والوں کو ان کے مسلمان ہونے سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ اگرچہ ایسے تیز طرار صحافی کا تصور بہت آسان ہے جو اپنے پیشہ ورانہ فرائض ادا کرتے ہوئے مسلمان ہوجائے اور اپنے مذہب کو ایک لبادے کی طرح اتار کر ایک طرف رکھ دے تاکہ خاص خاص موقعوں پر اسے پہنا جاسکے، مگر مسٹر نود ہولمبو ایسے موقع پرست انسان نہیں ہیں۔ ان کا ایمان اور عمل دونوں اسلام کے عین مطابق ہیں۔ انہیں اپنے موقف کے بارے میں ذرا سا بھی شک وشبہ نہیں ہے۔ وہ اللہ کو اپنا رہنما مانتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس کتاب میں ایک کشش ہے اور ہم ان کی باتوں پر یقین کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ہم ان کے ہم سفر بن جاتے ہیں۔ بلاشبہ شمالی افریقہ میں مرابطی پیشواؤں اور

شیوخ کی پرستش کی جاتی ہے لیکن یہ تعلیمات اسلام کے سراسر منافی ہے، جیسا کہ نود ہولمبو ہمیں بتاتے ہیں کہ اسلام میں عبادت صرف ایک اللہ ہی کی جائز ہے۔''

سویڈن کے اخبار ''گوٹ برگ ہینڈلس'' نے لکھا ہے:

''ان (نود ہولمبو) کا دل کی گہرائیوں سے یہ یقین ہے کہ مستقبل صرف اسلام کا ہے کیونکہ عیسائیت ناکام ہوگئی ہے۔ اگر ان سے پوچھیں کہ وہ مسلمان کیوں ہوئے؟ تو اس سوال کا جواب اس کتاب میں موجود ہے۔ وہ کہتے ہیں:

''مجھے یقین ہے کہ انسانیت کو حقیقی مسرت اور اطمینان صرف حضرت محمد ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آسمانی تعلیمات پر عمل کر کے ہی نصیب ہوسکتا ہے۔ عیسائیت پر ایسے متعصبانہ نظریات کا غلبہ ہے جو میری سمجھ میں آتے ہیں نہ مجھے ان کی ضرورت کا کوئی جواز نظر آتا ہے جبکہ اسلام خود زندگی ہے۔ عیسائیت مٹ جائے گی کیونکہ اس کی کوئی ٹھوس بنیاد موجود نہیں۔ اسلام ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ ایک مسلمان کی رائے میں ترقی صرف انسان کے خارجی وجود کی ترقی ہی نہیں۔ ترقی تہذیب میں مضمر ہے نہ فنی اور سائنسی پیش رفت میں بلکہ مادی دنیا کی ہر طرح کی غلامی سے انسانی روح کی آزادی ہی اصل ترقی ہے۔ نود ہولمبو بتاتے ہیں کہ اسلام اسی کا نام ہے اور یہ کتاب پڑھنے کے بعد ہمیں بھی اپنی نام نہاد تہذیب کی ترقی مشکوک نظر آتی ہے۔''

میں نے یہاں آپ کو اپنے قبول اسلام کے خارجی اسباب کے بارے میں بتایا ہے۔ داخلی اسباب کو بیان کرنا میرے بس میں نہیں۔ میں آپ کو صرف یہ بتا سکتا ہوں کہ اسلام پر میرا پختہ ایمان ہے اور اگر اللہ مجھے گمراہ ہونے سے بچالے تو یہ ایمان کبھی متزلزل نہیں ہوگا۔ میرے خیال میں انسانیت کے مستقبل کے بارے میں دو امکانات ہیں:

- روس جیسی دہریت جہاں مشینیں خدا سمجھی جاتی ہیں اور جہاں لوگوں کی تمام تر ذہنی ترقی کے باوجود بالآخر ہر چیز کی تباہی یقینی ہے۔[1]

---

[1] روس میں نومبر 1917ء میں کمیونسٹ انقلاب آیا اور دہریت رائج ہوئی۔ 1949ء میں کمیونسٹ روس ایٹمی طاقت اور سپر پاور بن گیا۔ آخر کار دسمبر 1991ء میں سوویت یونین (کمیونسٹ روس) کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔ (م ف)

- اسلام جو میرے ایمان کے مطابق خالص توحید (اللہ واحد پر ایمان) ہے، جس کے بارے میں قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ یہی وہ راستہ ہے جس سے انسان رب تعالیٰ کے رُوبرو جا کر جنت حاصل کرسکتا ہے۔ اس لیے میرا درج ذیل باتوں پر کامل ایمان ہے:
- اللہ کی وحدانیت پر ایمان جیسا کہ سورۃ الاخلاص میں مذکور ہے۔
- حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر اور حامل قرآن ہونے پر ایمان کہ ان پر اللہ کی طرف سے قرآن نازل ہوا جس کی تعلیمات ہی بنی نوع انسان کو حقیقی خوشی سے ہم کنار کرسکتی ہیں بشرطیکہ وہ ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے۔
- پانچ وقت کی نماز پر ایمان یعنی اللہ کی طرف کامل توجہ جس کی پابندی انسان کو نیک اور پاکیزہ زندگی گزارنے کے قابل بناتی ہے۔
- ہر قسم کی نشہ آور چیزوں کی ممانعت پر ایمان کیونکہ اللہ نے جسم کو رُوح کا مسکن بنایا ہے لہٰذا اس کی صحت کو برقرار رکھنا ہمارا فرض ہے۔
- حج کے رُکن اسلام ہونے پر ایمان جو بڑے سے بڑے معزز اور صاحب اقتدار انسان کو بھی رُوح کی پاکیزگی کے لیے سادہ زندگی اپنانے پر مجبور کر دیتا ہے۔
- اللہ کے بھیجے ہوئے تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان مگر چونکہ قرآن سے پہلے نازل شدہ آسمانی کتابوں اور صحف میں انسانی ہاتھوں نے تحریف کر دی ہے، لہٰذا اب قرآن حکیم ہی انسانیت کے لیے واحد اور آخری رہنما کتاب ہے۔

ان تمام باتوں پر میرا ایمان ہے اور میرا یہ مصمم ارادہ ہے کہ اپنی عملی زندگی میں احکام الٰہی کی پابندی کرنے کی پوری کوشش کروں گا اور اس پابندی سے مجھے جو رُوحانی نور عطا ہوگا اس سے دُکھی انسانیت کو حق سے آگاہ کرتا رہوں گا۔

محترم قارئین! میں نے چند سطور میں یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ میں کیونکر مسلمان ہوا۔ آپ چونکہ میرے مسلمان بھائی ہیں لہٰذا مجھے امید ہے کہ آپ میری یہ بات سمجھ جائیں

گے کہ میرے نزدیک صرف اسلام ہی حتمی صداقت اور سچائی ہے۔ میرے شعبۂ صحافت سے وابستہ ہونے اور کتابوں کا مصنف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان وسائل کے ذریعے سے میں اپنے مسلمان بھائیوں کے دُکھوں میں اُن کی مدد کرسکوں گا۔

[علی احمد نود ہولمبو]

(Ali Ahmad Knud Holmboe)

میں مسلمان کیوں ہوا؟

[مسٹر ہولمبو(Mr.Holmboe)' ڈنمارک کے رہنے والے ہیں اور اپنے ملک کے ایک نامور صحافی ہیں۔ وہ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں سے تازہ ترین کتاب اورکینن بریندڑر (Orkenen Braender) 1931ء میں کوپن ہیگن کے ناشر سی اے رائٹزلز فورلاگ (C.A.Reitzels Forlag) نے شائع کی ہے۔ ڈنمارک کے پریس نے اس کتاب کو بہت سراہا۔ یہ کتاب اہلِ یورپ کے اس جھوٹے دعوے کو بے نقاب کرتی ہے جو ''وحشیوں کو تہذیب وثقافت سکھانے'' کے بہانے مشرقی ممالک کو اپنے قبضے میں رکھنا چاہتے ہیں۔ ہم اس رسالے کے کسی آئندہ شمارے میں اس مضمون کے مصنف کا مکمل تعارف مع تصویر چھاپنے کا اعزاز بھی حاصل کریں گے۔ قارئین کی دلچسپی کے لیے اطلاعاً عرض ہے کہ مسٹر ہولمبو آج کل عمّان (ٹرانس جارڈن یعنی شرقِ اردن)[1] میں ہیں اور وہاں 1932ء کے حج کے لیے حجاز مقدس جانے کی خاطر ویزے کے حصول کے منتظر ہیں۔ (مدیر: اسلامک ریویو)]

اسلام کے حُسن سے میں پہلی مرتبہ القدس میں متاثر ہوا۔ اس سے پہلے اسلام کے متعلق میرا علم وہی کچھ تھا جو تقریباً تمام یورپ میں پڑھایا جارہا ہے کہ خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ نے (نعوذ باللہ) عیسائیت اور یہودیت کا چربہ اتارا ہے اور جس دین کی بنیاد آپ نے رکھی وہ ایک وحشیانہ اور جاہلانہ مذہب ہے جس کا مقصد بے چارے عیسائیوں بالخصوص آرمینیا کے لوگوں کا قتل عام ہے۔

---

① شرق اردن' برطانیہ کے تسلّط سے 1946ء میں آزاد ہوا۔ پہلی عرب اسرائیل جنگ (1948ء) میں غرب اردن (مغربی کنارہ) کے انضمام سے وہ صرف ''اردن'' کہلانے لگا۔ اگرچہ غرب اردن کا فلسطینی علاقہ اور بیت المقدس اسرائیل نے جون 1967ء کی جنگ میں چھین لیے مگر وہ بدستور اردن کہلاتا ہے۔ (م ف)

تقریباً پانچ سال قبل میں یروشلم گیا جبکہ میں اُس مذہبی ارتقاء کی شورش سے گزر چکا تھا جو تمام یورپ میں برپا تھی۔ بچپن ہی میں، میں سکول میں دی جانے والی عیسائیت کی تعلیم کے بارے میں شکوک وشبہات میں مبتلا ہو چکا تھا جس میں بتایا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے نجات دہندہ تھے اور صلیب پر اُن کی موت ہمارے گناہوں کا کفارہ تھی۔ مجھ سے غلطی یہ ہوئی اور جو اکثر ہوتی ہے کہ میں لفظ عیسائیت کو مذہب کا ہم معنی سمجھنے لگا اور خاصے عرصے تک زندگی کے بارے میں میرے خیالات مکمل طور پر منفی رہے۔ ایک پُرخلوص انسان' بلکہ شاید کوئی بھی انسان مذہب کے بغیر مستقل گزارہ نہیں کرسکتا۔ دوسرے لفظوں میں اُسے اپنے اعمال کے لیے کسی اخلاقی بنیاد یا جواز کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں نے حق کی جستجو کی اور رومن کیتھولک چرچ میں عبادت سے متعلقہ موسیقی اور آرٹ سے بہت متاثر بھی ہوا۔ تقریباً یہی زمانہ تھا جب میں یروشلم آیا۔

گولگوتھا (Golgotha) کے مقدس ہیولے (Holy Sepulchre) کے چرچ میں ایسٹر (Easter) کا تہوار منایا جارہا تھا۔ یہ چرچ ایک تنگ زینہ دار چبوترے پر بنا ہوا ہے اور یونانی اور رومن کیتھولک پادریوں نے اسے تقسیم کررکھا ہے۔ ایسٹر کا بڑا اجتماع ہونے والا تھا۔ دنیا بھر سے لوگ گولگوتھا میں اس دعائیہ اجتماع میں شرکت کے لیے آئے ہوئے تھے۔ پھر یہ اجتماع شروع ہوا اور بہت جلد یونانی اور رومن پادریوں کے درمیان زبردست زور آزمائی شروع ہو گئی۔ مخصوص مذہبی چغوں اور عباؤں میں ملبوس علماء مشتعل بوڑھی عورتوں کی طرح آپس میں لڑ رہے تھے۔ کرسیوں کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جارہا تھا اور انتہائی گھٹیا بازاری زبان کا برسرعام بآواز بلند استعمال ہو رہا تھا۔ ایک کونے میں ایک پادری' جو یورپی علاقہ کارپیتھین (Carpathians) سے تعلق رکھتا تھا' تسبیح پر کچھ پڑھ رہا تھا۔ دیوار پر ایک شیشے کے مرتبان میں میڈونا (حضرت مریم) کا مسکراتا ہوا مجسمہ رکھا تھا۔ اس نے چمکدار موتیوں والی کلائی کی گھڑی پہن رکھی تھی اور چند سال پہلے اُسے (فرانسیسی تمغۂ جرأت) French Croix de Guerre

سے سجایا گیا تھا۔

اُس وقت میں یہ سمجھ گیا کہ عیسائیت کے بارے میں جو کچھ میں جانتا ہوں اُس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس میں سچے دین والی کوئی خوبی موجود نہیں۔ علامت کے طور پر یوں کہا جا سکتا ہے کہ ایک سرخ سی لکیر جو تمام مذاہب کو آپس میں مربوط کرتی ہے' وہ عیسائیت میں غائب تھی اور وہ عظیم انسان جنہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہا جاتا ہے اگر آج موجود ہوتے تو وہ عیسائی ہرگز نہ ہوتے۔

میں تقریباً مایوس ہو گیا۔ ایک دفعہ پھر میں شدید شکوک وشبہات اور پریشانی کا شکار ہو گیا۔ چرچ سے باہر آ کر میں مسجد عمر میں آ گیا۔ اس مسجد میں مکمل سکون تھا۔ یہاں کوئی پادری آپس میں لڑ رہے تھے نہ مخصوص خطبات سنا رہے تھے۔ روٹی اور شراب کو معبود بنا رہے تھے نہ یہاں وہ موسیقی تھی جو دلوں کو مسحور کر کے ہوش وخرد سے بیگانہ کر دیتی ہے۔ میں ایک کونے میں کھڑا ہو کر دیکھنے لگا۔ مسلمان ایک ایک کر کے مسجد میں داخل ہوتے' دروازے کے قریب اپنے جوتے اتار دیتے اور مکہ (خانہ کعبہ) کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرنے لگتے۔ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خوبصورتی سے تراشا ہوا کوئی مجسمہ نہ تھا بلکہ انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے اکیلا حاضر ہوتا تھا جس کی رحمت کی روشنی سب کے دلوں کو منوّر کر دیتی ہے۔

یہ دیکھ کر مجھ پر بہت گہرا اثر ہوا اور اسلام کے بارے میں میرے خیالات تبدیل ہونے لگے۔ چند روز بعد میں اپنے دوست مسلمان معلم عادل جابر سے ملنے القدس گیا اور اُس سے قرآنِ حکیم کا راڈویل (Rodwell) کا انگریزی ترجمہ عاریتاً لے لیا مگر مجھے یہ سمجھنے میں مشکل لگا۔ تب مجھے یہ علم نہ تھا کہ عربی زبان کا ترجمہ زبان دانوں کے بس کی بات نہیں بلکہ صرف وہ مترجم جو اس زبان کے بے پناہ حُسن کو سمجھ سکتا ہو وہی ترجمے میں اس کی ایک ہلکی سی جھلک دکھا سکتا ہے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بظاہر اُمّی تھے اور انہوں نے پڑھنا لکھنا نہیں سیکھا تھا مگر اللہ کی جانب سے ہدایت کے نُور نے آپ کو انتہائی شدت سے متاثر کیا حتیٰ کہ آپ نے اللہ کی طرف سے عطا ہونے والی سچائی سے پوری دنیا کو آگاہ کرنے کا تہیّہ کر لیا۔ آپ پر قرآن حکیم کی آیتیں بذریعہ

وحی مسلسل نازل ہوتی گئیں اور آپ انہیں پڑھ کر لوگوں کو سناتے رہے۔ پھر میں نے عربی زبان سیکھنا شروع کی اور یہی راستہ مجھے اسلام تک لے آیا۔

سپینی مراکش میں زوین (Xauen) نامی شہر ایک پہاڑ پر واقع ہے۔ ایک دن جب میں تہذیبِ مغرب اور اس کی لائی ہوئی سطحی زندگی سے تنگ آ گیا تو میں وہاں کی ایک مسجد میں چلا گیا۔ وہاں فرش پر ایک خشک گھاس کی بنی ہوئی چٹائی بچھی تھی۔ پہلے تو میں اکیلا تھا، پھر ایک معمر بزرگ وہاں آ گئے۔ اُن کے کپڑے پھٹے پرانے تھے اور وہ بیمار بھی لگتے تھے مگر چہرے پر نور تھا۔ اُنہوں نے ایک لمحہ میری طرف دیکھا اور پھر میرے پاس آ کر مصافحہ کیا اور کہنے لگے: ''آپ یہاں کے رہنے والے نہیں لگتے' آپ مسجد میں کیسے آئے ہیں؟'' میں نے جواب دیا کہ یہ تو میں خود بھی نہیں جانتا' مگر مسجد میں آ کر مجھے سکون سا محسوس ہوتا ہے۔ میں نے اُن سے کہا کہ مجھے اسلام کے بارے میں کچھ بتائیں۔

اُنہوں نے پوچھا: ''آپ جانتے ہیں کہ اللہ کون ہے؟'' میں نے نفی میں سر ہلایا۔ وہ کہنے لگے: ''اگر تمام مذاہب کمال کو پہنچ جائیں تو بھی اللہ کی حقیقت کو جزوی طور پر ہی سمجھ سکتے ہیں، حتی کہ جب انبیاء اور فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت کا تھوڑا سا مشاہدہ کیا تو اُن کے دل بھی پگھل گئے۔ آپ کا مذہب کون سا ہے؟'' میں نے جواب دیا: ''میرا کوئی مذہب نہیں۔''

انہوں نے بڑی سنجیدگی سے مجھے دیکھا' میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور بات جاری رکھتے ہوئے کہا: ''بیرون ملک سے آنے والے بہت کم لوگ اسلام کو سمجھ سکتے ہیں۔ خاص طور پر آپ یورپی لوگ جو تہذیب اور مادی ترقی کو ہی مقصدِ حیات سمجھتے ہیں' اسلام کو بہت کم سمجھتے ہیں۔ اور یہ بڑی بدنصیبی ہے' لہٰذا اللہ کا سیدھا راستہ تلاش کریں کہ اسی راستے سے آپ اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان ہستی کا قرب حاصل کر سکتے ہیں۔ اور وہ راستہ اسلام ہے۔''

میں نے پوچھا ''عیسائیت' ہندومت یا دنیا کا کوئی اور مذہب کیوں نہیں؟''

بزرگ مسکرا کر کہنے لگے: ''ہر مذہب میں کچھ نہ کچھ سچائی ہوتی ہے مگر عیسائیت اللہ تعالیٰ سے مسلسل دور ہوتی جا رہی ہے کیونکہ اس نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا مان لیا ہے اور انسان اور حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان پادری کو حائل کر دیا ہے۔ عیسائیت انسان کو اس کی تمام ذمے داریوں سے یہ تعلیم دے کر مبرا کر دیتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی اس کے نجات دہندہ ہیں جو اس کے لیے مصلوب ہو گئے ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ قرآن بھی کہتا ہے، کسی نئے دین کی تعلیم نہیں دیتے بلکہ معاصر مذاہب میں سے بنیادی باتیں لے کر اُن کی تعلیم دیتے ہیں کیونکہ دوسرے مذاہب بنیادی باتوں کو چھوڑ کر انسان کو اللہ عزوجل سے دور لے جا رہے ہیں۔ اسلام ایک ایسا نظریہ ہے جو انسان کو اللہ کے راستے پر چلا کر اس کا قرب دلاتا ہے۔ ہمارے ہاں پادری نہیں ہوتے، مسجدوں میں تصاویر بھی نہیں ہوتیں۔ تصویر سے اللہ عزوجل کو کیسے ظاہر کیا جا سکتا ہے؟ ہم صرف اور صرف اللہ ہی کی عبادت کرتے ہیں (عیسائیوں کی طرح نبی کو الٰہ نہیں مانتے۔'')

''تو پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں؟'' میں نے پوچھا۔ انھوں نے کہا: ''وہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی طرح ایک نبی ہیں، جیسے حضرت عیسیٰ، حضرت موسیٰ، حضرت ابراہیم اور دوسرے ہزاروں انبیاء علیہم السلام تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے اُن منتخب بندوں میں سے ایک تھے جنھوں نے اللہ کی شان کو دیکھا اور پھر اس کے بارے میں تمام دنیا کو علانیہ طور پر مکمل ذمے داری سے آگاہ کیا۔ عیسائیت لوگوں کو اللہ عزوجل سے دور لے جا رہی ہے۔ لوگوں کو یہ بتایا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے نجات دہندہ ہیں جنھوں نے ہماری خاطر جان دے کر ہمارے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا۔ اس طرح لوگوں کو ذمہ داری اور جواب دہی کے احساس سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کی کوئی بات نہیں بتائی بلکہ آپ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود تو کبھی الٰہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ قرآن حکیم میں بارہا ان کے متعلق انھی کی زبانی یہ مفہوم ادا کیا گیا ہے کہ ''میں تو بس (تم جیسا) انسان ہوں۔''[1]

---

[1] علی احمد صاحب کو سہو ہوا ہے کیونکہ ان الفاظ کے ساتھ قرآن پاک میں یہ مفہوم ادا نہیں کیا گیا۔ ہاں! قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبدیت کے متعلق یہ الفاظ ملتے ہیں: ﴿انی عبداللّٰہ﴾ مریم 30/19: ''بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں'' اس سے ان کی بشریت پر استدلال کرنا تو درست ہے لیکن اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مذکورہ الفاظ ثابت کرنا محل نظر ہے۔ (عبدالرحمٰن)

''اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ اپنی روح کی اصلاح ہر شخص پر فرض ہے اور اس کے لیے اسے دن میں پانچ مرتبہ نماز پڑھنی چاہیے تاکہ اس کی روح کو اللہ کا تصور اور اللہ کا راستہ صاف نظر آتا رہے۔ اسی لیے منشیات ممنوع ہیں۔ انسان کو چاہیے کہ وہ ایک ماہ (رمضان میں) روزے رکھ کر اپنے جسم کو روح کے لیے ایک پاکیزہ ٹھکانا بنائے۔ اسلام اور دوسرے تمام مذاہب میں فرق یہ ہے کہ دوسرے مذاہب کہتے ہیں کہ ایمان کو اعمال کا ذریعہ بناؤ جبکہ اسلام کہتا ہے کہ ایمان عمل ہی سے پیدا ہوتا ہے۔''

چند ماہ بعد میں نے اسلام قبول کر لیا اور میں ان شاء اللہ آخری دم تک اس پر قائم رہوں گا۔ پچھلے سال لیبیا کے صحرا میں میں نے بھوک کے عالم میں پانی کی تھوڑی سی مقدار پاس ہونے کے باوجود اللہ کے فضل و کرم سے گیارہ دن گزار لیے' پھر بھی اللہ پر میرا ایمان متزلزل نہ ہوا۔ کچھ عرصہ بعد میں نے طرابلس اور سائرینیکا (Cyrenaica) میں اطالویوں کے ہاتھوں اپنے مسلمان بھائیوں پر ظالمانہ تشدد اور جارحیت کے ہولناک مناظر دیکھے تو زندگی میں پہلی دفعہ اپنے یورپی ہونے پر شرمندگی سی محسوس ہوئی۔

مجھے امید ہے کہ اسلام کا مستقبل شمالی یورپ میں بالخصوص بہت روشن ہوگا جہاں آج لوگ ایک ایسے مذہب کو ترس رہے ہیں جو انہیں عیسائیت سے زیادہ کچھ دے سکے کیونکہ عیسائیت ہر لحاظ سے ناکام ہو گئی ہے' لہٰذا مستقبل کا دین اسلام کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ بالشوزم (کمیونزم)' سوشلزم (اشتراکیت) اور دوسرے تمام جدید نظریات کے باوجود اسلام ہر سو چھا جائے گا اور یہی انسانوں کو حقیقی خوشی سے آشنا کرے گا اور اسی کی وجہ سے آج کی تمام تر اخلاقی پستی کے باوجود انسانی معاشرہ رہنے کے قابل ہے۔[1]

[علی احمد نود ہولمبو]

(Ali Ahmad Knud Holmboe)

---

[1] اسلامک ریویو' اکتوبر 1931ء' ج:19' ش:10' ص:345-349

اسلام سے میری وابستگی

علم طب سے وابستہ بطور ڈاکٹر اور فرانس کے کیتھولک خاندان کا فرد ہونے کی وجہ سے میرے منتخب پیشے (طب) ہی نے مجھے ایک ٹھوس سائنسی کلچر دیا جس میں تصوف اور روحانیت کی زندگی کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ میرا اللہ پر یقین نہ تھا بلکہ عیسائیت بالخصوص کیتھولک مذہب کے سخت گیر متعصّبانہ نظریات اور رسم و رواج نے مجھے اللہ تعالیٰ کے وجود کا احساس کبھی نہ ہونے دیا۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے بارے میں میرا جو تصور تھا اُس نے مجھے تثلیث اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا ہونے پر ایمان لانے سے روک دیا' یعنی ابھی میں اسلام سے تو ناواقف ہی تھا مگر نادانستہ میرا کلمہ طیبہ کے پہلے حصے ''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه'' پر یقین تھا۔ پس اسلام سے میری وابستگی اولاً مافوق الفطرت وجوہ پر مبنی تھی۔ کچھ اور اسباب نے بھی مجھے اسلام کی طرف راغب کیا' مثلاً کیتھولک پادریوں کے اس دعوے کو تسلیم کرنے سے انکار کہ وہ لوگوں کے گناہ معاف کروا سکتے ہیں۔ میں اُن کی وہ رسم بھی ناپسند کرتا تھا جسے "Communion" (عشائے ربانی کے تبرکات تناول کرنے کی رسم) کہتے ہیں جس میں وہ روٹی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم تصور کرتے ہیں۔ یہ رسم غالباً زمانۂ قدیم کی طوطمی (Totemistic) روایت سے لی گئی ہے جس کے مطابق لوگ اپنے بزرگ کی موت کے بعد اس کا مجسمہ (آٹے وغیرہ سے بنا ہوا) اس خیال سے کھایا کرتے تھے کہ اس طرح اُن میں بھی اُس بزرگ کی سی خوبیاں پیدا ہوں گی۔

ایک اور بات جس نے مجھے عیسائیت سے برگشتہ کر دیا وہ یہ تھی کہ یہ مذہب جسمانی صفائی بالخصوص عبادت کے وقت جسم کی پاکیزگی کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ یہ بات معبود کی توہین کے مترادف ہے کیونکہ جب اس نے ہمیں روح عطا کی ہے تو اس نے جسم بھی عطا فرمایا ہے' لہٰذا اسے بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ اسی طرح انسان کی جسمانی زندگی کے بعض دوسرے پہلوؤں کے بارے میں بھی عیسائیت خاموش ہے جبکہ اس معاملے میں میرے خیال میں اسلام

واحد دین ہے جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔

میرے اسلام قبول کرنے میں بنیادی اور حتمی عنصر میرا مطالعۂ قرآن تھا جو میں نے قبول اسلام سے پہلے ہی شروع کر دیا تھا۔ یہ مطالعہ میں نے مغربی دانشور کے طور پر تنقیدی نظر سے کیا تھا اور میں جناب مالک بنابی (Mr.Malek Bennabi) کا بے حد ممنون ہوں جن کی شاندار کتاب "Le Phenomene Coranique" (حیرت انگیز قرآنی مظاہر) نے مجھے قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا یقین دلایا۔ قرآن حکیم کی کچھ آیات ایسی ہیں کہ اگرچہ وہ 13 صدیوں سے بھی زیادہ عرصہ قبل نازل ہوئیں، مگر وہ انہی نظریات کی تعلیم دیتی ہیں جو آج کی جدید ترین سائنسی تحقیق سکھا رہی ہے۔ اس بات نے مجھے مکمل طور پر تبدیل کر دیا اور مجھے کلمہ طیبہ کے دوسرے جزو "مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ" کی طرف متوجہ کیا۔

اسی وجہ سے میں نے 20 فروری 1953ء کو پیرس کی مسجد میں جا کر اپنے قبول اسلام کا اعلان کیا اور مسجد کے مسلمان مفتی نے میرا نام بطور مسلمان کے درج کر لیا۔ میرا اسلامی نام علی سلمان رکھا گیا۔ میں اپنے دین پر بہت خوش ہوں اور یہ اعلان کرتا ہوں: "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُولُهٗ"①

[ڈاکٹر علی سلمان بینوئیسٹ۔فرانس]

(Dr.Ali Selman Benoist-France)

پروفیسر آرتھر ایلیسن کو کس بات نے قبول اسلام پر آمادہ کیا؟

پروفیسر آرتھر ایلیسن (Arthur Alison) لندن یونیورسٹی میں الیکٹریکل اور الیکٹرانک انجینئرنگ کے شعبے کے سربراہ ہیں۔ آپ کئی سال تک برطانیہ کی سوسائٹی برائے نفسیاتی و روحانی مطالعہ کے صدر رہے۔ مذہب کے مطالعہ کے دوران میں آپ کو اسلام سے واقفیت

① اسلام دی فرسٹ اینڈ فائنل ریلیجن، ص: 121-123

حاصل ہوئی۔ جب آپ نے اسلام کا دوسرے مذاہب وعقائد سے موازنہ کیا تو آپ کو معلوم ہوا کہ یہ آپ کی قلبی فطرت کے عین مطابق ہے اور آپ کی تمام ضروریات پوری کر سکتا ہے۔ آپ کو ''قرآن کی بے مثال طبی حیثیت'' پر 29 ستمبر سے 6 اکتوبر 1985ء تک قاہرہ میں منعقد ہونے والی پہلی اسلامک انٹرنیشنل کانفرنس سے خطاب کی دعوت دی گئی جس کا اہتمام مصری میڈیکل سنڈیکیٹ (Medical Syndicate) نے کیا تھا۔ اس کانفرنس میں آپ نے ایک مقالہ ''نفسیاتی اور روحانی طریقۂ علاج قرآن کریم کی روشنی میں'' پیش کیا اور اس کے علاوہ قرآنِ حکیم کی سورۃ الزمر: آیت نمبر 42 کی روشنی میں نیند اور موت کے موضوع پر بھی ایک مقالہ پیش کیا جو آپ نے ڈاکٹر محمد یحییٰ شرفی کے تعاون سے تیار کیا تھا۔ اس کانفرنس میں جو حقائق پیش کیے گئے اُن سے آپ کی آنکھیں کھل گئیں۔

کانفرنس کے آخری اجلاس میں شیخ الازہر جاد الحق، مصر کے وزیر اوقاف ڈاکٹر محمد احمدی اور ڈاکٹر محمد یحییٰ شرفی بھی شامل ہوئے اور اخباری نمائندوں اور ٹیلی وژن کے نامہ نگاروں کی موجودگی میں پروفیسر آرتھر ایلیسن نے کھڑے ہو کر یہ اعلان کیا کہ اسلام ہی سچا دین ہے جو انسان کی پیدائشی فطرت کے عین مطابق ہے۔ پھر انہوں نے کلمہء شہادت کا اقرار کرتے ہوئے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔

ہفت روزہ ''المسلمون'' لندن کو دیے گئے انٹرویو میں آپ نے اپنے قبولِ اسلام کی داستان بیان کرتے ہوئے کہا:

''برطانیہ کی سوسائٹی برائے نفسیاتی و روحانی مطالعہ کے صدر کی حیثیت سے نفسیات اور متعلقہ مضامین کے مطالعہ کے دوران میں مجھے مذاہب سے واقفیت حاصل ہوئی۔ میں نے ہندو مت، بدھ مت اور کچھ دوسرے مذاہب وعقائد کا مطالعہ کیا۔ جب میں نے اسلام کا مطالعہ کیا تو دوسرے مذاہب سے اس کا موازنہ کیا۔

''قرآن حکیم کی بے مثال طب'' کے موضوع پر کانفرنس کے دوران میں مجھے یہ احساس ہوا کہ اسلام اور دوسرے مذاہب میں بہت زیادہ فرق ہے۔ پھر مجھے یقین ہو گیا کہ اسلام ہی سب

سے مناسب دین ہے جو میری پیدائشی فطرت اور طرزِ عمل کے لیے موزوں ہے۔ میں نے دل کی گہرائیوں سے یہ محسوس کیا کہ کائنات کو کنٹرول کرنے والا ایک اللہ ہے جو اس کائنات کا خالق ہے' لہٰذا جب میں نے اسلام کا مطالعہ کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ عقل اور سائنس سے متصادم نہیں ہے۔ پس مجھے یہ یقین ہو گیا کہ یہی اللہ واحد کا دین ہے۔ جب میں نے اس سچائی کو دیکھ لیا تو میں نے کلمہء شہادت پڑھ لیا۔ جونہی میں نے یہ کلمہ پڑھا، مجھے آرام اور سکون واطمینان کا عجیب سا احساس ہوا جو الفاظ میں بیان نہیں ہوسکتا۔''

پروفیسر موصوف نے بات کو جاری رکھتے ہوئے کہا: ''مادی دنیا اب ایک نازک مرحلے سے گزر رہی ہے۔ جو کچھ لوگ کہتے ہیں اور دیکھتے ہیں اس سے حقائق پوری طرح واضح نہیں ہوتے۔ اب یہ ذمہ داری مسلمانوں پر عائد ہوتی ہے کہ وہ گمراہ اور پریشان حال انسانیت کی نفسیاتی وروحانی ضروریات پوری کریں۔ پھر انسانیت کو مذہب' سائنس اور اس دنیا وآخرت میں ایک گہرا تعلق نظر آنے لگے گا اور ایک ایسا مجموعی ماحول بنے گا جس میں انسان خوش رہ سکے گا۔''

پروفیسر عبداللہ ایلیسن نے مزید کہا کہ انہوں نے ڈاکٹر محمد یحییٰ کے ساتھ مل کر ایک مقالہ پیش کیا تھا جس میں توجہ کا مرکز قرآنِ حکیم کی سورۃ الزمر کی یہ آیت تھی:

﴿ اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا ۖ فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٤٢﴾ ﴾ (الزمر: ۳۹/ ۴۲)

''اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت اور جن کی موت نہیں آئی ہوتی ان کو بھی ان کی نیند کی حالت میں وفات دیتا ہے۔ تو جن کی موت کا فیصلہ کر چکا ہوتا ہے ان (کی روح) کو تو روک لیتا ہے اور دوسروں کو ایک وقت مقرر تک کے لیے رہائی دے دیتا ہے۔ اس میں یقیناً نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور کرتے ہیں۔''

انہوں نے کہا ''اس آیت ہی کے ذریعے سے یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ نیند اور موت ایک جیسے عمل ہیں جن کے دوران میں ارواح جسموں سے نکل جاتی ہیں۔ نیند سے بیداری کی

صورت میں روح جسم میں واپس آ جاتی ہے اور موت کی صورت میں واپس نہیں آتی۔ یہ آیت مبارکہ ہم پر واضح کرتی ہے کہ روح قبض کرنے سے مراد نیند اور موت دونوں ہیں۔ پیرا سائیکالوجی (Parapsychology) کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے۔''

پیرا سائیکالوجی علم نفسیات کی وہ شاخ ہے جو تین انسانی حالتوں سے متعلق ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

۞ بیرونِ جسم تجربہ (OBE): کچھ لوگوں کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ انہیں اس قسم کا تجربہ ہوتا ہے جس میں اُنہیں اپنا جسم کسی اور جگہ یا بستر پر پڑا ملتا ہے۔ اسے بیرون جسم تجربہ کہا جاتا ہے۔ جب ایسے مریضوں کا سروے کیا گیا تو اُن میں سے 10 تا 20 فیصد لوگ ایسے ہی تجربے سے گزر چکے تھے۔

۞ موت سے مشابہ بے ہوشی: شدید بیماری کی حالت میں بعض لوگوں پر ایسا سکتہ یا بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے کہ معالج ڈاکٹر اُنہیں طبی طور پر مردہ قرار دے دیتے ہیں۔ لیکن بعض طبی امدادوں سے وہ دوبارہ ہوش میں آ سکتے ہیں۔ ایسے لوگ ہوش میں آنے کے بعد اس حالت میں دیکھے ہوئے عجیب و غریب واقعات سناتے ہیں۔ ایسے تجربات قرآن کریم کی روشنی میں سائنسی تجزیہ اور مطالعہ کے قابل ہوتے ہیں۔

۞ خواب: خواب دیکھنے کے دوران میں کچھ لوگوں کو پتہ ہوتا ہے کہ وہ خواب دیکھ رہے ہیں۔ اس کیفیت پر کیے جانے والے سائنسی تجربات سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ نیند کے دوران میں جسم سے ایک چیز نکل جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ''روح'' ہے۔

پروفیسر عبداللہ ایلیسن نے مزید بتایا کہ اس کانفرنس میں جب انہوں نے قرآن اور سنت میں موجود ایسے حقائق سُنے جن سے ایسی مخلوقات کا پتہ چلتا ہے جن کی تصدیق سائنس نے بھی کردی ہے، تو انہیں یہ احساس ہوا کہ قرآن پاک کسی بھی صورت میں انسانی اختراع نہیں ہے بلکہ چودہ سو سال پہلے جو باتیں نبیٔ اکرم ﷺ پر نازل ہوئیں اُن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ پروفیسر موصوف کہتے ہیں کہ اسی بنا پر میں کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا

اور عبداللہ ایلیسن نام رکھ لیا۔

انہوں نے مغرب میں اسلام کی دعوت کے لیے سائنسی حقائق کے حوالے سے بات کرنے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ یہی مناسب ترین طریقہ ہے۔ مغرب میں حصول علم کا طریقہ یہ تاثر پیدا کرتا ہے کہ انسان ایک محدود تعداد میں خلیات کا مجموعہ ہے اور کائنات دکھائی اور سنائی دینے والی چیزوں کا مجموعہ ہے۔ جب کبھی انسان کوئی چیز دریافت کرتا ہے تو اُسے اپنی کم علمی کا پہلے سے زیادہ احساس ہوتا ہے۔ جب ہم نفسیات اور اس سے متعلقہ مضامین پر غور کریں تو یہ حقیقت مزید واضح ہو جاتی ہے۔

فاضل پروفیسر نے یہ بھی انکشاف کیا کہ وہ قرآن و حدیث کی تعلیم کی روشنی میں مطالعۂ نفسیات کا ایک ادارہ لندن میں قائم کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ قرآن حکیم میں موجود سائنسی حقائق مغربی دنیا کو بتا سکیں۔ اس ادارے میں انگریزی اور عربی کتابوں کی ایک لائبریری قرآن کریم کی روشنی میں سائنسی ریسرچ کی تجربہ گاہوں کے علاوہ ہوگی۔ ①

[کے محمد - دوحہ، قطر]
(K.Mohammad-Doha, Qatar)

قبولِ اسلام کی کچھ وجوہات

ایک باشعور آدمی جدید فکری رجحانات پر غور کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے گا کہ اسے اپنی سوچ کا رُخ خود ہی متعین کرنا چاہیے۔ کئی مکاتب فکر ہیں اور اظہار کے اتنے طریقے ہیں کہ اگر انسان ایک مشین کی طرح محض اپنے گرد و پیش کے افکار و نظریات تک ہی محدود نہ رہے اور ہمیشہ روایتی یا مقبول عام نظریات کو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہو تو اُسے چاہیے کہ صحرا میں جا کر غور و فکر کرے اور اس سے رہنمائی حاصل کرے۔ ایک مفکر کو داخلی تحریک بھی وہیں جا کر ملے گی جو اُسے اپنے خیالات سے دوسروں کو آگاہ کرنے کے قابل بنا دے گی۔ اس کے سامنے کئی راستے

① یقین انٹرنیشنل، 7 اپریل 1986ء، ج:34، ش23، ص:271,270

ہوں گے۔ ایک راستہ اس کے سامنے قدیم روایتی رومن کیتھولک مذہب کا ہوگا جو خود کو خطا سے پاک قرار دیتا ہے۔ یہ ایسا چرچ (کلیسا) ہے جو اپنی رسوم' عبادات' قدامت اور پیروکاروں کی وسیع تعداد کے باعث کئی ذہنوں کے لیے زبردست کشش کا حامل ہے۔ اس کے پیروکار دنیا بھر میں موجود ہیں اور اس میں مذہبی فرائض سرانجام دینے کے بے شمار طریقے رائج ہیں۔

پروٹسٹنٹ فرقہ فرد کے اظہارِ حق اور ضمیر' سوچ اور عمل کی آزادی کے دعوے کی بنا پر بعض کو اچھا لگ سکتا ہے' مگر غور سے دیکھنے پر معلوم ہوگا کہ یہ بھی محض روایتی عقائد کی رسمی اور اندھا دھند تقلید کی ایک اور قسم ہے' بالکل اس مذہب (کیتھولک) کی طرح' جس کی جگہ لینے کے لیے یہ وجود میں لایا گیا۔ کئی لوگ عقلیت (Rationalism) پر مبنی فلسفۂ حیات کو اس لیے اچھا سمجھ سکتے ہیں کہ یہ سائنس کو بہ خوشی قبول کرتا ہے اور پادریوں کی اجارہ داری کو رد کرتا ہے۔ ماضی میں پائے جانے والے تعصّبات کو ختم کر کے اس فلسفے نے انسانیت کی بڑی خدمت کی ہے' لٰہذا اُن لوگوں کی نظر میں یہ فلسفۂ حیات مذہب یا سیاست میں حقیقی آزادی کے علم بردار دوسرے نظریات وعقائد سے بہتر ہوسکتا ہے۔ اس قسم کی رسم شکنی (iconoclasm) بلاشبہ انسانی ذہن کو حقیقی آزادیٔ فکر یا نئی دریافتوں پر غور کرنے کا موقع ملنے تک ضروری ہے۔

سوشلزم اور کمیونزم اپنے سماجی' معاشی اور سیاسی مساوات کے نظریات کی بنا پر فوری نتائج کے حصول کے لیے بلاشبہ فروغ پا سکتے ہیں اور دنیا میں پھیلی ہوئی موجودہ افراتفری جس کو شدید تر کرنے میں عالمی جنگ (1914-18ء) نے اہم کردار ادا کیا' دور کر کے انسانی معاشرے کو از سرِ نو منظّم کر سکتے ہیں' اگرچہ یہ نظمِ نو خالص مادیّت پرستانہ ہوگا۔

پچھلے چند سالوں میں کئی نئی نظریاتی تنظیمیں وجود میں آئیں جن میں سے ہر ایک کا یہ دعویٰ تھا کہ دنیا کو جس فکری رہنمائی کی ضرورت ہے وہ فراہم کرسکتی ہیں۔ ان تنظیموں اور برادریوں کی تعداد ہی وقت کے شعور کی عکاسی کرتی ہے کہ مثالی نظامِ حیات کی طلب دنیا میں شدید تر ہوتی جارہی ہے۔ اگر ان میں سے کوئی ایک یا سب اپنے اپنے لائحہ عمل پر پوری طرح عمل کرسکتیں اور اُن دعووں پر پوری اترتیں جن کا اعلان اور پرچار بآوازِ بلند فصیح وبلیغ انداز میں کیا جارہا ہے' تو

ایک سے دوسرے دور میں منتقلی کا عبوری عرصہ بہت آسان ہو جاتا بہ نسبت اُن ہنگامی اور متشدّد طریقوں کے جن کا تجربہ پچھلے چند سالوں میں (کمیونزم کے نفاذ کی صورت) میں ہوا۔

بہر صورت میرا خیال ہے کہ اسلام میں مجھے ایسے عناصر نظر آتے ہیں جو استحکام پیدا کر سکتے ہیں جیسے سادگی، رسم و رواج سے کنارہ کشی، رواداری اور تحمل، سماجی اور نسلی امتیازات اور تعصبات سے پاک ہونا، توہمات سے خالی ہونا اور ایسی پُراسرار باتوں سے مبرّا ہونا جو بعض مخصوص لوگوں یا امیر اور بارسوخ افراد کے لیے مختص ہوں۔ مستقبل میں جدید دور کے کسی دوسرے مذہب سے زیادہ اس کے امکانات کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو میرے خیال میں انسان کے اعلیٰ ترین سماجی، سیاسی اور مذہبی مقاصد کے حصول کے لیے یہ دین باقی سب مذاہب، عقائد اور فلسفوں سے بہتر ہے۔ ①

[ڈیوڈ عمر نکلسن]

(David Omar Nicholson)

اسلام نے میرا دل کیسے جیت لیا؟

[کرنل ڈونلڈ ایس راک ویل (Col. Donald S.Rockwell) ٹیلرول (Taylorville) کے مقام پر امریکی ریاست اِلی نائے (Illinois) میں پیدا ہوئے اور واشنگٹن کے سپرنگ فیلڈ (Springfield) سکول میں تعلیم حاصل کی۔ انہوں نے اپنی تعلیم واشنگٹن اور کولمبیا کی یونیورسٹیوں میں مکمل کی جہاں کئی علمی اعزازات حاصل کیے۔ کرنل راک ویل ایک شاعر، ادبی نقاد "ریڈیو پرسنیلٹیز" (Radio Personalities) کے چیف ایڈیٹر اور 'Beyond the Brain' اور 'Bazar of Dreams' کے مصنف تھے۔ وہ دنیا کے معروف سیاح تھے اور انہوں نے بہت سے مسلمان ممالک کی سیر کی۔] (ایڈیٹر)

اسلام میں سادگی، مساجد کی ایمان افروز فضا، مسلمانوں کے دینی ذوق وشوق اور پانچوں وقت اذان پر لبیک کہنے والے لاکھوں نمازیوں کے اعتماد افزا عمل نے مجھے شروع سے متاثر کیے رکھا۔ جب میں نے اسلام قبول کر لینے کا فیصلہ کر لیا تو مجھے بہت سی وجوہ نظر آئیں جو میرے

① اسلامک ریویو اپریل 1935ء ج:23 ش:4، ص:106-108

فیصلے کی توثیق کرتی تھیں۔ ان میں زندگی کا سہل تصور' نبیٔ اکرم ﷺ کے اعمال واذکار' تجربہ وذہانت پر مبنی نصیحتیں' صدقہ وخیرات کی ترغیب' انسانیت سے محبت اور عورتوں کے حق ملکیت کا سب سے پہلے اعلان اور اس طرح کی دیگر ایسی وجوہ ہیں جو کہ اسلام کے عمل پسند مذہب ہونے کا واضح ثبوت ہیں جیسا کہ حضرت محمد ﷺ کے جامع الفاظ [اَعْقِلْهَا وَتَوَكَّلْ] ''پہلے اونٹ کا گھٹنا باندھیں پھر اللہ پر اعتماد کریں۔''① سے عیاں ہوتا ہے۔ انہوں نے ہمیں ایک عملی مذہبی نظام دیا اور ایک غیبی طاقت کے تحفظ پر اندھا یقین رکھنے کے بجائے ایسا اعتماد بخشا کہ ہم احتیاطی تدابیر اختیار کرنے اور حتی المقدور کوشش اور عمل کرنے کے بعد رضائے الٰہی پر بھروسا کر سکتے ہیں۔

اسلام میں دیگر مذاہب کے لیے لچک دار رویے نے اسے روشن خیال لوگوں میں مقبول بنا دیا ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے مومنوں کو عہد نامۂ قدیم وجدید پر ایمان رکھنے والوں سے اچھا سلوک کرنے اور حضرت ابراہیم' موسیٰ' عیسیٰ علیہم السلام کو اللہ کے انبیاء کے طور پر تسلیم کرنے کا حکم دیا ہے۔ یقیناً دیگر مذاہب کے مقابلے میں اسلام میں یہ نظریہ زیادہ قابلِ قبول اور ترقی یافتہ ہے۔

بت پرستی چاہے جدید شکل میں پوجا کا تصور ہو یا گرجوں کے دریچوں' طاقچوں اور مزاروں میں رکھے ہوئے ان گنت ولیوں کے مجسمے اور تصویریں ہوں' اس بت پرستی سے مکمل آزادی اسلامی عقیدے کے درست' مضبوط اور خالص ہونے کی علامت ہے۔

دین اسلام کی رو سے مسجد' گھر اور دل ودماغ میں ایک اللہ کا تصور ہے جسے عیسائیوں کی طرح بہت سے ولیوں کی رنگین تصاویر اور آراستہ مجسّموں کی پرستش سے داغدار کیا گیا ہے نہ نبی کو اللہ کے مشابہ قرار دینے کا غلط تصور قائم کیا گیا ہے جس سے وحی الٰہی سے فیض یاب رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے جن کے ذریعے سے ایک مشرک قوم پر توحید پرستی کا سبق دینے والا قرآن نازل کیا گیا' نیز اللہ کی وحدانیت کے تصور کو الگ سے نبی کی پرستش سے ماند کیا

① جامع الترمذی' صفة القيامة' [باب حديث اعقلها و توكل......]' حدیث: 2517

گیا ہے نہ الوہیت کو تثلیث میں تقسیم کرنے اور ایک نجات دہندہ کا عقیدہ گھڑ کر اسے اللہ کا درجہ دینے کی جسارت کی گئی ہے' جیسا کہ عیسائیت کا عقیدہ ہے۔ حضرت محمد ﷺ جو اس لیے واجب الاحترام ہیں کہ ان پر آسمانی وحی کا نزول ہوا' انہیں ان کے پر جوش پیروکاروں نے اللہ کا درجہ دیا ہے نہ ان سے اس طرح کی الوہی شان منسوب کی گئی ہے جو کہ عیسائیت کے ''شہیدوں'' کا خاصہ بتائی جاتی ہے۔

مزید برآں خاتم النبیین ﷺ کی اصل تعلیمات خود سر شارحین اور فقیہوں کے ہاتھوں بھی تبدیل نہ ہو سکیں۔ قرآن کریم بھی بعینہ اسی حالت میں محفوظ ہے جس حالت میں یہ مشرکینِ مکہ کی اصلاح کے لیے بھیجا گیا تھا۔ یہ اسلام کی مقدس روح کی طرح غیر مبدّل ہے۔

اسلام کی امتیازی تعلیمات' اعتدال اور رواداری نے میرا دل جیت لیا۔ پیغمبر اسلام نے اپنے پیروکاروں کے نہ صرف عقائد کی اصلاح کی اور ان کی روح کو پاک کیا بلکہ ان کی جسمانی صحت کے لیے طہارت وصفائی اختیار کرنے اور روزے رکھنے کا حکم دیا اور شہوت پر قابو پانے کی ترغیب دی۔

اس سال گرمیوں میں' میں نے پورے سپین کے بڑے بڑے گرجا گھروں کا دورہ کیا جن میں سے کئی ابتدا میں مسجد کے طور پر تعمیر کیے گئے تھے اور اس دورے کے فوراً بعد میں نے فاس (Fez)، مراکش شہر' رباط' مکناس (Meknes)' تطوان (Tetuan) اور مراکش کے دوسرے شہروں کی کئی مساجد میں ہزاروں مور نسل [1] کے مسلمانوں کے ساتھ نمازیں ادا کیں۔

دھندلی روشنی والے گرجا گھروں کی محرابوں میں جب باجوں کے سُر اور عیسائیت کے مذہبی

---

[1] ان دنوں مراکش کے جنوب میں موریتانیہ واقع ہے لیکن رومی دور میں مراکش اور الجزائر تک کے علاقے موریتانیہ کہلاتے تھے۔ 711ء میں طارق بن زیاد کی قیادت میں جس اسلامی لشکر نے سپین (اندلس) فتح کیا تھا اس میں زیادہ تر مراکش' الجزائر اور موریتانیہ کے بربر مسلمان تھے۔ موریتانیہ کی نسبت سے ہسپانوی عیسائی' اندلسی مسلمانوں کو ''مور'' کہتے تھے۔ سقوط غرناطہ (1492ء) کے بعد بے شمار مسلمان شمالی افریقہ چلے آئے تھے۔ (م ف)

گیتوں کی آوازیں گونجتیں اور ہسپانوی کلیساؤں کے بلند ستونوں کے درمیان اگر بتیوں اور لوبان کی خوشبو رقص کرتی تو مجھے ماننا پڑ جاتا کہ یہ گانا بجانا اور خوشبوئیں ایک اچھا مظاہرہ کرنے کے لیے بہت کارآمد ثابت ہوتی ہیں مگر مذہب کو ڈرامائی مناظر کا سہارا نہیں لینا چاہیے' بلکہ اس کی بنیاد کسی آرائش کے بغیر سادہ و پاکیزہ عبادت پر ہونی چاہیے۔ موسیقی اور خوشبو جذباتی ردعمل پیدا کرتی ہیں جو روحانی خلوص کی بجائے جذباتی ہیجان پر مبنی ہوتا ہے۔ موسیقی اور خوشبو تو مذہبی طور پر پھسڈّی لوگوں کو متحرک کر سکتی ہیں۔ گویا یہ عیسائیت کی شراب اور کافی ہیں جو اعصاب اور جذبات کو عارضی طور پر چست کرتی ہیں۔

لیکن جب میں استنبول' دمشق' یروشلم' قاہرہ' الجزیرہ' طنجہ' فاس اور دوسرے شہروں کی مساجد کے روح پرور ماحول میں نماز کے لیے کھڑا ہوتا تھا تو مجھے عیسائیت کی موسیقی اور خوشبو سے پیدا ہونے والے عارضی جذباتی ہیجان سے بڑھ کر ولولہ اور روحانی تحریک محسوس ہوتی تھی۔ اسلام کی عبادات میں جو سادگی اور رفعت ہے اس کے خیال ہی سے روحانی ارتقاع محسوس ہوتا تھا۔ یہ روحانی کیفیت کسی قسم کی پُر تکلف آرائش و نمائش' مورتیوں' تصویروں' موسیقی اور رسمی عبادت کی مرہونِ منت نہیں تھی۔ مسجد ایک ایسی جگہ ہے جہاں توحیدِ الٰہی کی عظیم تر حقیقت کے ادراک اور پُر سکون غور وفکر کا موقع ملتا ہے۔ اس کے لیے منظر کشی' آواز کے جادو اور خوشبو کی سحر کاری کا تین دائروں والا سرکس پجاریوں کو متوجہ کرنے اور اجتماعی عبادت منعقد کرنے کے لیے درکار نہیں ہوتا۔

اسلام کی عمومی مساوات نے مجھے ہمیشہ متاثر کیا ہے۔ مسجد کے فرش پر بادشاہ اور گداگر برابر ہو جاتے ہیں۔ دونوں نہایت عجز سے رکوع میں جھکتے ہیں۔ وہاں چرچ کی طرح کرائے پر لی گئیں یا بڑے لوگوں لیے مخصوص نشستیں نہیں ہوتیں۔

ایک دوسرے مذہب (عیسائیت) کے بجا طور پر احترام کے باوجود میں یہ کہوں گا کہ روحانی رہنمائی کے لیے رہبانیت پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے نہ یہ روحانیت کا صحت مند لازمہ ہے۔ گوشہ نشین پادری کی خانقاہی زندگی کی نسبت ایک عام گھریلو زندگی بسر کرنے والا آدمی اپنے جیسے انسانوں کے مسائل اور ان کی کمزوریوں کو زیادہ بہتر طور پر سمجھ سکتا ہے۔ بلاشبہ جسم اور

نفس کی خواہشات کے لیے اپنے مذہبی لبادے کے تقدس کو پس پشت ڈالنے والے منحرف پادریوں کو دیکھ کر بہت دکھ ہوتا ہے۔ اسی لیے اسلام پادریوں کا کوئی الگ طبقہ یا چرچ کی افسر شاہی کا نظام وجود میں نہیں لاتا۔

ایک مسلمان اپنے اور اپنے رب کے درمیان کسی رابطہ کار کا وجود قبول نہیں کرتا۔ انسان براہ راست اپنے خالق اور زندگی کے نظر نہ آنے والے منبع یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوتا ہے۔ وہ عیسائیت جیسے کسی وسیلۂ نجات یا کسی معلمِ دین کے اللہ سے معافی دلانے کے اختیار پر بھروسا نہیں کرتا۔

مجھے دین اسلام کی طرف مائل کرنے والی ایک اور بات عالمگیر اسلامی اخوت ہے جس کا مجھے سیاحت کے دوران میں کئی مرتبہ تجربہ ہوا۔ میں نے دیکھا کہ اسلام کا یہ نظمِ اخوت رنگ' نسل اور وطن سے بالاتر ہے۔ اس بات نے مجھے بے حد متاثر کیا۔ مجھے لندن' پیرس' نیویارک' مراکش' ہندوستان' ایران' ترکی' شام' مصر اور پولینڈ کے مسلمان بھائیوں کی جانب سے مہمان نوازی کا تجربہ ہوا اور اس عظیم مقصد (اسلام) کے لیے ان کے جذبے اور خلوص کی حرارت میں نے اپنے دل میں بھی محسوس کی۔

جریدہ ''اسلامک ریویو'' کے جو شمارے امریکہ میں مجھے دستیاب ہوئے' انہوں نے مجھے اپنے اختیار کردہ دین پر قائم رہنے میں مزید استقامت عطا کی اور اپنے ادارتی فرائض کی ادائیگی کے دوران میں رُک کر ووکنگ (Woking) میں ہونے والے قابل قدر کام کی تعریف و تحسین کرتے اور دنیا بھر کے مسلمان بھائیوں کو اپنے پُر جوش مقصدِ حیات یعنی اسلام کے احیا میں مدد کا یقین دلاتے اور مغربی دنیا میں اسلام کو مستحکم کرنے کے عزم کا اعلان کرتے ہوئے خوشی محسوس ہو رہی ہے۔[1]

[کرنل ڈونلڈ ایس راک ویل]

(Col. Donald S.Rockwell)

---

[1] اسلامک ریویو' اپریل 1935ء' ج:23' ش:4' ص:121-124

میرے قبولِ اسلام کی وجوہات

میں عہد جوانی ہی سے اسلامی تہذیب کے تمام پہلوؤں بالخصوص شاعری اور فنِ تعمیر سے بہت متاثر رہا ہوں۔ میں نے اکثر اپنے آپ سے یہ کہا ہے کہ جو لوگ دنیا کو ثقافت کے ہر شعبے میں اتنی حسین اور اہم تخلیقات سے مالا مال کر سکتے ہیں انہوں نے یقیناً فلسفہ اور مذہب کے میدانوں میں بھی کمال کی بلندیوں تک رسائی حاصل کی ہو گی۔

جب مجھے عربوں کے رہائشی فنِ تعمیر کا شاہکار ''الحمرا'' یاد آتا ہے تو مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں ایک حسین خواب دیکھ رہا ہوں۔ جیسے کسی جن نے جادو کی چھڑی سے الف لیلہ کے طلسماتی محلوں جیسی یہ عمارت کھڑی کر دی ہو۔ اپنی ساخت کی مضبوطی کے باوجود، بظاہر تقریباً ماند پڑتے حُسن کی حامل عمارت کے پتلے ستونوں پر خالص عربی طرز کے بھاری بھرکم محراب دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ان ستونوں نے اتنا بھاری بوجھ کیسے اٹھا رکھا ہے۔ میں آپ کی آگاہی کے لیے یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں نے انسانوں کی پیکر تراشی اور تصویر کشی کی بجائے اپنی تمام تر تخلیقی صلاحیتیں آرائش کے فن پر صرف کر کے بہت اچھا کیا اور اس فن میں عروج تک پہنچے۔ آرائش میں مسلمانوں جتنا تنوّع رُوئے زمین پر کوئی اور قوم پیدا نہ کر سکی۔ گنبدوں کو سجانے کی حیرت انگیز عربی فنکاری، دیواروں، ٹائیلوں اور پلیٹوں پر بیل بوٹے بنانے کا فن، دھات کی مصنوعات، فرنیچر، جلد سازی، بھرائی کا کام اور بے شمار دوسری مصنوعات جو مسلمانوں نے تیار کیں، آج بھی بے مثال ہیں اور ہمیشہ رہیں گی۔ اطالوی لوگ انسانی پیکر تراشی اور تصویر کشی کے بہت ماہر رہے ہیں، مگر آرائشی چیزیں بنانے میں وہ عربوں کی برابری کبھی نہ کر سکیں گے۔

جب شاہ چارلس پنجم نے الحمرا میں قدم رکھا تو وہ بے ساختہ چلا اٹھا: ''اگر بوعبدل (شکست خوردہ بادشاہ ابوعبداللہ جو فرار ہو گیا تھا) کی جگہ میں ہوتا تو فرار ہونے کی بجائے اس خوبصورت عمارت کے ملبے تلے دب کر مرنے کو ترجیح دیتا۔'' اس کے بجائے اسے کہنا چاہیے تھا: ''بوعبدل! اللہ تم پر رحم کرے کہ یہ معجزہ نما محل صحیح سالم چھوڑے جا رہے ہو۔''

اور سلطان ابوعبداللہ محمد کا فرڈینینڈ (Ferdinand) کی طاقتور فوج سے شکست کھا کر فرار ہوتے ہوئے اپنے شہر (غرناطہ) کے چھن جانے پر رونا بزدلی نہیں تھا۔ وہ ایک دلیر آدمی تھا اور بزدل نہیں تھا جیسا کہ تھیو فائیل گاتھیئر (Theophile Gauthier) اور کئی دوسرے مؤرخین نے کہا ہے اور اس کی ماں کا یہ کہنا بھی غلط تھا: ''جس تخت کی تم اپنی تلوار سے حفاظت نہ کر سکے اب اس کے چھن جانے پر بچوں کی طرح رونے کا کیا فائدہ؟''

ہاں اے لاچار بوعبدل! تم سپاہی سے زیادہ ایک فنکار تھے' اس لیے تم نے لڑائی سے وقتی شہرت کے حصول کی خاطر فن کے ایک لافانی شاہکار کو دشمن کے ہاتھوں تباہ کروانے کی بجائے اسے صحیح سالم چھوڑ کر فرار ہونے کو ترجیح دی۔ تمہارے دشمن اس زبردست کشمکش کا تصور بھی نہیں کر سکتے جو تمہاری روح کی سرزمین پر تمہارے فنکارانہ ضمیر اور ایک ڈرامائی جنگ کے زعم کے درمیان برپا ہوئی ہوگی۔

نہیں' بوعبدل! وہ یہ بات کبھی نہیں سمجھ سکتے۔ تم اتنے ہولناک منظر (الحمرا کی تباہی) کو دیکھنا کیسے گوارا کر سکتے تھے۔ تم اس خواب نما محل کی شاندار دیواروں کو' جس میں تم بادشاہ کی حیثیت سے رہتے تھے' ایک دوسری کے اوپر گر کر تمہارے فنکاروں کے آرائشی شہ پاروں کو چکنا چور کرتے دیکھنا کیوں کر گوارا کر سکتے تھے؟ نہیں! تم پر تنقید کرنے والے لوگ کچھ نہیں جانتے۔ بھائی سلطان بُوعبدل! میں تصور کی آنکھ سے تمہیں اس محل میں مصلّٰی بچھائے نماز پڑھتے دیکھ رہا ہوں۔ میں شرطیہ طور پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ محل اپنے حُسن میں پورے سپین سے زیادہ قدر و قیمت کا حامل ہے۔ تم نماز پڑھتے ہوئے اللہ سے ہدایت کی دعا کر رہے ہو گے کہ اس فیصلہ کن اور نازک گھڑی میں کیا کرنا چاہیے۔ مجھے یقین ہے کہ تم نے فوراً اپنے دل سے یہ آواز آتے ہوئے سنی ہوگی: ''یہ محل چھوڑ دو تاکہ بعد میں آنے والے اہلِ ایمان اسے دیکھ کر خوش ہوں۔ طاقتور دشمن کے مقابلے میں فضول مزاحمت چھوڑ دو اور یہاں سے فرار ہو جاؤ۔''

سو تم فرار ہو گئے اور صلیب کی رہنمائی میں وحشی لوگ تمہارے اس طلسماتی محل میں سیلاب کی طرح داخل ہوئے اور اُن عجیب و غریب آرائشی چیزوں کو دیکھ کر' جو وہاں رکھی ہوئی تھیں'

مبہوت ہونے کے بجائے اُن قیمتی خزانوں کو لوٹ لیا مگر اللہ کے فضل و کرم سے محل صحیح سالم رہ گیا اور اب ہم اس میں داخل ہو کر علم اور تخیّل کی مدد سے یہ دیکھ سکتے ہیں کہ تمہارے دربار کے زمانۂ عروج میں اس کی اور تمہاری کیا شان رہی ہوگی۔ تم نے حُسن سے محبت کی خاطر اُس شہرت کو قربان کر دیا جو تمہیں دشمن کا مقابلہ کر کے حاصل ہو سکتی تھی اور اب اس قربانی سے ہر شخص مستفید ہو رہا ہے۔

ہاں سلطان بوعبدل! تم ایک ہیرو ہی تھے۔ تمہاری بلند پایہ روح اتنا بڑا جرم گوارا نہ کر سکی۔ [1] اُن عجیب و غریب عربی طرز کے ظروف' دھاتوں سے مرصّع آرائشی سامان' شیشے کی آرائشی اشیاء' جھالروں' پردوں اور قالینوں اور جلد سازی کے شاہکاروں کے متعلق میں کیا بتاؤں کہ وہ کتنی حسین چیزیں تھیں۔ لندن کے ساؤتھ کنسنگٹن (South Kensington) میوزیم میں جا کر یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ ایک امیر عرب گھرانے میں آرائش کے لیے کیا کچھ سامان ہوتا تھا۔ نہ صرف امیر بلکہ متوسط اور غریب گھروں میں بھی بہت کچھ ہوتا تھا۔ ہر چیز فن کا اتنا عمدہ نمونہ تھی کہ ان میں سے جو چیزیں بچ گئیں' آج اسلامی آرٹ کے عجائب گھروں میں شیشے کے صندوقچوں میں سجا کر رکھی جاتی ہیں۔ فن کے ان نمونوں نے تحریک احیائے علوم کے دور میں یورپ کو ایک نئی روشنی دی۔ اس فن کی مصنوعات دنیا میں بے مثال ہیں اور باریک نقاشی اور مسودات کی تو شان ہی نرالی ہے۔

قرآن کریم کے کئی پرانے قلمی نسخے دیکھ کر میں بہت محظوظ ہوا۔ فن خطاطی اور آرائش کے یہ نمونے واقعی شاہکار ہیں۔ اس فن میں اطالوی اور دنیا کی کوئی اور قوم بھی ان کی گرد کو نہ پہنچ سکی۔ اور پھر کتنے زبردست تخلیق کار تھے وہ اہلِ قلم جنھوں نے شہرزاد کی کہانیاں لکھیں۔ اُن لوگوں کو تو

---

[1] یہ الحمرا کے حُسن سے مسحور کاؤنٹ جیوجا کے ذاتی خیالات ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے کہ بزدل ابوعبداللہ اور اس کے پیشرو سلاطین نے اگر جہاد سے منہ نہ موڑا ہوتا اور شان و شکوہ کی حامل یادگاریں بنانے کے بجائے ناقابلِ تسخیر قلعے تعمیر کیے ہوتے اور مسلمانانِ اندلس کو سیسہ پلائی دیوار بنایا ہوتا تو اندلس (سپین) سے اہلِ اسلام کو حرفِ غلط کی طرح نہ مٹا دیا جاتا۔ (م ف)

اب کوئی نہیں جانتا مگر وہ کتاب (الف لیلہ) جو انہوں نے لکھی آج بھی اتنی تروتازہ لگتی ہے جیسے کل ہی لکھی گئی ہو۔ اس کتاب نے دنیا بھر کے ادب میں ایک نئی روح پھونک دی۔ اس میں گہرے فلسفے اور اُس دور کی دانش انسانی کے علاوہ ہوا میں پرواز، سمندر کی تہ میں سفر، دُور سے چیزوں کو دیکھنے کے کمال اور بہت دور کی آوازیں سننے جیسے تخیّل کی ایسی قیاس آرائیاں بھی ہیں جو آج سائنس کی وجہ سے حقیقت بن چکی ہیں، لہٰذا یہ پتہ چلتا ہے کہ اُس قدیم دور میں ایسی حیرت انگیز باتیں لکھنے والوں کا تخیّل کتنا دوررس اور درست تھا۔

عرب کے عظیم مفکروں، شاعروں، فلسفیوں، ماہرین فلکیات اور سیاست دانوں کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں، لہٰذا میں اپنے موضوع کی طرف واپس آتا ہوں۔

اسلام کے لیے اپنے جوش وخروش کی وجہ سے میں نے تمام مذاہب کا مطالعہ شروع کر دیا۔ قدیم ترین مذاہب سے لے کر آج تک کے مذاہب کا موازنہ کیا اور تنقیدی نگاہ سے اُن کا جائزہ لیا۔ آہستہ آہستہ مجھے یقین ہونے لگا کہ مسلمانوں کا طریقۂ عبادت ہی صحیح دین ہے اور قرآن پاک میں وہ سب کچھ موجود ہے جو روح کو اپنے ارتقاء کے لیے چاہیے۔

میں نے قرآن کریم کا گہری نظر سے مطالعہ کیا۔ بدقسمتی یہ تھی کہ اس کے ترجموں پر انحصار کرنا پڑا۔ مگر مجھے اچھی طرح یہ احساس تھا کہ یہ اپنی اصل زبان میں کتنا دلکش اور معانی سے کتنا لبریز ہوگا۔

میں کیتھولک ماحول میں پیدا ہوا مگر میرے تمام خاندان نے روم کو پوپ کی اجارہ داری سے نجات دلانے کی بھرپور جدوجہد کی۔ میرے والد کو ایک سال تک ایک گہری، تاریک اور کال کوٹھڑی میں قید رکھا گیا۔ میرے چچا کو بھی قید کر دیا گیا اور بعد میں میرے والد کو سزائے موت دے دی گئی۔ میرے والد اور چچا کا جرم یہ تھا کہ وہ گیری بالڈی[1] (Garibaldi) کے ساتھ ساز باز کر کے اُس کے لیے شہر پناہ کے دروازے کھول دینے کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ مگر یہ سازش

---

[1] جوزف گیری بالڈی (Joseph Garibaldi) (1807-82ء) ایک اطالوی جرنیل تھا جس نے انیسویں صدی کے وسط میں اٹلی کی ریاستوں کو متحد کر کے ایک مملکت بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ (م ف)

پکڑی گئی کیونکہ پوپ کی حکومت کو ماہر جاسوسوں کی خدمات حاصل تھیں۔ میرے چچا جان بچانے کے لیے ترکِ وطن کر کے افریقہ چلے گئے اور بقیہ زندگی وہیں بسر کر دی۔

میرے والد بے چارے بہت مصیبت میں مبتلا رہے کیونکہ انہوں نے اپنی کثیر دولت اٹلی کو پوپ سے نجات دلانے پر صرف کر دی۔ آخر کار اٹلی کی فوجیں اس ابدی اہمیت کے حامل شہر میں داخل ہو گئیں۔ میں اگرچہ عمر میں بہت چھوٹا تھا مگر اپنے والد کے اثرات اور ان کی رہنمائی کی وجہ سے کیتھولک مذہب کی پیچیدہ اور ناقابل یقین توہم پرستی کو پسند نہیں کرتا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تمام بنی نوع انسان کی اخوت کی پیش گوئی کی تھی اور فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہم سب برابر ہیں۔ مرد عورت' امیر غریب میں کوئی فرق نہیں۔

آپ اگر کیتھولک چرچ میں داخل ہوں تو آپ دیکھیں گے کہ وہاں امیر اور غریب میں کتنا فرق ہے۔ امیر پہلی صف میں مخمل کے گدوں پر مقامِ دعا کے قریب جھک کر عبادت کرتے ہیں جبکہ غریب بہت پیچھے لکڑی کے سخت تختوں پر بیٹھ کر یہی عمل کرتے ہیں۔ اگر کوئی آدمی کارڈینل (Cardinal' پوپ کے نائب) سے بات کرنا چاہے تو اُسے باقاعدہ اجازت لینا پڑتی ہے اور پیشگی اپنا مدعا بیان کرنا پڑتا ہے جو کہ اکثر مسترد کر دیا جاتا ہے کیونکہ کارڈینل اپنے آپ کو کیتھولک چرچ کے شہزادے سمجھتے ہیں۔ ان سب باتوں کا اس سادگی اور بھائی چارے سے کیا واسطہ جس کی تعلیم مسیح علیہ السلام دیتے رہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار تو غریب اور سادہ لوگ تھے اور مجھے یقین ہے کہ آپ اگر دوبارہ زمین پر واپس آ کر ان لوگوں کے تکبّر اور تعیّش کے خلاف تبلیغ کریں جو زمین پر ان کی نمائندگی کا دعویٰ کرتے ہیں تو یقیناً یہ لوگ انہیں دوبارہ سولی یا اس کی جدید متبادل صورت کی بھینٹ چڑھا دیں گے۔

پوپ جو اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نائب کہتا ہے' وہ غالباً دنیا میں سب سے زیادہ رئیسانہ طرزِ زندگی کا رسیا ہے۔ اودے رنگ کی مخمل' ریشم' جھالروں اور قاقم کے لباس میں ملبوس' بیش قیمت چمکدار نگینوں سے مرصع عبا پہنے' سونے کے تخت پر بیٹھا' بھڑکیلے رنگوں کی وردی میں

ملبوس محافظوں اور قیمتی چغوں والے پادریوں میں گھرا ہوا پوپ جسے ہر شخص (سوائے میرے) جھک کر سلام کرتا ہے۔ اگر بتیوں اور لوبان کی خوشبو کے بادلوں میں گھرا پوپ واقعی بہت حسین لگتا ہے۔ اس کی تھیٹر کے اداکاروں جیسی آن بان اپنی جگہ مگر اس کی شخصیت میں روحانیت کا ذرا سا بھی اثر نظر نہیں آتا۔

کیتھولک فرقے کی تقریبات کے موقعوں پر پوپ لوگوں کے اظہارِ عقیدت کی خاطر اپنا ہاتھ اور کبھی اس سے بھی زیادہ ذلت آمیز چیز' اپنا پاؤں آگے بڑھا دیتا ہے جسے لوگ بوسہ دیتے ہیں۔ کیا اس سے زیادہ تکبر کے کسی اور مظاہرے کا تصور بھی ممکن ہے؟ کیا اس قسم کی قدیم رومی شہنشاہوں کی نقالی سے خود کو دینی رہنما ظاہر کرنے والا غریب اور موٹے کپڑے کے کرتے میں ملبوس' ننگے پاؤں چلنے والے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نمائندہ کہلا سکتا ہے؟ اتنے واضح تضاد سے ایک صاحبِ شعور انسان کیوں کر متاثر ہو سکتا ہے؟ فرض کریں کہ آپ روم میں سینٹ پیٹر (St.Peter) کے چرچ میں کسی دینی بزرگ کی یاد میں منعقدہ تقریب میں یا کسی اور محفل میں شامل ہوں تو آپ کو ٹکٹ لینا پڑتا ہے۔ چرچ کے اندر سفارتی نمائندوں یا دوسرے بڑے لوگوں کے لیے خصوصی گیلریاں بنی ہوتی ہیں جو اسی مقصد کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔ دوسری طرف مسلمانوں کی مسجد کتنی خوبصورت اور سادہ ہوتی ہے۔ اور مکّہ کا حج کتنا دلکش ہوتا ہو گا جہاں غریب اور امیر میں کوئی فرق نظر نہیں آتا اور اللہ کے سامنے وہ سب یکساں ہوتے ہیں۔

اب میری ساری روحانی تمنّاؤں کا محور یہ ہے کہ میں حج کر سکوں۔ میں اپنے شاعرانہ تخیل کی آنکھ سے کبھی کبھی خود کو عرب کے صحرا میں بالکل اکیلا کھڑا دیکھتا ہوں جہاں سمندر کی طرح میلوں دور تک صحرا پھیلا ہوا ہے اور میں اپنے رب کے حضور اکیلا کھڑا ہوں۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں اُس کے ہاتھ میں ریت کا ایک ذرّہ ہوں۔ میں ستاروں کو گہری نظر سے دیکھتا ہوں اور اس پُر جلال وسعت میں کھو جاتا ہوں۔ دنیا کی تمام پریشانیوں سے دور کائنات کی بے انتہا وسعتوں میں کھو کر لمحہ بہ لمحہ میرا یقین فزوں تر ہو جاتا ہے کہ سائنس جوں جوں زیادہ بڑے اور حیرت انگیز قوانینِ فطرت دریافت کرتی جائے گی' ہمیں اللہ کی زبردست قوت کا زیادہ سے زیادہ

ادراک ہوتا جائے گا۔ اپنے مسلمان بھائیوں سے ملنے کی خوشی کی تو کوئی انتہا ہی نہیں۔ سفید، بھورے، سانولے یا سیاہ رنگ کے لوگ جنہیں ایک دوسرے میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا، سب کے سب قبلہ ہی کی طرف منہ کر کے عبادت کرتے ہیں۔ اللہ نے رنگوں کا کوئی امتیاز قائم نہیں فرمایا اور ہر آدمی کے پاس اپنے رنگ پر مطمئن ہونے کی کوئی نہ کوئی وجہ موجود ہے۔

مجھے سانولے اور سیاہ رنگ کے لوگ بہت اچھے لگتے ہیں۔ جلد کی رنگت کا دارومدار سورج کی حرارت کی مقدار پر ہے۔ انسانی جلد جتنی زیادہ حرارت جذب کرے گی اس کا رنگ اتنا ہی سانولا یا سیاہ ہوگا اور جتنی کم حرارت جذب کرے گی اتنا ہی زرد یا سفید ہوگا۔ اس لیے قطب شمالی کی طرف جتنا آگے جائیں لوگوں کا رنگ اتنا ہی زرد یا سفید اور ان کے بالوں کا رنگ دیکھنے میں اتنا ہی پھیکا نظر آتا ہے۔ اس کے برعکس خطِ استوا کی طرف آئیں تو رنگ بتدریج سانولا اور پھر سیاہ نظر آتا ہے۔ برف موت کی علامت ہے اور سورج زندگی کی۔ اس لیے میں برف والے علاقے اور مذہب کو چھوڑ کر سورج کی حرارت، دھوپ والے علاقے (عرب اور اسلامی ممالک) اور دین کی طرف جانا پسند کرتا ہوں۔ آدمی کی اصل قیمتی چیز اُس کی جلد کی رنگت نہیں بلکہ اس کے دل کی ہوتی ہے۔ کیا سیپ (صدف) بھورے رنگ کی اور اُس کے اندر کا قیمتی موتی سفید اور چمکدار نہیں ہوتا؟ پس میں روح کو موتی اور جسم کو صدف سمجھتا ہوں۔ سانولے اور سیاہ لوگوں کی تصویریں بنانے میں، میں نے بہت لطف محسوس کیا۔ اگر میری جلد کی رنگت سیاہ ہوتی تو مجھے خوشی ہوتی کیونکہ مرد کو یہی رنگت سجتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ اگر مجھے ملکِ عرب میں جانے کا موقع ملا تو وہاں کی تیز دھوپ میں میرا رنگ بھی سانولا ہو جائے گا۔ سانولی رنگت پر سفید پگڑیاں، یہ تصور ہی کتنا دلکش ہے۔ اور مجھے یہی امید ہے کہ جب میں دھوپ میں سانولا ہو جاؤں گا اور حاجی بن جاؤں گا تو میری شخصیت کا ایک نیا رُوپ سامنے آئے گا!

اب میں اپنے خاص موضوع کی طرف آتا ہوں۔ میرا یہ یقین روز بہ روز پختہ ہوتا گیا کہ کوئی اور مذہب دین اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتا کیونکہ یہ دین حضرت جبرائیل علیہ السلام کی وساطت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے لیکن اپنے تمام دوستوں اور ہم وطنوں کا مذہب ترک

کر کے کوئی اور دین اختیار کرنے کا اعلان کرنے سے پہلے انسان کو مناسب موقع کے انتظار میں اس وقت تک صبر و ضبط سے کام لینا پڑتا ہے جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نُور ہدایت نہیں ملتا اور انسان پر اللہ کی رحمتوں کا نزول نہیں ہوتا۔ میں اس نور کا منتظر رہا لیکن میرے ضمیر میں ایک شبہ موجود رہا کہ مسلمان ہونے کے بعد بھی اگر میں نے مصوری جاری رکھی تو کیا میرا یہ کام گناہ ہوگا یا نہیں؟

اس کشمکش ہی کی وجہ سے میں خاصے عرصہ تک قبول اسلام میں متذبذب رہا۔ پھر میں نے کچھ مسلم اہلِ دانش سے مشورہ کیا۔ اُن میں سے بعض نے مجھے جواب دیا کہ مصوری گناہِ کبیرہ نہیں۔ کچھ نے یہ کہا کہ آج کل تو کئی نیک اور اچھے مسلمان بھی مصوری کر رہے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ بعض نیک اور پارسا مسلمان سلاطین نے اپنی تصویریں بنوائیں۔ لندن کی نیشنل گیلری میں جینٹائیل بیلینی (Gentile Bellini) کے ہاتھ کی بنی ہوئی مراکش کے سلطان محمد خامس کی بہت مؤثر تصویر دیکھنے والوں سے دادِ فن وصول کرتی ہے۔ میرے پاس موجود آرٹ کی کتابوں میں کچھ پرانی تصویریں ہیں، ان میں دو تصویریں غرناطہ کے سلطان ابو عبداللہ محمد (بوعبدل) کی بھی ہیں۔ ایک سادہ لباس میں جبکہ دوسری میں شاہی تاج پہنے ہوئے۔ مگر اس سے بھی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ایک تصویر سلطانہ کی بھی ہے جس میں اُن کا چہرہ بے نقاب دکھایا گیا ہے۔ اس سے زیادہ وزنی دلیل تصویر کشی کے جواز کی اور کیا ہوسکتی ہے؟ میرے محترم بھائی حاجی علی رضا نے مجھے بتایا کہ اگرچہ تصویر کشی کو گناہ شمار کیا جا سکتا ہے مگر یہ اتنا بڑا گناہ نہیں جس پر اللہ کی شدید ناراضی کا خدشہ ہو۔[1]

اور حاجی علی رضا کوئی عام آدمی نہیں بلکہ دین اسلام کے علماء میں شمار کیے جاتے ہیں۔ پس میں نے مصوری کا کام جاری رکھا۔ آخر کار میرے رسمی طور پر قبولِ اسلام کا لمحہ بھی آ گیا۔ ایک

---

① یہ حاجی علی رضا کا ذاتی خیال ہے ورنہ مصوری گناہ کبیرہ میں سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً تصویر کشی کرنے والوں کو قیامت کے دن اللہ کے ہاں سب سے سخت عذاب ہوگا۔'' (صحیح البخاری، اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامة، حدیث: 5950)

رات عجیب و غریب خواب کے بعد اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک طوفانی سمندر میں اپنی جان بچانے کے لیے جدوجہد کر رہا ہوں اور بپھری ہوئی موجوں سے پنجہ آزمائی کے بعد بالآخر ساحل پر پہنچ ہی جاتا ہوں۔ اس وقت سمندر کی گھن گرج سے بھی بلند تر ایک آواز مجھ سے پوچھتی ہے: ''تجھے ڈوبنے سے کس نے بچایا؟ اور اب تو (اس طاقت پر) ایمان لانے میں دیر کیوں کر رہا ہے؟''

کچھ دیر بعد میں نے حاجی علی رضا کے پاس جا کر اسلام کا اقرار کر لیا اور انہوں نے مجھے حسبِ معمول نہایت شفقت اور فراخ دلی سے نماز اور اسلام کے بارے میں دیگر تفصیلی ہدایات سے آگاہ کیا اور اس طرح میں دائرۂ اسلام میں داخل ہو گیا۔

اب مجھے اس بات کی کوئی پروا نہیں کہ میرے تمام کیتھولک دوستوں کے گھروں کے دروازے مجھ پر بند ہو چکے ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ میرے ہر کیتھولک دوست کے بجائے مجھے دس مسلمان بھائی مل جائیں گے۔

جب سے میں نے مسلمانوں کے اجتماعات میں جانا شروع کیا' مجھے یہ نیا دین قبول کرنے کے ناگزیر نتائج کا احساس ہونے لگا مگر اب باقاعدہ طور پر یہ دین اختیار کرنے کے بعد اور ووکنگ (Woking) کی مسجد میں گزشتہ بار جانے کے بعد مجھے کھلی دشمنی کے آثار صاف دکھائی دینے لگے اور ایک تلخ حقیقت یہ ہے کہ مسجد میں نماز ادا کرنے کے چند ہی دن بعد مجھے ڈاک کے ذریعے سے بھیجے گئے ایک خط میں قتل کی دھمکی بھی موصول ہوئی۔ میں اس دھمکی پر ہنس دیا کیونکہ میری حفاظت اب میرا اللہ کرے گا۔ دنیا کی کوئی طاقت مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتی اور مجھے یقین ہے کہ میں بقیہ زندگی میں اپنا کام اس وقت تک کرتا رہوں گا جب تک وقت مقررہ پر اللہ مجھے اپنے پاس واپس بلا نہ لے۔ میں اس کی نعمتوں کا آخر دم تک شکر ادا کرتا رہوں گا' خاص طور پر اپنے فنکارانہ مزاج کے لیے جو مجھے اس کے بے مثال حُسنِ تخلیق کو دکھانے میں مدد دیتا ہے۔ میری مصوری اس کی حمد و ثنا کی ایک صورت ہے کہ اس نے کس قدر فیاضی سے ہمیں آنکھوں کے ذریعے سے روح کو مسرور کرنے کا سامان عطا کیا ہے۔

مجھے امید ہے کہ میں مرنے سے پہلے بہت جلد لندن کے وسط میں وہ خوبصورت مسجد ضرور دیکھ لوں گا جس کا شاندار ڈیزائن ہمارے نوجوان اور ذہین ماہر تعمیرات شیخ عبدالحمید نے تیار کیا ہے۔ صرف ایک مسلمان کی روح کی گہرائیوں ہی سے ایسی خوبصورت مسجد کا تصور برآمد ہوسکتا ہے اور صرف ایک صاحبِ ایمان کو ہی اس کی تعمیر کا حق حاصل ہے، کسی اور کو یہ حق حاصل نہیں۔ ①

[کاؤنٹ ایڈوارڈو جیوجا، اٹلی]

(Count Eduardo Gioja,Italy)

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

"There was a door to which I found no key:
There was a veil past which I could not see.
Some little talk awhile of me and thee
There seemed and then no more thee and me...."

''میرے آگے ایک دروازہ تھا جس کی چابی میرے پاس نہ تھی، ایک پردہ حائل تھا جس کے پار میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔ پھر میرے اور تمہارے درمیان ایک لمحے کو یوں لگا کوئی بات ہوئی اور پھر ''میں'' اور ''تم'' کے حجابات اٹھ گئے۔''

کئی دوسرے انگریزوں کی طرح میں نے بھی چرچ آف انگلینڈ سے عیسائیت کی تعلیم حاصل کی اور اس چرچ کی باقاعدہ رکنیت اختیار کی۔ میں نے زیادہ تر بچپن ایک پُرانے کتھیڈرل (Cathedral) ② والے شہر میں گزارا۔ یہ شہر اُس زمانے میں بڑی تعداد میں گرجا گھروں اور شراب خانوں کی وجہ سے مشہور تھا۔

مجھے یاد ہے کہ مجھے اساتذہ اور دوسرے لوگوں نے بائبل کے دس احکام ربّانی، عیسائیت کے

---

① اسلامک ریویو، ستمبر 1935ء ج:23، ش:9، ص:329-336

② کتھیڈرل: وہ کلیسا جہاں اسقف (Bishp) مقیم ہو۔

بنیادی اصولوں اور بائبل کی تعلیمات وغیرہ سے آشنا کیا۔ مگر اس تمام تر تربیت سے مجھے جو کچھ حاصل ہوا وہ فقط ایک عجیب قسم کی جذباتیت اور مذہبی تعلیم کے مختلف امتحانوں میں کامیابی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ مجھے وہ روحانی ضبط حاصل نہ ہوسکا جو مجھے زندگی کی مشکلات کے لیے تیار کرسکتا۔

1918-19ء کے دوران میں، میں نے مصر میں رائل ایئر فورس (Royal Air Force) میں کچھ دیر کام کیا۔ وہاں ایک انگریز دوست کے ہمراہ مجھے ایک رات نصف شب کے قریب ولادتِ نبوی کے سلسلے کی ایک تقریب میں شمولیت کا موقع ملا۔ مجھے یاد ہے کہ اس وقت ہم اس تقریب سے بہت متاثر ہوئے۔ عربی میں نعت خوانی، ہوا میں لہراتے ہوئے اسلام کے پرچم، عقیدت مندوں کے خلوص اور ان کی مشفقانہ مہمان نوازی نے ہمیں بہت متاثر کیا۔ مگر میں یہ اعتراف کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس وقت ہم محض تماشائی تھے۔

انگلینڈ واپسی پر میری جستجو اور تجسس کا آغاز ہوا۔ دانشِ حقیقی کی تلاش پر مجھے پرینٹس ملفورڈ (Prentice Mulford) کی ایک چھوٹی سی کتاب ''Thoughts are Things'' نے آمادہ کیا۔ اس چھوٹی سی کتاب نے سادہ لفظوں میں مجھے قوتِ فکر سے آشنا کیا۔ اس سے مجھے معلوم ہوا کہ کس طرح بُرے خیالات ایک برا ماحول مرتب کرتے ہیں جبکہ اچھے خیالات اچھا ماحول قائم کرتے ہیں اور درست سائنسی سوچ خواہشات کی تسکین کا سامان فراہم کرتی ہے۔

یہ تلاش تقریباً چار پانچ سال تک جاری رہی۔ اس عرصے میں میں نے وسیع مطالعہ کیا، مختلف تقاریر سنیں اور مباحثوں میں حصہ لیا۔ مذہبی فلسفہ (Theosophy)، بدھ مت، یوگا (Yoga) کا فلسفہ، روحانیت، تصوف، کیتھولک مذہب، فکرِ جدید اور پیلمن ازم (Pelmanism) وغیرہ پر خوب پڑھا۔ غرض ہر مذہب اور ہر فلسفے کا مطالعہ کر ڈالا مگر ہر فلسفے میں چند ایک ابدی حقائق کے سوا اور کچھ نہ ملا، لہٰذا یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ میں خالی ہاتھ ہی لوٹ آیا۔

1924ء تک میں اسلام کی سادہ مگر انتہائی معقول اور اطمینان بخش تعلیمات سے متعارف نہیں ہوا تھا۔ ایک دن مڈلینڈ (Midland) کی ایک پبلک لائبریری میں جانے کا اتفاق ہوا تو رسالہ ''اسلامک ریویو'' کا ایک تازہ شمارہ دیکھا۔ ''اسلام کیا ہے؟'' کے عنوان سے اس رسالے

میں چند صفحے دیکھ کر مجھے فوراً پتہ چل گیا کہ یہی میرا مطلوبِ جستجو تھا۔

میں نے ان صفحات میں ایک ضابطۂ قوانین پڑھا جن پر عمل کرنے سے دنیوی اور دائمی کامیابی' ذہنی سکون اور دانش حاصل ہو سکتی ہے اور جن کے مطالعہ سے یہ بھی پتہ چل سکتا ہے کہ ماضی کی غلطیوں کی تلافی کیسے کی جا سکتی ہے۔ میں نے ایک شاندار فلسفہ پڑھا جو بظاہر سادہ تھا مگر اس میں اتنی گہرائی بھی تھی جو زندگی بھر کے مطالعہ کو کافی تھی۔ یہ ضابطۂ قوانین روح کو اعمالِ صالحہ کی ترغیب دے کر اسے اس طاقتور نظامِ کائنات میں اپنا جائز مقام حاصل کرنے کا راستہ بھی دکھاتا ہے۔ اس کے تھوڑے ہی عرصے بعد میں نے باقاعدہ طور پر اسلام قبول کر لیا اور امام خواجہ نذیر احمد نے مجھے مشرف بہ اسلام کر کے اسلامی برادری کا رُکن بنایا۔ اس دن سے میں دنیا کے معاملات کو درست زاویۂ نگاہ یعنی اسلامی زاویۂ نگاہ سے دیکھنے لگا ہوں۔ اب میں دنیا کے مسلط کیے ہوئے جھوٹے عقائد اور مادیت پرستانہ آراء کی گرفت میں نہیں ہوں' جس میں وہ ہزاروں لوگ گرفتار ہیں جو سچ اور جھوٹ' غلط اور درست میں تمیز نہیں کر سکتے۔

آخری بات یہ ہے کہ اسلام خود غرضی کو گناہِ کبیرہ قرار دے کر اس سے منع فرماتا ہے اور یہ تعلیم دیتا ہے کہ اگر ایک بھائی تکلیف میں مبتلا ہو تو دوسرا اس سے لاتعلق ہو کر خوش نہیں رہ سکتا۔ ایک معروف مشرقی مفکر نے ایک دفعہ کہا تھا: ''ہمارا جذبۂ خدمتِ خلق زندگی میں ہمارے لیے روشنی کا چراغ ہے' خواہ ہمارا پیشہ کوئی بھی ہو۔'' اپنی روز مرّہ ضروریات پوری کرنے کے بعد اور اپنے مادی مستقبل کو محفوظ بنا لینے کے بعد ہم سب مسلمانوں کو چاہیے کہ خدمت خلق کا کوئی نہ کوئی شعبہ اپنا لیں۔ خدمتِ خلق کا کام کسی بھائی کا مادی بوجھ کم کر کے یا اس کی روحانی مدد کر کے کیا جا سکتا ہے' لیکن پہلے ہمیں اس کا تعین کر لینا چاہیے کیونکہ یہی ہمیں لازوال مسرت سے ہم کنار کر سکتا ہے اور دنیا و آخرت میں ہمارے وجود کا یہی جواز ہو سکتا ہے۔ [1]

[فضل کریم سانڈرز]

(Fazl Karim Saunders)

---

[1] اسلامک ریویو' نومبر' دسمبر 1935ء' ج:23' ش:11.12' ص:403.402

میرا اسلام کا تجربہ

[اسلام قبول کرنے کے بعد مسٹر فریڈرک حمید اللہ بومین (Mr.Frederick Hameedullah Bowman) نے اگست 1939ء میں ''اسلام کا پیغام'' کے عنوان سے ایک لیکچر دیا۔ ان کا مضمون ''اسلام کا تجربہ'' پیش کرنے سے پہلے ہم ذیل میں ان کے قبولِ اسلام کا اقرار نامہ شائع کر رہے ہیں۔]

''میں فریڈرک حمید اللہ بومین ساکن لیور پول (Liverpool) (انگلینڈ) ایمان اور خلوص سے' بہ رضا و رغبت اعلان کرتا ہوں کہ میں صرف اور صرف ایک اللہ کی عبادت کرتا ہوں اور میرا یہ ایمان ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور یہ کہ میں حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ' حضرت عیسیٰ اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام کا برابر احترام کرتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ایک مسلمان کی حیثیت سے زندگی بسر کروں گا۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔''

(ایف ایچ بومین)

(F.H.Bowman)

امام صاحب کی فرمائش پر مجھے اُن حالات کا مختصر بیان پیش کر کے خوشی محسوس ہو رہی ہے جن حالات میں پہلے پہل میں اسلام کی حقیقت سے آشنا ہوا۔ میری والدہ ایلس برتھا بومین (Alice Bertha Bowman) شاعرہ اور ناول نگار تھیں اور ان کی تحریریں شاہی خاندان سے بھی خراجِ تحسین حاصل کر چکی تھیں۔ کئی سال پہلے اُن کے مضامین اور نظمیں ''دی الہٰ آباد ریویو'' (The Allahabad Review) میں شائع ہوئیں۔ یہ جریدہ ہندوستان سے شائع ہوتا تھا۔ اس کے ناشر سر بلند جنگ ایم حمید اللہ تھے جو بعد میں حیدر آباد دکن کے چیف جسٹس مقرر ہوئے۔ میں بچپن میں یہ رسالہ اور دوسرے جرائد جن میں میری والدہ کی تحریریں چھپتی تھیں' پڑھا کرتا تھا۔ اس طرح بچپن ہی سے میرے دل میں اپنا نام بھی چھپا ہوا دیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔

خاص طور پر میری والدہ کو "دی اینگلو انڈین ویکس ٹائمز" (The Anglo-Indian Week's Times) میں اُن کی کہانی " اے رومانس آف لینگولن" (A Romance of Leangollen) چھپنے پر انعام ملا تو میرا یہ شوق کچھ اور بڑھ گیا۔ سکول میں، میں اپنی ادبی صلاحیت کو بروئے کار لایا اور سکول کے درجہ پنجم کے میگزین کا ایڈیٹر مقرر ہوا۔ سکول چھوڑنے سے پہلے ہی میری تحریریں اخبارات میں شائع ہونے لگیں۔ مسٹر حمید اللہ جو اُس وقت وکیل تھے میرے ادبی ارتقاء میں دلچسپی لینے لگے۔ میں نے اُن کا نام اپنا قلمی نام بنا لیا۔ افسوس کہ اب جبکہ وہ اس دنیا میں نہیں رہے، میں اپنا پُرخلوص اظہارِ تشکر اُن کے بجائے اُن کے خاندان کو منتقل کر رہا ہوں۔ ان کے نامور فرزند محمود اللہ ہوم سیکرٹری صوبہ جات متحدہ (ہندوستان) سے میری خط کتابت کا سلسلہ باقاعدہ جاری ہے۔ مسٹر محمود اللہ اپنے قدیم دہلوی آباؤ اجداد کی بلند پایہ روایات کو نہایت خوبی سے نبھا رہے ہیں۔ جب میں سکول میں پڑھتا تھا تو لیورپول (Liverpool) میں ایک مسجد تھی جہاں میں اپنی والدہ کے ہمراہ کئی اجتماعات میں شامل ہوا۔ مجھے (اسلام سے) اتنی دلچسپی ہوگئی کہ میں گھر کے بنے ہوئے جبے (گاؤن) میں ملبوس ہو کر ایک صندوق پر چڑھ کر مقامی شیخ کے انداز میں اپنے ہمسایوں کے اجتماع کو اسلام کی حقانیت کی تعلیم دینے لگا۔ لیور پول (Liverpool) کی مسجد رفتہ رفتہ بند ہوگئی اور کچھ عرصہ تک میرا اس دین سے رابطہ منقطع رہا۔ میں سٹیج کے لیے ڈرامے لکھنے اور تھیٹر میں پیش کرنے لگا۔ لندن کے ممتاز ناشرین سے میں نے اپنی کہانیاں اور سلسلہ وار ناول اور ڈرامے شائع کرائے۔ فلموں کی کہانیاں لکھیں، کچھ فلموں میں اداکاری بھی کی اور بعض فلموں کے گیت بھی لکھے۔ میں ہمیشہ حضرت محمد ﷺ کے مثالی کردار کو سامنے رکھتے ہوئے اذیت میں مبتلا جانوروں کا ہمدرد رہا۔ آپ کی رحم دلی انتہائی نچلے درجے کی مخلوق تک پھیلی ہوئی تھی۔ اب میں جانوروں کی خدمت کی انجمن (Animal Service Association) کا صدر ہوں جو میں نے باربردار جانوروں کے تحفظ کے لیے قائم کی ہے۔ میرا تازہ ترین گیت "جنگ اور خواتین" (Women and War) امن کی اپیل ہے۔ کچھ عرصہ سے میں اپنے اخبار کی ادارت کر رہا

ہوں جس کا نام "The Talking Picture News" ہے۔ جون 1934ء میں مجھے سینٹ جیمز پیلس (St. James's Palace) میں شاہ جارج پنجم کی خدمت میں پیش ہونے کا موقع ملا۔ اس سال میرے علم میں یہ بات آئی کہ ووکنگ (Woking) کی مسجد کے امام صاحب ساؤتھ پورٹ ریلیجئس کانفرنس (Southport Religious Conference) سے خطاب کریں گے۔ پس میں اُن کا خطاب سننے چلا گیا۔ بعد میں اُن سے مل کر مجھے بہت خوشی ہوئی کہ ہم نے وہاں نہایت دلچسپ گفتگو کی۔ مجھے امید ہے ہمارا آپس میں رابطہ رہے گا۔ میں لیور پول میں پیدا ہوا اور میرا خاندان مذہباً پروٹسٹنٹ تھا' تاہم میں نے ہمیشہ اپنی فکر کو آزاد رکھا اور اللہ عزوجل کے بارے میں مسلمانوں کا عقیدہ مجھے ہمیشہ اچھا لگا۔ ①

[فریڈرک حمید اللہ بومین- لیور پول' برطانیہ]

(Frederick Hameedullah Bowman-Liverpool, U.K)

ایک ذی شعور انسان کا پسندیدہ دین

کئی سال سے عیسائی دنیا کے مذہبی جرائد میں مختلف فرقوں کی جانب سے یہ واویلا کیا جا رہا ہے کہ مذہبی حوالے سے کوئی پیش رفت نہیں ہو رہی ہے۔ اور واقعی صورت حال ایسی ہے کہ عیسائی طبقۂ علماء کی سرگرمیوں اور سرتوڑ کوششوں کے باوجود لوگوں کی عیسائیت میں دلچسپی ہر سال کم ہوتی جا رہی ہے۔ لوگوں کی اس بے اعتنائی کی کئی وجوہات بتائی جاتی ہیں مگر اصل وجہ بتانے سے عموماً گریز ہی کیا جاتا ہے۔ خالق نے انسان کو ذہن استعمال کے لیے دیا ہے اور انسان اسے جتنا زیادہ استعمال کرے اتنا ہی اُس کا اعتماد اپنے ضعیف الاعتقاد اور غیر مہذب آباؤ اجداد کے نظریات سے اُٹھتا چلا جاتا ہے۔

قرونِ وسطیٰ میں ذہن سے کام لینے والے لوگ صرف پادری ہوا کرتے تھے۔ سب سے طاقتور ہتھیار ''علم'' صرف انہی کے ہاتھوں میں ہوتا تھا' یہاں تک کہ جو آدمی بھی لکھنا پڑھنا سیکھ

① اسلامک ریویو' مارچ 1940ء' ج:28' ش:3' ص:81-83

لیتا وہ ازخود دینی عالم ہونے کا دعویٰ کر دیتا' یعنی اسے پڑھا لکھا سمجھا جاتا اور کلیسا کے لیے جدوجہد (دینی نہیں بلکہ سیاسی اور مالی فوائد کے حصول کی جدوجہد) میں سرگرم علماء کی فہرست میں اس کا نام درج ہو جاتا۔ یہ جدوجہد دماغ اور جسم کی کشمکش تھی یا دوسرے لفظوں میں ایک طرف علم کی طاقت اور دوسری طرف جسمانی طاقت کے درمیان تصادم کی صورتِ حال تھی۔ تعلیم یافتہ لوگوں کا مقابلہ ان پڑھ سپاہیوں سے ہوتا تھا' ایک طرف عاقل اور فاضل تھے اور دوسری طرف نادان مسلح افراد' جس کا صرف ایک ہی نتیجہ ممکن تھا کہ چرچ (کلیسا) دولت میں کھیلتا رہا' لہٰذا جان (John) اور الیگزینڈر بورجیا (Alexander Borgia) جیسے لوگوں کو بھی پوپ کے منصب پر فائز ہونے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی۔ یہ بات بہرحال تسلیم کرنی پڑے گی کہ طبقۂ علماء میں اچھے اور نیک لوگ بس گنتی کے تھے جو خلوصِ نیت سے اپنے پیروکاروں کو جنت کی راہ دکھانے کی کوشش کرتے' مگر اُن کی راہ میں بھی یہ ناقابل عبور رُکاوٹ حائل رہی کہ اُن کے خطبات کا متن لاطینی زبان میں ہوتا تھا جس کا کوئی مربوط جملہ ہزاروں کے اجتماع میں سے ایک فرد بھی نہیں سمجھ سکتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ مسئلہ بھی تھا کہ اگر کوئی آدمی اپنی سوچ سے کام لے کر' دی جانے والی دینی تعلیم کی صداقت کو چیلنج کرتا تو اسے موت کی نیند سلا دیا جاتا۔ چرچ کی صداقت کے متعلق سوال کرنے کی جرات ''انحراف'' شمار ہوتی تھی جس میں کلیسا کی طرف سے زندہ آگ میں جلا دینے کا حکم صادر ہوتا تھا۔ عیسائی دنیا میں اب بھی یہی صورت حال جاری ہے۔ رومن چرچ اپنی تعلیمات کی ''بے عیبی'' کے متعلق کسی کو سوال کرنے کی اجازت نہیں دیتا' اگرچہ اب سزاؤں کی صورت حال بہت مختلف ہے۔

جب تعلیم پر چرچ کی اجارہ داری جاتی رہی اور مشینی طباعت کے باعث کتابیں عام لوگوں کی دسترس میں آ گئیں تو پھر یہ ہوا کہ لوگ اپنی سوچ سے کام لینے لگے اور صدیوں بعد ہی سہی' لوگ بالآخر اُن پرانے قصے کہانیوں کی صداقت کو چیلنج کرنے لگے جن کو اتنا عرصہ چرچ سے باہر کسی نے چیلنج نہیں کیا تھا۔

سالہا سال بلکہ یوں کہیے کہ انیسویں صدی کے آخر تک فیشن کی خودسر دیوی کا یہ حکم چلتا رہا

کہ گرجے میں حاضری معاشرے کے لیے ضروری ہے مگر اب جبکہ سوچ کا انداز بدل گیا ہے تو ہم اتوار کو گرجے میں جمع ہونے والے بے مقصد عبادت گزاروں کے ہجوم کا کھوکھلا پن صاف دیکھ سکتے ہیں۔ غالب گمان یہی ہے کہ اب جو لوگ چرچ جاتے ہیں اُن میں خاصی تعداد کی گرجے میں حاضری اپنی جوانی کے دور کی عادت کے باعث ہوتی ہے نہ کہ کسی اخلاقی فائدے کی غرض سے۔

پھر بھی انسانیت کو بہر حال کسی نہ کسی صورت میں مذہب کی ضرورت تو ہے۔ آج کے دور میں ہر وقت تفریحِ طبع کا جو جنون دیکھنے میں آ رہا ہے اس کا کوئی نہ کوئی ردِّعمل تو یقیناً ہوگا۔ یہ بات بھی یقینی ہے کہ کوئی بھی صاحبِ شعور انسان کسی ایسے مذہب کو قبول نہیں کر سکتا جو یہ کہے کہ ''جب تک آپ بعض انتہائی مشکوک حقائق پر ایمان نہ لے آئیں اور اپنے اللہ کے بارے میں ایک ناممکن سا تصور نہ اپنا لیں آپ کی نجات نہیں ہوسکتی۔'' ایسے مذہب کی مشکوک باتوں کے کوئی ثبوت فراہم نہیں کیے جاتے اور الٹا ناممکنات پر اندھا دھند ایمان لانے کا مطالبہ کیا جاتا ہے جبکہ ذی شعور لوگوں کو کسی ایسی بات پر رضامند کرنا نامعقولیت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ مسٹر برنارڈ شا (Bernard Shaw) کی اسلام کے غلبہ کی پیش گوئی [1] سچی ثابت ہونے والی ہے مگر ہم مسلمانوں کے لیے یہ ایک اچھا موقع ہے۔ دنیا ''اسلام جیسے دین'' کی طرف ہی راغب ہوسکتی ہے لیکن یہ ہمارا فرض ہے کہ اس کا رُخ خالص اور سادہ اسلام کی طرف موڑ دیں۔ جلد ہی حق کے متلاشی اتنے زیادہ ہو جائیں گے کہ تاریخ میں اس کی مثال ہی نہیں ملے گی۔ وہ پرانے مقبول عام نعروں سے مطمئن نہیں ہوں گے بلکہ ایک ایسے دین کا تقاضا کریں گے جو ان کے تمام سوالات کے جوابات دے اور اُن سے بچوں جیسا سلوک نہ کرے کہ وہ اپنی فرمائشیں شفیق باپ سے براہِ راست کرنے کی بجائے آیا کو وسیلہ بنائیں۔ میں پھر یہی کہوں گا کہ آیئے ہم مسلمان اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے لیے تیار ہو جائیں۔

---

① جارج برنارڈ شا (1856ء تا 1950ء) شہرۂ آفاق انگریزی ڈراما نگار تھا۔ اس نے پیشگوئی کی تھی کہ اگلی صدی اسلام کی ہوگی۔ (م ف)

ذاتی طور پر میں حق کے متلاشی گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں۔ میرے پردادا ڈاکٹر پائی سمتھ (Dr.Pye-Smith) نے 1843ء میں بائبل اور علم الأرضیات کے باہمی ربط و تعلق پر اپنی مشہور کتاب شائع کی جس پر انہیں شدید مذمّت کا سامنا کرنا پڑا۔ کئی لوگوں نے انہیں مذہب کا دشمن قرار دیا مگر انہوں نے سچائی کا راستہ بہرحال دکھا دیا۔ آج کوئی بھی آدمی اس موضوع پر اُن کے خیالات سے سنجیدگی کے ساتھ اختلاف نہیں کرسکتا' جیسا کہ اس وقت انہیں انقلابی قرار دیا گیا تھا۔ میں خود بھی چرچ آف انگلینڈ کے مطابق مذہبی تربیت پانے کے باوجود یا شاید اسی تربیت کے خلاف ردعمل کے طور پر عیسائی نظریات سے مطمئن نہ رہ سکا۔ ملایا (ملائیشیا) میں اچھے مسلمانوں کے قریب رہ کر میں اسلام کی حقیقت کا کھوج لگانے سے باز نہ رہ سکا تا آنکہ مجھے حتمی طور پر یہ یقین ہو گیا کہ میرے تمام سوالات کا جامع جواب اسی دین کے پاس ہے اور یہ وہ جواب ہے جو اللہ عزوجل کی طرف سے آیا ہے اور عیسائیت ان سوالات کا جواب دینے سے گریزاں ہے۔ ①

[جیفرے ایچ آر پائی سمتھ' اسلامی نام: جعفر بن داود]
(Geoffrey H.R.Pye-Smith-Islamic name, Ja'far bin Dawud)

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

بچپن ہی سے میرے دل میں اسلام کے بارے میں مکمل واقفیت حاصل کرنے کی تڑپ موجود تھی اور میں نے بڑی احتیاط سے قرآن حکیم کا ایک ترجمہ اپنے آبائی شہر کی لائبریری سے لے کر پڑھا۔ یہ 1750ء کا ترجمہ تھا اور یہ قرآن پاک کا وہ ایڈیشن تھا جس سے گوئٹے (Goethe) نے بھی اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں۔ اس وقت میں اسلامی تعلیمات کی بدرجۂ اَتم معقولیت اور مؤثر اندازِ بیان سے بے حد متاثر ہوا۔ میں اس زبردست روحانی انقلاب سے بھی بہت متاثر ہوا جو ان تعلیمات سے اس دور کی اسلامی اقوام میں برپا ہوا

① اسلامک ریویو جون 1931ء ج:19 ش:6' ص:185-187

تھا۔ بعد میں برلن (Berlin) میں مجھے مسلمانوں کے ساتھ مل کر کام کرنے اور برلن کی مسجد اور برلن میں پہلے اسلامی مشن کے بانی سے قرآن پر فکر انگیز اور ولولہ خیز تبصرہ سننے کا اتفاق ہوا جس سے میں مزید متاثر ہوا۔ اس نمایاں شخصیت کے ساتھ کئی سال تک عملی تعاون کرنے اور ان کی روحانی محنت سے میں مسلمان ہو گیا۔ اسلام نے میرے ذاتی نظریات کو انسانیت کے متعلق انتہائی پُر مغز تصورات سے آشنا کر کے مزید تقویت فراہم کی۔ اسلام میں اللہ پر ایمان ایک پاکیزہ بنیادی عقیدہ ہے۔ اسلام ایسے نظریات سے خالی ہے جو جدید سائنس سے مطابقت نہیں رکھتے۔ اس لیے اسلام اور سائنس کے درمیان کوئی تصادم نہیں۔ یہ ایک بے مثال خوبی ہے اور اس آدمی کے لیے یہ دین بہت فائدہ مند ہے جو سائنسی تحقیق میں حسبِ صلاحیت کام کرنا چاہتا ہو۔ اسلام کی برتری کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ اسلام کی تعلیمات محض تصورات پر مبنی نہیں جو عملی زندگی سے لگا نہ کھاتی ہوں، بلکہ یہ ایک ایسا نظامِ تعلیم ہے جو انسان کی زندگی کو عملاً متاثر کرتا ہے۔ اسلام کے قوانین شخصی آزادی کو سلب کرنے والے سخت قوانین نہیں بلکہ ایسی ہدایات ہیں جو منظّم آزادی فراہم کرتی ہیں۔ سالہا سال تک میں یہ دیکھ کر مطمئن ہوں کہ اسلام ہی انفرادیت اور اجتماعیت کے درمیان ایک توازن اور ایک رابطہ قائم کرتا ہے۔ یہ دین تعصب سے خالی اور رواداری سے مالا مال ہے۔ یہ اچھائی کو پسند کرتا ہے خواہ وہ کہیں سے بھی ملے۔ ①

[ڈاکٹر حامد مارکس، سائنسدان، مصنف، صحافی - جرمنی]

(Dr. Hamid Marcus, Scientist, Author and Journalist-Germany)

میرا قبولِ اسلام

[پروفیسر ہارون مصطفےٰ لیون (Leon) پی ایچ ڈی، ایل ایل بی، ایف ایس پی، نے 1882ء میں اسلام قبول کیا۔ آپ یورپ اور امریکہ کی کئی علمی انجمنوں سے وابستہ رہے اور ان کے اعزازی

① اسلام، دی فرسٹ اینڈ فائنل ریلیجن، 126,125

رکن رہے۔ آپ ایک قابل ماہر لسانیات تھے اور اس وقت "Isle of Man Examiner"① نامی جریدے میں انسانی زبانوں کی درجہ بندی پر سلسلہ وار مضامین لکھ رہے تھے۔ علاوہ ازیں آپ نے اسلامک ریویو اور اسلامک کلچر کے لیے بھی کئی مضامین لکھے۔ سائنس کی اس اہم شاخ (لسانیات) میں آپ کی خدمات کا اعتراف بڑے بڑے علمی اداروں نے کیا۔ امریکہ کی پوٹومیک یونیورسٹی (Potomac University) نے آپ کو ایم اے کی ڈگری جاری کی۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ ایک مستند ماہر ارضیات بھی تھے۔ آپ اکثر مختلف علمی اور ادبی انجمنوں میں سائنس اور ادب کے موضوعات پر لیکچر دیا کرتے تھے۔ آپ "La Societe Internationale de Philologie, Sciences et Beaux-Arts" کے سیکریٹری جنرل کے اہم عہدے پر فائز رہے۔ یہ سوسائٹی 1875ء میں قائم ہوئی تھی۔ آپ لندن سے شائع ہونے والے سائنسی جریدے Philomathe کے مدیر بھی رہے۔ ڈاکٹر لیون کو عثمانی سلطان عبدالحمید خان اور آسٹریا کے فرمانروا نے کئی اعزازات سے نوازا۔ (ایڈیٹر)]

اسلام کی ایک شان یہ بھی ہے کہ اس کی بنیاد عقل پر ہے' لہٰذا یہ اپنے پیروکاروں سے اس نعمت عظمیٰ کو ترک کر دینے کا تقاضا کبھی نہیں کرتا۔ بعض دوسرے مذاہب اس کے برعکس اپنے پیروکاروں کو ذاتی تحقیق اور اطمینان کے بغیر کچھ نظریات کو محض چرچ کے حکم پر قبول کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ اسلام تحقیق کی دعوت دیتا ہے اور اپنے پیروکاروں کو یہ تلقین کرتا ہے کہ کسی بات کو قبول کرنے سے پہلے مطالعہ' تحقیق اور چھان بین کر لیا کریں (کہ واقعی یہ حکم ثابت ہے یا نہیں)۔

نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا:

''اللہ نے عقل سے بہتر کوئی چیز نہیں بنائی۔ انسان کو تمام فوائد اسی وجہ سے حاصل ہوتے ہیں اور عقل ہی سے سمجھ پیدا ہوتی ہے۔''②

① ''آئل آف مین'' (Isle of Man) انگلستان اور آئرلینڈ کے درمیان بحیرۂ آئرش میں واقع ایک جزیرہ ہے۔ (م ف)

② مذکورہ الفاظ کے ساتھ یہ روایت نہیں مل سکی البتہ اس کے ابتدائی الفاظ کا مفہوم تاریخ ابن عساکر: 454/11 میں ہے۔ اس کے الفاظ یوں ہیں: (مَا خَلَقَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ خَلْقِهِ شَيْئًا هُوَ أَحَبُّ إِلَيْهِ

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

مِنَ الْعَقْلِ) ’’اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز پیدا نہیں کی جو عقل سے بڑھ کر اللہ کو محبوب ہو۔‘‘ (تاریخ ابن عساکر: 454/11)

عقل کے متعلق یہ حدیث اور دیگر تمام احادیث ضعیف یا موضوع ہیں۔ دراصل اہل فلسفہ، اہل منطق اور عقل پرست لوگوں نے قرآن پاک اور احادیث نبویہ سے اپنی خواہشات کے مطابق مفہوم نکالنے اور یہ ثابت کرنے کے لیے کہ دین وشریعت میں عقل کا استعمال مستحسن ہے مختلف قسم کی احادیث وضع کیں اور ایسی موضوع اور باطل احادیث پر مشتمل کتب تصنیف کیں۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’کتاب العقل‘‘ کے نام سے چار آدمیوں نے کتابیں گھڑی ہیں۔ سب سے پہلے میسرہ بن عبدربہ نے عقل کے متعلق احادیث پر مشتمل ایک کتاب وضع کی، پھر اس سے داود بن محبر نے چوری کی اور ان احادیث کو میسرہ کی سندوں کے علاوہ دیگر اسناد سے ملا دیا، پھر انھیں عبدالعزیز بن ابورجاء نے چوری کیا اور ان میں مزید سندیں ملا دیں، پھر سلیمان بن عیسیٰ سجزی نے انھیں چوری کیا اور ان میں اپنی سندیں بیان کیں۔‘‘

نیز ایک جگہ فرماتے ہیں: [قد رویت في العقل احادیث کثیرة لیس فیها شيئ یثبت] ’’عقل کے متعلق بہت زیادہ احادیث روایت کی گئی ہیں لیکن ان میں سے ایک بھی حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔‘‘

امام ابن حبان پر اگرچہ یہ الزام ہے کہ وہ اہل فلسفہ میں سے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ فرماتے ہیں: لست احفظ عن رسول اللہ ﷺ خبرا صحیحاً في العقل] ’’مجھے عقل کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے کوئی بھی صحیح حدیث یاد نہیں پڑتی۔‘‘

پھر اس کا سبب بیان کرتے ہوئے تقریباً 10 ایسے راویوں کا ذکر کرتے ہیں جو عقل کے متعلق احادیث بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں: ’’یہ تمام راوی اور دیگر راوی جو اس قسم کی روایات بیان کرتے ہیں سب ضعیف ہیں۔‘‘

امام عقیلی فرماتے ہیں: ’’عقل کے معاملے میں کوئی بھی چیز رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔‘‘

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’جس شخص نے بھی عقل کے متعلق وارد شدہ احادیث وآثار میں غور وفکر کیا ہے اس کے لیے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ ان احادیث وآثار کی بنیاد کمزور ہونے کے ساتھ ساتھ ان میں تحریف بھی کی گئی ہے۔‘‘

مندرجہ بالا تمام اقوال امام ابن تیمیہ ہی کے بیان کردہ ہیں۔ ان اقوال کو بیان کرنے کے بعد فرماتے

«إِنَّ الرَّجُلَ لَيَكُونُ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَالْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ وَالْجِهَادِ حَتَّى ذَكَرَ سِهَامَ الْخَيْرِ وَمَا يُجْزِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلاَّ بِقَدْرِ عَقْلِهِ»

''بے شک انسان نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ وغیرہ سب فرائض ادا کرتا رہے مگر روز قیامت

ہیں: [هذا اتفاق اهل المعرفة على بطلان هذا الحديث] ''یہ عقل کے متعلق حدیث کے بطلان پر علل حدیث کے ماہرین کا اتفاق ہے۔'' (بغية المرتاد: 251,243,181,171/1)

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: [احاديث العقل كلها كذب] ''عقل کے متعلق تمام تر احادیث جھوٹی اور موضوع ہیں۔'' (المنار المنيف' ص:66)

امام ابن جوزی عقل کے متعلق بعض احادیث بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''عقل کے متعلق بہت سی احادیث مروی ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی حدیث ثابت نہیں ہے۔ اور ان کو روایت کرنے والے تمام راوی متروک ہیں۔ وہ احادیث گھڑتے تھے اور پھر ایک دوسرے سے چوری کر کے ان کی سندیں تبدیل کر دیا کرتے تھے' لہٰذا ان سب کو یہاں بیان کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔'' (كتاب الموضوعات: 123/1)

مذکورہ بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ عقل کی بابت تمام احادیث باطل ہیں۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لفظ عقل کے متعلق بڑا لطیف نکتہ بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ''لفظ ''عقل'' ایک ایسا اسم ہے جس کا قرآن پاک میں کوئی وجود نہیں ہے۔ قرآن میں اس کے دیگر مشتقات مثلاً: تعقلون 'يعقلون' وغیرہ کا تذکرہ تو ملتا ہے لیکن اسم عقل کا استعمال قرآن میں نہیں ہے بلکہ قرآن میں عقل کے لیے حجر 'نُهٰى' الباب وغیرہ جیسے اسماء استعمال ہوئے ہیں۔ اسی طرح صحیح حدیث میں بھی صرف ایک جگہ (صحیح البخاری: حدیث: 304) عقل بطور اسم استعمال ہوا ہے اور وہاں بھی بطور نقص استعمال ہوا ہے۔ دراصل عقل مصدر ہے جس کا معنی یاد رکھنا اور جس چیز کو آدمی جانتا ہو اسے (ضائع ہونے سے) روک کر رکھنا ہے۔ اسی سے لفظ عقال (وہ رسی جس سے اونٹ کا گھٹنا باندھا جاتا ہے) مشتق ہے کیونکہ وہ اونٹ کو ادھر ادھر جانے سے روکتی ہے اور ایک جگہ باندھے رکھتی ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے ضبط علم کو عقال سے تشبیہ دی ہے' فرمایا: [اِسْتَذْكِرُوا الْقُرْآنَ' فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ' لَهُوَ أَشَدُّ تَفَصِّيًا مِنْ صُدُورِ الرِّجَالِ' مِنَ النَّعَمِ مِنْ عُقُلِهَا] ''قرآن کو بار بار پڑھا کرو' اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اونٹ کے اپنے رسی سے نکل کر بھاگ جانے سے بڑھ کر قرآن لوگوں کے سینوں سے نکلنے والا ہے۔''

(اللہ تعالیٰ) اُس کو اس کی عقل کے بقدر ہی صلہ دے گا۔"①

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب تمثیلی اخلاقی کہانیوں کا مجموعہ بھی اسلام کے مطابق ہے اور یہ قول بھی کہ "ہر بات کا ثبوت تلاش کر لیا کرو اور پھر ان میں سے اچھی باتوں کو اپنا لو۔"

جو لوگ اندھا دھند تقلید کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ عقل کا استعمال کر کے عمل نہیں کرتے انہیں قرآن حکیم کی سورۃ الجمعہ (آیت:5) میں کتابوں سے لدے ہوئے گدھے سے تشبیہ دی گئی ہے۔

خلیفۂ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "مسلمانوں کا ایمان ہے کہ اسلام سچائی کا دوسرا نام ہے اور سچائی تک رسائی اسلام کے شان دار اور ہمیشہ فروزاں رہنے والے سورج کی روشنی اور علم کی مدد ہی سے ممکن ہے لیکن علم حاصل کر کے سچائی تک پہنچنے کے لیے عقل کا استعمال ضروری ہے۔"②

اس موضوع پر سب سے زیادہ معنی خیز بات نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے پہلے ارشاد فرمائی جب عظیم الشان سلسلۂ انبیاء علیہم السلام کے آخری رسول جن کو اللہ نے اپنے رحم و کرم سے سچائی اور

(مسند احمد: 417/1، حدیث:3960) لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ عقل کا اطلاق علم کے مطابق عمل کرنے پر ہوتا ہے۔(بغیة المرتاد: 243/1-251) مندرجہ بالا بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ عقل کے متعلق تمام احادیث عقل پرست اور جھوٹے لوگوں نے وضع کی ہیں۔ (عبدالرحمٰن)

① المعجم الاوسط:215/2 و مجمع الزوائد: 61/8۔ امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں منصور بن صقیر نامی راوی ہے جس کے متعلق ابن معین نے "لیس بالقوی" کہا ہے نیز اس کی سند سے اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ نامی راوی ساقط ہے جو کہ متروک راوی ہے۔

لہٰذا یہ روایت شدید ضعیف ہے اور معجم الاوسط کے محقق نے بھی اسے ضعیف الاسناد کہا ہے۔ نیز اس روایت کو امام سیوطی نے موضوع احادیث کے متعلق اپنی کتاب "اللآلئ المصنوعة" (115/1) میں اور امام ابن جوزی نے "کتاب الموضوعات" (119/1) میں بیان کیا ہے۔ (عبدالرحمٰن)

② حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول مجھے نہیں مل سکا لیکن ائمۂ کرام کی آراء کی روشنی میں یہ بحث گزر چکی ہے کہ عقل کے متعلق تمام احادیث و آثار ضعیف یا موضوع ہیں۔ (عبدالرحمٰن)

نیکی کا پیغام بر بنا کر بھیجا تھا، اپنے حجرے میں اپنی محبت شعار زوجہ کے زانو پر سر رکھے لیٹے ہوئے تھے۔ مدینہ کے اہلِ ایمان مرد، عورتیں اور بچے اللہ کے، آخری رسولِ امین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی چٹائی کے گرد عیادت کے لیے جمع تھے۔ اُن کی آنکھوں میں آنسو تھے اور اسلام کے انتہائی دلیر اور پختہ کار مجاہدوں کے رخسار بھی آنسوؤں سے تر تھے۔ اُن کے قائد، دوست، محبوب، معلم اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اُن کے رسول ﷺ جنھوں نے اُن لوگوں کو وہم و جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر حق کی روشن راہ دکھائی تھی، انہیں امن وسلامتی والے دین اسلام سے روشناس کرایا تھا، اب اُن سے جدا ہو رہے تھے۔ اس لیے یہ کوئی حیرت کی بات نہ تھی کہ اُن کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے رواں تھے اور ان کے دل بوجھل اور اداس تھے۔ پریشانی بلکہ مایوسی کے عالم میں ایک صحابی نے بے ساختہ کہا: ''اے اللہ کے رسول! آپ بیمار ہیں۔ اگر آپ انتقال فرما گئے تو ہمارا کیا بنے گا؟''

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے پاس قرآن حکیم جو ہے۔''

''جی ہاں، مگر اللہ کے رسول! اس کتابِ ہدایت کے ہوتے ہوئے بھی ہمیں کبھی کبھی آپ سے مشورہ، نصیحت یا ہدایات لینا پڑتی تھیں۔ اگر آپ ہم سے دور ہو گئے تو ہماری رہنمائی کون کرے گا؟''

جواب ارشاد ہوا: ''میرے قول و فعل کو رہنما سمجھ کر اُسی کے مطابق عمل کرنا۔''

''مگر اے اللہ کے رسول! آپ کے جانے کے بعد کوئی ایسی نئی صورت حال بھی پیدا ہو سکتی ہے جیسی پہلے کبھی پیدا نہ ہوئی ہو تو اس وقت ہم کیا کریں؟ اور ہمارے بعد آنے والے لوگ (آپ کی رہنمائی کی عدم موجودگی میں) کیا کریں؟''

آپ ﷺ نے آہستگی سے اپنا دستِ مبارک اور سر اُٹھایا، آپ کے رُخِ انور سے پیغمبرانہ شان جھلک رہی تھی اور آنکھوں میں ذہانتِ نبوی کی چمک دکھائی دے رہی تھی۔ آپ نے بآواز بلند فرمایا: ''اللہ نے ہر انسان کو رہنمائی کے لیے عقل اور ضمیر عطا کیا ہے۔ سو تم لوگ عقل اور ضمیر کو ہر معاملہ میں استعمال کرو گے تو اللہ کی رحمت تمہاری رہنمائی کرے

گی۔"①②

[پروفیسر ہارون مصطفےٰ لیون]

(Prof. Haroun Mustapha Leon)

میں کیوں مسلمان ہوا؟

یہ بیان لکھتے ہوئے میرا یہ ہرگز ارادہ نہیں کہ مذاہب کے تقابل پر کوئی لمبی چوڑی بحث پیش کروں اور نہ میرا مقصد اسلام کا تنقیدی جائزہ لینا ہے۔ اس کی بجائے میں اپنے قبولِ اسلام کے بارے میں ایک جامع وضاحتی بیان دینا چاہتا ہوں۔

میری ابتدائی تربیت عیسائی عقیدے کے مطابق ہوئی مگر اس تربیت کی وجہ بدقسمتی سے میری عیسائی گھرانے میں پیدائش تھی کیونکہ بچوں کی تعلیم وتربیت عام طور پر والدین کے مذہب کے مطابق ہی ہوتی ہے اور بعد میں ہم اس مذہب کو ہی حقیقی دین سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں۔ تاہم عجیب بات یہ ہے کہ ہم اور تو ہر چیز کو خوب چھان پھٹک کر دیکھنے کے بعد ہی قبول کرتے ہیں مگر مذہب اور بالخصوص عیسائیت کے نام لیوا اسے آنکھیں بند کر کے قبول کر لیتے ہیں۔

مسیحی بائبل جو عیسائیت کی نصابی کتاب ہے' اسے میں نے کئی بار پڑھا ہے۔ میرے خیال میں شاید ہی کوئی ایسا آدمی ہو جو اس میں مذکور ہولناک خون ریزی' تباہی' حرام کاری' زنا بالجبر اور فحاشی سے لبریز واقعات پڑھ کر کانپ نہ اُٹھتا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ بائبل پڑھ کر انسان عیسائیوں کے ''خدا'' کے بارے میں شکوک وشبہات میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

تقریباً ہر عیسائی گھرانے میں بائبل موجود ہے مگر اسے عموماً سامانِ آرائش کے طور پر گھر میں رکھا جاتا ہے۔ اگر بائبل کا کوئی ناشر کتاب کے اوراق کی کٹائی کیے بغیر یہ کتاب تقسیم کر دے تو

---

① مجھے یہ حدیث نہیں مل سکی لیکن اس کے متعلق اجمالی بحث چند صفحات قبل گزر چکی ہے کہ عقل کے متعلق تمام احادیث وآثار ضعیف یا موضوع ہیں۔ (عبدالرحمٰن)

② اسلام دی فرسٹ اینڈ فائنل ریلیجن' ص:119-121

مدتوں کتاب اسی حالت میں پڑی رہے گی کیونکہ اسے کھول کر کوئی نہیں دیکھے گا۔

چارلس فرانسس پوٹر ڈی ڈی (Charles Francis Potter D.D.) نے اپنی کتاب "The Story of Religion" میں لکھا ہے:

''مسیحی بائبل کو تو شاید امریکہ میں کوئی نہ جانتا ہو مگر قرآن کریم وہ کتاب ہے جسے ہر مسلمان پڑھتا ہے۔'' ہاں واقعی عیسائیوں کو یہ فائدہ ضرور حاصل ہے کہ اُن کی کتاب سب کے لیے اجنبی ہے۔ (وہ نہیں جانتے کہ اس میں کیا کیا ہولناک باتیں لکھی ہیں۔) مجھے عیسائیت سے برگشتہ کرنے کا پہلا سبب بائبل ہی تھی۔

عیسائیت سے جب مجھے کوئی دلچسپی باقی نہ رہی تو میں نے دنیا کے دوسرے مذاہب کا مطالعہ شروع کیا اور ان کے علاوہ جو دوسرے نظام اور فلسفہ ہائے حیات تھے اُن کو بھی پڑھا۔ اس تمام تر مطالعے کا نتیجہ لادینیت اور دہریت کی صورت میں رونما ہوا۔ تاہم میرا یہ ایمان ہے کہ انسان کے اندر فطری طور پر ایک خاص قسم کا یقین موجود ہوتا ہے جس کی جڑیں بہت گہری ہوتی ہیں اور جو ہمیشہ انسان سے کہتا رہتا ہے کہ ایک رب موجود ہے جو کائنات کا خالق اور مالک ہے، مگر یہ رب ایسا نہیں ہوسکتا جو ظلم، خونریزی اور ہوسناکی کو پسند کرے۔ اسی اندرونی یقین نے مجھے مذاہب کے مزید مطالعے پر آمادہ کیا۔ مجھے دین اسلام میں خاص کشش محسوس ہوئی کیونکہ یہ قرینِ عقل ہے، فحاشی اور بے حیائی سے پاک ہے اور انسان کو قائل کرنے میں جبر سے کام نہیں لیتا۔

میرے علم میں ہے کہ اسلام انسان کی عقل کو متاثر کرتا ہے۔ یہ بدھ مت کی طرح مایوسی پیدا نہیں کرتا۔ یہ شنطوازم (جاپان کا قدیم مذہب جس میں مظاہر پرستی، بلکہ ارواح پرستی بھی کی جاتی تھی) یا کنفیوشزم (چینی فلسفی کنفیوشس کے نظریات) کی طرح الوہیت سے خالی ہے نہ یہ دولت کی پیداوار ہے۔ مجھے معلوم ہوا کہ یہ حصولِ علم کی دعوت دیتا ہے اور حصولِ علم میں حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ تاریخ کے صفحات ایسی مثالوں سے بھرے پڑے ہیں کہ عیسائیت نے تہذیب اور ترقی کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کیں۔

نبیٔ اکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے:

«مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ، وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ، وَإِنَّ طَالِبَ الْعِلْمِ يَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ، حَتَّى الْحِيتَانِ فِي الْمَاءِ، وَإِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ»

''جو کوئی علم کی جستجو کا راستہ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کی راہ آسان کر دیتا ہے اور فرشتے اس کی خوشی کے لیے اپنے پر اس کی راہ میں بچھا دیتے ہیں اور طالب علم کے لیے زمین و آسمان میں بسنے والی تمام مخلوقات حتیٰ کہ پانی کے اندر مچھلیاں بھی اس کی بخشش کی دعا کرتی ہیں اور بے شک عالم کو عابد (عبادت کرنے والے) پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح چودھویں کے چاند کو ستاروں پر فضیلت حاصل ہے۔''[1]

ایک لادین شخص جوزف مکیب (Joseph Mccabe) نے اپنی کتاب Religious Controversy (مذہبی بحث) میں لکھا ہے کہ ''سائنس کی کوئی ایسی شاخ نہیں جو مسلمانوں کی ممنونِ احسان نہ ہو۔''

میں کسی جھجک کے بغیر یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگر مغربی دنیا میں اسلام بہتر طور پر متعارف ہو جائے تو دنیا اس کے پیروکاروں کی تعداد میں اضافے پر حیران رہ جائے۔ اس کے بہتر طور پر متعارف نہ ہو سکنے کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کے بارے میں مستند یا تعصب سے پاک لٹریچر

---

[1] سنن ابن ماجه، المقدمة، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، حديث : 223 و سنن الترمذی، العلم، باب ماجاء فی فضل الفقه على العبادة، حديث : 2682 و ذكره البخاری مختصراً و معلقاً، العلم، باب العلم قبل القول والعمل، و سنن أبی داود، العلم، باب فی فضل العلم، حديث : 3641

بہ آسانی دستیاب نہیں ہوتا۔ تاہم مجھے یقین ہے کہ وقت اس صورتِ حال کی اصلاح کر دے گا۔

اس مضمون کو ختم کرتے ہوئے میں لاکھوں اہلِ ایمان کے ساتھ مل کر کلمہ طیبہ [لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ] پڑھتے ہوئے بہت خوشی محسوس کر رہا ہوں۔ ①

[ہیری ای ہائنکل]
(Harry E.Heinkel)

میں نے اسلام کا انتخاب کیسے کیا؟

اسلام سے میرا تعارف آج سے پانچ سال قبل اس وقت ہوا جب میں نے ایک جلسۂ عام میں ایک مسلمان کو اپنے دین کی وضاحت کرتے ہوئے سنا۔ سامعین میں شامل ہونے کا میرا اصل مقصد اُس کا مذاق اُڑانے والوں کی طنزیہ باتوں سے محظوظ ہونا تھا' مگر مقرر کے حُسنِ بیان سے میں اتنا متاثر ہوا کہ مجھے اس موضوع سے دلچسپی پیدا ہوگئی اور میں ایسے جلسوں میں بڑے ذوق وشوق سے شامل ہونے لگا۔

تھوڑے ہی عرصے بعد مجھے ''اسلامک ریویو'' کے چند شمارے ملے جنھوں نے میرے علم میں اضافے کے ساتھ ساتھ میرے دل میں اسلام کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے کا شوق پیدا کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میں نے ایک مسلمان کا قرآن پاک کا ترجمہ پڑھا تو کارآمد نصائح' ولولہ انگیز عبارتیں اور روز مرہ زندگی کے بارے میں دانش مندانہ اور قابل عمل ہدایات پڑھ کر حیران رہ گیا۔ میں حیران ہو کر سوچنے لگا کہ عیسائی مذہب میں مجھے نبیٔ اکرم ﷺ کے بارے میں غلط باتیں بتائی گئی ہیں اور اس حیرت انگیز دین (اسلام) کے بارے میں مجھے سچی باتیں کیوں نہ بتائی گئیں؟

قدرتی طور پر مجھے اس کتاب عظیم (قرآن) میں درج چند قوانین' تنبیہات اور بشارتیں یاد ہوگئیں اور اس کے بعد جب کبھی مسلمانوں سے ملاقات ہوتی تو میں یہ دیکھنے کی کوشش کرتا کہ کیا

---

① اسلامک ریویو' اگست: 1932ء' ج:20' ش:8' ص:257-259

وہ لوگ ان باتوں پر عمل کرتے ہیں اور پورا پورا عملی نمونہ ہیں؟ وہ کبھی اونچی آواز میں نہیں بولتے' کسی کی بات نہیں کاٹتے' شدید دباؤ کی حالت میں غصے پر ہمیشہ قابو پا لیتے ہیں' ہمیشہ ایک دوسرے کی مدد کرنے کے خواہش مند رہتے ہیں اور مسلمان خواتین ہمیشہ اسلامی تقاضوں کے مطابق لباس پہنتی ہیں۔ ایک موقع پر میں نے کئی نوجوانوں کو بڑی فکر مندی سے یہ بحث کرتے سنا کہ ''کہیں رقص سے قرآن کریم کے فلاں حکم کی خلاف ورزی تو نہیں ہوگی؟'' اُن کے اس خلوص اور اس قدر جانفشانی سے اسلام کے اصولوں کی پابندی نے مجھے بہت متاثر کیا اور میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اس دین کے بارے میں مزید معلومات حاصل کروں گا۔ مزید مطالعہ سے مجھے یہ علم ہوا کہ اگر خلوصِ دل سے اس پر عمل کیا جائے تو اسلام انسان کے دماغ اور جسم دونوں کو سلامتی فراہم کرتا ہے (سلامتی کا مفہوم لفظ اسلام ہی میں شامل ہے) اور ایک مکمل سماجی نظام مرتب کرنے کا سامان بہم پہنچاتا ہے۔ یوں اس عقیدے سے میری محبت روز بہ روز بڑھنے لگی۔

میرا قبولِ اسلام اسی دلی محبت کا نتیجہ ہے اور میں یہ قدم اٹھا کر بہت خوش ہوں۔ میں اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے مسلمان بھائی بہنوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی پُر خلوص محنت اور اسلام کے مقدس مقصد کی خاطر قربانیوں سے مجھے مدد ملی اور حوصلہ افزائی ہوئی۔ اللہ مجھے اس اُمّت کا ایک مفید رکن بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ [1]

[حسن وی میتھیوز]

(Hassan V.Matthews)

میں نے احمدیت (مرزائیت) کو کیوں ترک کیا؟

میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے ہرگز احمدیت یا اس کے پیروکاروں سے کوئی ذاتی عناد نہیں ہے۔ میں دل سے یہ بات مانتا ہوں کہ اپنے دین اور ایمان کے بارے میں ہر انسان انفرادی طور پر اپنے رب کے سامنے جواب دہ ہے۔ میرا بنیادی مقصد یہاں واضح الفاظ میں یہ

[1] اسلامک ریویو' مارچ: 1941ء' ج:29' ش:3' ص:82

اعلان کرنا ہے کہ میرے علم کے مطابق احمدیت اسلام نہیں ہے۔ یہ بات کہنا اس لیے ضروری ہے کہ نائیجیریا میں احمدیت کے ایک پیروکار کو میں نے بار بار یہ کہتے سنا کہ ''میرے (ڈاکٹر اسماعیل کے) احمدی ہونے کی وجہ سے انہوں نے احمدیت قبول کی تھی۔'' لہٰذا جب مجھے احمدیت کی حقیقت معلوم ہوگئی تو یہ بات میرے لیے ایک بھاری ذمہ داری بن گئی اور میری یہ تحریر اسی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی ایک کوشش ہے۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے ہمیں ہدایت سے نوازا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ٱدۡعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِٱلۡحِكۡمَةِ وَٱلۡمَوۡعِظَةِ ٱلۡحَسَنَةِۖ وَجَٰدِلۡهُم بِٱلَّتِي هِيَ أَحۡسَنُۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعۡلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِۦۖ وَهُوَ أَعۡلَمُ بِٱلۡمُهۡتَدِينَ ﴿١٢٥﴾ ﴾ (النحل: ١٦/ ١٢٥)

''(اے نبی!) انسانوں کو دانائی (وحی والہام ربانی جو قرآن وحدیث کی صورت میں ہے) اور خوش گفتاری سے دین کی دعوت دیجیے اور اُن سے اچھے طریقے سے بحث کیجیے۔ بے شک آپ کا رب سب سے زیادہ جانتا ہے کہ کون گمراہ اور کون ہدایت یافتہ ہے۔''

اس تحریر سے میرا مقصد احمدیت کے بارے میں حقیقت حال سے واقفیت کے خواہاں حضرات کو صحیح صورتِ حال سے آگاہ کرنا ہے کہ ممکن ہے اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت سے حق بات سمجھنے کی توفیق عطا کر دے اور انہیں سیدھا راستہ دکھا دے۔ ایسے لوگوں کے لیے میری یہ دعا ہے کہ اللہ اُنہیں سمجھ عطا کرنے اور سیدھا راستہ دکھانے کے بعد غلط راستہ ترک کرنے کی بھی ہمت عطا کر دے تاکہ وہ گمراہی کے راستے پر مزید آگے نہ جا سکیں۔

ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَمَنۡ أَظۡلَمُ مِمَّن ذُكِّرَ بِـَٔايَٰتِ رَبِّهِۦ ثُمَّ أَعۡرَضَ عَنۡهَآۚ إِنَّا مِنَ ٱلۡمُجۡرِمِينَ مُنتَقِمُونَ ﴿٢٢﴾ ﴾ (السجدة: ٣٢/ ٢٢)

اور اُس سے زیادہ ظالم کون ہے جس کو اللہ کی آیات (ثبوت، شہادتیں، اسباق، علامات، الہامات، وغیرہ) یاد دلائی جائیں تو وہ اُن سے منہ پھیر لے؟ بے شک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں۔''

مزید ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُم بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ﴿١٠٥﴾ ذَٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ﴿١٠٦﴾﴾ (الکھف: ١٨/ ١٠٣۔١٠٦)

''(اے محمد ﷺ!) کہہ دیجیے کہ کیا ہم تمہیں بتائیں کہ بہ اعتبار اعمال کے سب سے زیادہ خسارے میں کون لوگ ہیں؟ وہ لوگ جن کی اس دنیا میں تمام محنت ضائع ہوگئی اگرچہ وہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ بہت اچھے اعمال کر رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی آیات اور اُس سے ملاقات کے منکر ہیں۔ لہٰذا اُن کے اعمال ضائع ہوگئے اور یوم حساب ہم ان کو کوئی وزن نہیں دیں گے۔ ان کا صلہ جہنم ہوگا کیونکہ انہوں نے کفر اختیار کیا اور میری آیات اور میرے رسولوں کا مذاق اڑایا۔''

مرزا غلام احمد کے پیروکاروں کے خلاف ایک عالمگیر تحریک کا آغاز ہو چکا ہے۔ ہندوستان کے باسی مرزا غلام احمد نے 1908ء میں وفات سے قبل اپنی ذات اور اپنے پیروکاروں کو عام لوگوں سے ممیّز کرنے کے لیے اپنے مذہب کا نام احمدیت رکھا تھا۔ یہ تحریک بنیادی طور پر ان مسلمانوں کی ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ احمدی خفیہ طور پر اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اُن کے حقوق پر قبضہ جمانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں یہ جدوجہد زیادہ اہمیت کی حامل ہے کیونکہ احمدیت کا ضرر دنیا بھر میں سب سے زیادہ شدت کے ساتھ پاکستان ہی میں محسوس کیا جا رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں احمدیت صرف لوگوں کے دین ہی نہیں بلکہ سیاست پر بھی اثر انداز ہو رہی ہے۔

جیسا کہ پاکستان کے مکمل نام ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' ہی سے ظاہر ہے کہ یہ ملک اسلام کی بنیاد پر تخلیق کیا گیا ہے لہٰذا اس کے آئین میں دیگر باتوں کے ساتھ ساتھ یہ شرط بھی رکھی گئی ہے کہ ملک کا سب سے بڑا سیاسی اور انتظامی سربراہ صرف مسلمان ہی بن سکتا ہے۔ آئین میں یہ حکم مذہبی تعصب کی بنا پر نہیں رکھا گیا بلکہ اس کا اصل مقصد پاکستان کے ریاستی یا سرکاری دین اسلام کے مفادات کا تحفظ ہے۔

یہ شق بلا شبہ پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کے لیے اور اس بنا پر رکھی گئی ہے کہ پاکستانی مسلمان روز اول ہی سے اپنی حکومت سے پُرزور مطالبہ کرتے چلے آ رہے ہیں کہ احمدیوں کو اقلیّت (بلکہ کافر و مرتد) قرار دیا جائے اور اُنہیں اُن دوسری تمام اقلیتوں میں شامل کیا جائے جن میں سے کوئی بھی فرد اس ملک کا صدر یا وزیر اعظم نہیں بن سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا بھر میں مسلمانوں کی بھاری اکثریت احمدیت کو اسلام کا حصہ سمجھتی ہے نہ احمدیوں کو مسلمان تسلیم کرتی ہے۔ آیئے احمدیت (مرزائیت) کے خلاف دنیا بھر کے مسلمانوں کے موقف کا تجزیہ کریں۔

بچپن میں مجھے اُن احمدی واعظین اور مبلغین کا احترام کرنا سکھایا گیا تھا جو ہماری سرگرمیوں کے منتظم اور رہنما سمجھے جاتے تھے۔ جب یہ مبلغین ہمارے بزرگوں کے پاس آ کر نوجوان نسل سے بات کرتے تو ہم ان کی ہر بات کو حق سمجھ کر تسلیم کر لیتے کیونکہ ہمیں ان پر مکمل اعتماد کرنا سکھایا گیا تھا۔ اُن کی تبلیغ ہمارے لیے قابل قبول تھی اور ہم نیک نیتی سے ان کے دلائل قبول کر لیتے تھے۔ وہ اپنے دعووں کے ثبوت میں اسلامی کتابوں کے حوالے پیش کرتے تھے اور مزید تحقیق کے بغیر ہم ان حوالوں کو من وعن قبول کر لیتے کیونکہ ہمیں ان مبلغین پر بھروسا تھا۔

اُن کا طریق کار ہمیں راسخ العقیدہ مسلمانوں سے بیزار کرنا تھا۔ ان مبلغین کا دعویٰ یہ تھا کہ وہ احمدیت کے نام سے ہمیں اصل اسلام سے آگاہ کر رہے ہیں۔ وہ اکثر ہم پر یہ واضح کرنے کی کوشش کرتے تھے کہ تقسیمِ ہند سے پہلے پورے ہندوستان میں اور بعد ازاں پاکستان میں اُن کی جو بھرپور مخالفت کی جا رہی ہے یہی ان کے سچا ہونے کا قطعی ثبوت ہے کیونکہ بہر صورت کسی

بھی نبی کو اپنے شہر یا ملک میں فوری طور پر سچا نہیں سمجھا جاتا۔ ہمیں یہ دلیل بھی قابلِ قبول لگتی، لہٰذا ہم مکمل اعتماد کے ساتھ اُن مبلغین کی پیروی کیا کرتے تھے۔ اسی اعتماد کے ساتھ میں نے اکتوبر 1972ء میں احمدیہ یوتھ کانفرنس سے خطاب کیا تھا۔ بعد میں کچھ واقعات نے مجھے احمدیت کے مسلمہ دعاوی پر نظر ثانی اور اُن کے حوالہ جات کی تحقیق پر مجبور کر دیا۔

میرا مقصد دراصل یہ تھا کہ احمدیت کی روز افزوں مخالفت کے پیشِ نظر میں خود کو مضبوط دلائل سے آراستہ کرلوں۔ ایک یونیورسٹی سکالر کی حیثیت سے میں جانتا تھا کہ احمدیت کی حمایت میں میرا اعلان اسلامی مصادر کے مصدّقہ حوالوں سے مزین ہونا چاہیے۔

تاہم احمدی مبلغین کے کتابی حوالوں کی حد تک میری تحقیق کے نتائج مایوس کن نکلے اور مکمل غور وخوض اور تحقیق کے بعد میں اللہ تعالیٰ اور تمام انسانوں کو گواہ بنا کر یہ اعلان کرتا ہوں کہ احمدیت کے مبلغین اپنے اکثر پیروکاروں کی جہالت سے فائدہ اٹھا کر دنیا کو گمراہ کر رہے ہیں۔ کئی صورتوں میں وہ ایسے مصنفین کے حوالے پیش کرتے ہیں جو احمدیت کے سخت مخالف ہیں مگر وہ یہ حوالے اس چالاکی سے پیش کرتے ہیں کہ ایسے لگتا ہے جیسے وہ مصنفین احمدیت کے حامی ہیں۔

حوالہ جات کی اصل کتب کے مطالعے ہی سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جس تناظر میں احمدی مبلغین نے یہ حوالے پیش کیے ہیں، ان کتب کے مصنفین کا نظریہ تو اس کے بالکل برعکس ہے۔ اس تحقیق ہی سے حق کے متلاشی کو یہ پتہ چل سکتا ہے کہ پاکستانی احمدی دنیا کو کس طرح دھوکا دے رہے ہیں۔ مثال کے طور پر مرزا غلام احمد کے دعوائے نبوت کے حق میں وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث اکثر دلیل کے طور پر استعمال کرتے ہیں:

''کہہ دیجیے کہ آپ خاتم النبیین ہیں مگر یہ نہ کہیے کہ آپ کے بعد کوئی اور نبی نہیں۔''

یہاں یہ وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی زوجہ مطہرہ سے منسوب یہ حدیث بخاری، مسلم، ابوداود، ابن ماجہ، ترمذی اور نسائی میں سے کسی بھی کتاب میں موجود نہیں اور نہ مؤطا امام مالک اور مسند احمد میں کہیں اس کا ذکر ہے۔ مشکوٰۃ المصابیح بھی اس حدیث سے

خالی ہے جو کہ مندرجہ بالا کتب احادیث میں سے منتخب احادیث کا مستند مجموعہ ہے۔

بہر صورت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منسوب یہ حدیث من گھڑت اور بے بنیاد ہے' مگر چونکہ احمدی اسے بہت زیادہ اہمیت دیتے ہیں' لہٰذا آیئے اس کے مقابلے میں مستند احادیث کو دیکھیں۔ یاد رہے کہ احمدی اس حدیث کا حوالہ یہ ثابت کرنے کے لیے دیتے ہیں کہ ''خاتم النبیین'' کے معنی وقت کے لحاظ سے آخری نبی نہیں (بلکہ ان کے نزدیک خاتم النبیین کا مطلب ''نبیوں کی مہر'' ہے جس کی تصدیق کے ساتھ اور نبی آتے رہیں گے۔)

خاتم النبیین کے صحیح مفہوم کی وضاحت فرماتے ہوئے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مثال بیان فرمائی:

«مَثَلِي وَمَثَلُ الأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ ابْتَنَىٰ بُيُوتًا فَأَحْسَنَهَا وَأَجْمَلَهَا وَأَكْمَلَهَا، إِلاَّ مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ مِّنْ زَوَايَاهَا، فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِهِ وَيُعْجِبُهُمُ الْبُنْيَانُ فَيَقُولُونَ: أَلاَّ وَضَعْتَ هٰهُنَا لَبِنَةً فَيَتِمَّ بُنْيَانُكَ» فَقَالَ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم: «فَكُنْتُ أَنَا اللَّبِنَةَ»

''میری اور مجھ سے پہلے دوسرے انبیاء علیہم السلام کی مثال ایسی ہے جیسے ایک آدمی نے بہت حسین وجمیل محل بنایا مگر کسی کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی۔ لوگ وہاں کا چکر لگاتے تو یہ عمارت انہیں حیرت زدہ کر دیتی اور وہ کہتے: اگر تو یہاں ایک اینٹ لگا دیتا تو تیری عمارت مکمل ہو جاتی۔'' پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں ہی وہ اینٹ ہوں کہ سلسلۂ نبوت میرے آنے سے مکمل اور ختم ہو گیا۔''[1]

مذکورہ بالا حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے' جسے تمام محدثین نے صحیح شمار کیا ہے' یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ آپ کو یہ یقین تھا کہ خاتم النبیین کا مفہوم آپ کو سب سے افضل اور سب سے آخری نبی ہی ثابت کرتا ہے اور اس کے مطابق آپ کے بعد کوئی اور نبی (بحیثیت نبی) دنیا میں نہیں آسکتا۔ قرآن حکیم نے اسی لیے آپ کا کوئی بیٹا نہ ہونے کا خاص طور پر ذکر کیا ہے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

① صحیح مسلم' الفضائل' باب ذکر کونه صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین' حدیث: 2286

﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٤٠﴾ ﴾ (الأحزاب: ٣٣/ ٤٠)

''محمد (ﷺ) تم میں سے کسی مرد کے والد نہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں اور اللہ ہر بات سے باخبر ہے۔''

غلام احمد کو نبی ثابت کرنے کے جنون میں احمدیہ مشن کے لوگ حیرت انگیز اور شرمناک انداز میں قرآن حکیم کی بعض آیات کے مفہوم کو بھی توڑ مروڑ کر اپنے مطلب کے مطابق پیش کرتے ہیں۔ اس قسم کی توڑ پھوڑ کی ایک مثال اُن کا قرآن حکیم کی اس آیت کا ترجمہ ہے' وہ کہتے ہیں:

﴿ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ ﴾ (النساء: ٤/ ٦٩)

''اور جو کوئی اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا حکم مانے۔''

وہ قرآن کے الفاظ (وَالرَّسُوْلَ) کا ترجمہ ''اور اُس کے اِس رسول'' کا کرتے ہیں' حالانکہ اس کا اصل مفہوم ہر لحاظ سے ''اور اُس کے رسول'' بنتا ہے' اس کا مفہوم کوئی اور نہیں ہوسکتا۔ احمدیوں کا ترجمہ قرآنِ حکیم کے متن سے مطابقت نہیں رکھتا کیونکہ وہ یہاں لفظِ (هٰذَا) ''اس'' کا اضافہ کرتے ہیں' حالانکہ متن میں لفظ (هٰذا) موجود نہیں۔ احمدی مشن کی اس معنوی تحریف پر عقلی اعتبار سے غور کیا جائے تو یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ وہ قرآن حکیم کے متن میں لفظ (هٰذا) کا اضافہ کر کے اپنا مطلب نکالنا چاہتے ہیں جو کہ اسلامی نقطۂ نظر سے ایک سنگین جرم ہے۔ اگر احمدیہ مشن کا قرآن مجید کا ترجمہ صرف انگریزی ہی میں شائع ہو تو اس میں بہت سی باتیں قرآن کریم کے اصل عربی متن سے مختلف ہوں گی۔ کیا اب وقت نہیں آ گیا کہ نائیجیریا اور افریقہ کے مسلمان جو احمدیہ مشن کا ساتھ دے رہے ہیں اگر وہ اسلام سے (واقعی) مخلص ہیں تو اپنی اس رفاقت پر غور کریں کیونکہ احمدیوں کا اسلام وہ اسلام نہیں جو نبیٔ اکرم ﷺ دنیا میں لے کر آئے۔ احمدیہ مشن نے اس آیت کے پہلے حصہ میں تحریف کر کے اسے اپنے مقصد کے مطابق بنالیا۔ پوری آیت کا ترجمہ یوں ہے:

﴿ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ فَأُولَٰٓئِكَ مَعَ ٱلَّذِينَ أَنۡعَمَ ٱللَّهُ عَلَيۡهِم مِّنَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ وَٱلصِّدِّيقِينَ وَٱلشُّهَدَآءِ وَٱلصَّٰلِحِينَۚ وَحَسُنَ أُولَٰٓئِكَ رَفِيقٗا ۝٦٩ ﴾

(النساء: ٤/ ٦٩)

''جو لوگ اللہ اور (اُس کے) رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن کو اللہ نے اپنی نعمتوں سے نوازا ہے، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ یہ بلحاظ رفاقت بہترین لوگ ہیں۔''

اس آیت کے مفہوم میں غلط بیانی کر کے قادیانی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ نبیٔ اکرم ﷺ کی اطاعت کر کے کوئی انسان درجۂ نبوت تک پہنچ سکتا ہے، وہ کہتے ہیں:

''رسول کریم ﷺ کے بعد جو انبیاء علیہم السلام آئیں گے ان کے لیے رسول کریم ﷺ کی شریعت یعنی احکامِ قرآن و حدیث کی اطاعت لازم ہے کیونکہ انہیں روحانیت کا یہ مقام آپ کی اطاعت ہی کے سبب ملے گا، اس کے بغیر نہیں۔ اس کا مطلب بالآخر یہی بنتا ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ ہی ضابطۂ حیات یعنی قرآن لے کر آنے والے آخری نبی ہیں۔ آپ کے قوانین کوئی منسوخ کر سکے گا نہ اس کی جگہ کوئی اور قانون نافذ کر سکے گا۔''

اس غلط بیانی کا مقصد صرف یہ ہے کہ غلام احمد کو تمام امتِ مسلمہ بلکہ خود نبیٔ اکرم ﷺ کے عقیدے کے برعکس نبی ثابت کر کے دکھا دیا جائے۔ کتنی تعجب والی بات ہے کہ علامہ راغب کی کتاب ''مفردات القرآن'' جیسی مستند لغت قرآن اور معروف و مقبول تفاسیر اور کتب حدیث کو نظر انداز کر کے اس آیت کا ایک خود ساختہ مفہوم نکال لیا گیا۔ قادیانی ان مستند کتب میں معتبر علماء کے قلم سے کی گئی اس آیت کی تشریح سے لاعلمی کا بہانہ ہرگز نہیں کر سکتے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے اوامر پر عمل کرے اور نواہی سے گریز کرے تو اللہ تبارک و تعالیٰ اسے اپنی عظیم الشان جنت میں داخل فرمائے گا اور اسے

انبیاء (علیہم السلام) کا ساتھ نصیب فرمائے گا' اور پھر اس آیت میں مذکور دیگر نیک بخت لوگوں یعنی صدیقین پھر شہداء اور اس کے بعد عام نیکوکار مومنین کی صحبت عطا کرے گا جن کا ظاہر و باطن ایک ہے' اور پھر اللہ تعالیٰ فرماں بردار لوگوں کی یوں تعریف فرماتا ہے کہ وہ رفاقت کے اعتبار سے بہترین لوگ ہیں۔'' ①

صحیح مسلم' مسند احمد اور کئی دوسری کتب حدیث میں اس آیت کا شانِ نزول بیان کیا گیا ہے (اور امام طبری نے بایں طور ذکر کیا ہے:)

''ایک دن انصارِ مدینہ میں سے ایک شخص حزن و ملال کی حالت میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کی اداسی کا سبب پوچھا تو اُس نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! مجھے ایک خیال ستا رہا ہے۔'' آپ نے پوچھا: ''وہ خیال کیا ہے؟'' اس نے کہا: ''ہم دن رات آپ کی زیارت اور صحبت سے مستفید ہوتے ہیں مگر کل (بہ روز قیامت) آپ انبیاء (علیہم السلام) کے ساتھ ہوں گے۔ پھر تو ہماری آپ تک رسائی ناممکن ہو جائے گی۔'' آپ نے اس شخص کی اس بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام یہ آیت ﴿ومن یطع اللہ...... الآیة ﴾ (النساء: 69/4) لے کر آئے۔ تب آپ نے اس کی طرف پیغام بھیجا اور خوشخبری سنائی۔'' ②

اور اس سے ملتی جلتی روایت مجمع الزوائد میں بھی ہے جس میں یہ یقین دہانی کرائی گئی ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں گے آخرت میں وہ انبیاء' صدیقین' شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوں گے۔ ③

یہ صاف اور واضح تشریحات اور پس منظر پڑھ کر اس آیت کا مفہوم بالکل واضح ہو جاتا ہے اور کسی وضاحت کی مزید ضرورت باقی نہیں رہتی۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ احمدی قرآن کے مفہوم و مطالب کو صحیح طور پر سمجھ کر اپنے مبلغین کے ایجاد کیے ہوئے دینی فلسفے کو رَد کر دیں جس

---

① تفسیر ابن کثیر: 694/1 ② تفسیر لطبری: 225/4، 8/ 534

③ مجمع الزوائد: 63/7

کے ذریعے سے انہیں بڑی مہارت سے گمراہی کے راستے پر ڈال دیا گیا ہے۔ بے شک کوئی آدمی یا گروہ سب لوگوں کو ہر وقت بے وقوف نہیں بنا سکتا‘ ایک نہ ایک دن یہ سلسلہ ختم کرنا ہی پڑتا ہے۔ نائیجیریا کے احمدیوں سے گزارش ہے کہ وہ مہربانی فرما کر ان باتوں پر غور کریں اور اپنے دینی عقائد پر نظر ثانی کریں۔

جہاں تک احمدی مشن کے قرآنِ حکیم کی سورۃ الاعراف کی آیت 35 کے حوالے کا تعلق ہے تو اس کی تشریح بھی احمدی علماء سیاق وسباق سے ہٹ کر اپنی مرضی سے کرتے ہیں تا کہ نبیٔ اکرم ﷺ کے بعد نبوت کا تسلسل جاری رہنے کا گمراہ کُن نظریہ ثابت کرسکیں۔

دوسرے مسلمانوں کے ساتھ نماز باجماعت میں شرکت نہ کرنا بھی قرآنِ کریم کے حکم اور نبیٔ اکرم ﷺ کی اس حدیث کی خلاف ورزی ہے جس میں نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ أُمَّتِي لاَ تَجْتَمِعُ عَلٰى ضَلاَلَةٍ فَإِذَا رَأَيْتُمْ اخْتِلاَفًا، فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الأَعْظَمِ»

”میری امت کسی گمراہی پر متفق نہیں ہوگی (اے مومنین!) اگر تم میں باہمی اختلاف رونما ہو تو تم پر اکثریت (کے فیصلے) کی پابندی کرنا لازم ہے۔“[1]

مرزائیوں کا عام مسلمانوں سے اپنی بیٹیوں کا رشتہ کرنے سے انکار بھی اسی ضمن میں آتا ہے۔ اس نظریے کے حق میں احمدیوں کی دلیل یہ ہے کہ اسلام غیر مسلموں کے ساتھ بیٹیوں کے نکاح کی اجازت نہیں دیتا۔ احمدیوں کے اس نظریے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ غیر احمدی مسلمانوں کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ ان کا یہ نظریہ صرف اس صورت میں جائز ٹھہرتا ہے جب احمدیت کو غیر احمدی اسلام سے ایک الگ دین تسلیم کیا جائے‘ ورنہ یہ موقف نہ تو جائز ہے اور نہ اس کا دفاع ممکن ہے‘ لہٰذا اگر سعودی حکومت یا کوئی بھی حکومت احمدیت کو غیر اسلام (کفر) قرار دے اور احمدیوں کو کافر‘ تو حقیقت سے آشنا کوئی بھی شخص اس حکومت کے اِس اقدام کو غلط قرار نہیں دے سکتا۔

---

[1] اس حدیث میں سوادِ اعظم کے الفاظ سخت ضعیف ہیں دیکھیے۔ ضعیف ابن ماجہ‘ ص:318 و الضعیفۃ: 435/6‘ حدیث:2896 و سنن ابن ماجہ تحقیق ڈاکٹر بشار عواد :441-440 (عبدالرحمٰن)

احمدیوں کی ایک اور خصوصیت جو انہیں مسلمانوں سے الگ کرتی ہے' یہ ہے کہ وہ بڑی مکاری سے مسلمانوں کو پھنسانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اُنہیں یہ بخوبی معلوم ہے کہ مسلمان انہیں قبول نہیں کرتے' لہٰذا وہ اپنے پڑھے لکھے لوگوں کو اہم سرکاری عہدوں پر متعین کروانے کی کوشش کرتے ہیں اور اُن کے ذریعے سے اسلام کے نام پر احمدیت کو فروغ دیتے ہیں۔

میرے خیال میں اب وقت آ گیا ہے کہ احمدی اپنا موقف دنیا پر واضح کر دیں اور یہ صاف صاف بتا دیں کہ وہ مسلمان ہیں یا مسلمانوں سے علیحدہ ایک نیا گروپ۔ اگر وہ مسلمان ہیں تو اجماعِ اُمتِ مسلمہ کی پیروی کرتے ہوئے خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی ''امتی نبی'' کا تصور ترک کر دیں اور مسلمانوں کے ساتھ تعاون کر کے اسلام کو مضبوط بنانے کی کوشش کریں۔ اس کام کے لیے ان کے تعاون کی بہت ضرورت ہے اور یہ کام وہ مسلمانوں کو اپنے کافرانہ عقائد اور اعمال کی بنا پر متنفر کر کے نہیں بلکہ اُن کے عقائد و اعمال اختیار کر کے ہی سرانجام دے سکتے ہیں۔ اگر احمدی ایک الگ جماعت اور نئی تنظیم ہیں تو اُنہیں عام مسلمانوں سے الگ ہو کر اپنی شناخت کروانی چاہیے تاکہ جو لوگ احمدیت قبول کریں اُنہیں شروع ہی سے یہ علم ہو کہ وہ ایک نئے مذہب میں داخل ہو رہے ہیں اور وہ خود کو مسلمان سمجھنے کی غلط فہمی میں مبتلا نہ رہیں۔

غلام احمد کو صرف مجدّد سمجھ کر جماعت کا نام احمدیہ رکھنا بھی قابل قبول نہیں کیونکہ غلام احمد اسلام کا مجدّد نہیں تھا۔ اس سے پہلے اسلام میں کئی مصلح مختلف اوقات میں آئے اور اُن میں سے ہر ایک نے اسلام کی مجموعی ترقی کی خاطر کچھ مخصوص فرائض سرانجام دیے لیکن کسی نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اسلام میں یہ شرط نہیں ہے کہ مصلح کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی مخصوص نام سے ایک الگ جماعت بنائے اور غلام احمد سے پہلے کسی مجددِ اسلام نے ایسا نہیں کیا۔ اب تک اسلام میں قابلِ قدر مصلحین میں سے ایک مصلح امام غزالی رحمہ اللہ ہیں' مگر انہوں نے کوئی ایسی جماعت نہیں بنائی۔

مجھے علم ہے کہ نائیجیریا کے احمدی اور کچھ دوسرے احمدی' مثلاً لاہوری احمدی غلام احمد کو امتی

نبی (نبی اکرم ﷺ کی امت میں سے نبی) نہیں مانتے بلکہ اسے صرف مجدد مانتے ہیں۔ تاہم یہ وضاحت ضروری ہے کہ مسلمان احمدیوں کے ان دونوں فرقوں کو خلافِ اسلام سمجھتے ہیں۔ ① یہی وجہ ہے کہ سعودی عرب کی حکومت دونوں سے یکساں سلوک کرتی ہے۔

حکومت سعودی عرب کی اِس سلوک کے بارے میں دلیل یہ ہے کہ اگر ان کے درمیان کوئی بنیادی فرق ہوتا تو دونوں فرقے احمدی ہی کیوں کہلاتے؟ تمام غیر احمدی یہ سمجھتے ہیں کہ لفظ ''احمدیت'' غلام احمد قادیانی کے نام سے لیا گیا ہے جو احمدی گروپ کا بانی تھا۔ ان کے مخالف انہیں قادیانی کہتے ہیں جو مرزا غلام احمد کی جائے پیدائش یعنی بھارتی پنجاب کے شہر قادیان کی مناسبت سے ہے۔

کسی کو بھلا لگے یا برا' احمدیت یا تو معتزلہ کی طرح تاریخ کے صفحات میں دفن ہو جائے گی یا اسلام سے الگ ایک مذہب کی شکل میں باقی رہے گی۔ لاہوری فرقے جیسے لوگ جو نبی اکرم ﷺ کی ختم نبوت کے منکر (غلام احمد) کو مجدد سمجھتے ہیں' وہ خود کو مسلمان کہلوا کر اپنے آپ کو اور دوسروں کو دھوکا دیتے ہیں۔ (دنیا بھر کے احمدی میرے مخاطب ہیں)

اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ احمدیت اسلام ہے تو احمدی لوگ مسلمانوں کو احمدی بنانے کی کوشش کیوں کرتے ہیں؟ اس تبدیلیٔ مذہب کا مطلب کیا یہی نہیں ہے کہ احمدیت بذاتِ خود ایک مذہب ہے۔ اگر احمدیت ایک نیا مذہب نہیں ہے تو احمدیوں کو اُن کے پاکستانی پیشوا یہ نصیحت کیوں کرتے ہیں کہ اگر کوئی احمدی ایسی جگہ ہو جہاں کوئی اور احمدی نہ ہو تو اسے نماز باجماعت کی بجائے الگ نماز ادا کرنی چاہیے تاوقتیکہ وہ کچھ اور لوگوں کو احمدیت کا پیروکار بنا کر اُن کے ساتھ نماز باجماعت ادا کر سکے۔ احمدیت کے حوالے سے یہ سوالات و اعتراضات ضروری ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ نائیجیریا اور افریقہ کے احمدی لوگ غور و فکر اور اپنی احمدیت سے وابستگی پر نظر ثانی کریں۔ اگر اُنہیں اسلام سے دلچسپی ہے تو انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ احمدیت

---

① اسلامی جمہوریہ پاکستان کی پارلیمنٹ 1974ء میں قانون سازی کر کے قادیانی احمدیوں اور لاہوری احمدیوں دونوں گروہوں کو غیر مسلم قرار دے چکی ہے۔ (م ف)

اسلام نہیں ہے۔ اگر میری بات غلط ثابت ہو تو بے شک میرے والد مجھے اپنا بیٹا تسلیم کرنے سے انکار کر دیں اور احمدی مل جل کر مجھ پر لعنت بھیجیں اور مجھے مصلوب کر دیں۔ لیکن اگر میری بات درست ثابت ہو تو میرے رشتہ داروں سمیت نائیجیریا کے تمام احمدیوں پر یہ لازم ہو گا کہ احمدیت سے اپنے تعلق پر نظر ثانی کریں اور خلوصِ دل سے اللہ سے دعا کریں جیسا کہ میں کرتا رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں اسلام کا راستہ دکھا کر اس پر چلنے کی توفیق عطا کر دے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَٱلسَّلَٰمُ عَلَىٰ مَنِ ٱتَّبَعَ ٱلْهُدَىٰٓ ﴿٤٧﴾ ﴾ (طٰہٰ: ۲۰/ ۴۷)

''اور جو ہدایت کی پیروی کرے گا اُسے سلامتی نصیب ہو گی۔''

میں آخر میں پوری سنجیدگی اور خلوص سے اُن تمام لوگوں سے اپیل کرتا ہوں جو اسلام سے سچی محبت رکھتے ہیں اور حق کی تلاش کی خاطر ابھی تک احمدیت سے منسلک ہیں، کہ انہیں اب یہ احساس ہو جانا چاہیے کہ احمدیت اپنے بنیادی عزائم اور مقاصد کے مطابق کسی بھی لحاظ سے اسلام نہیں ہے۔ اس کے بانی کا اس کو احمدیت کا نام دینا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ ایک الگ مذہب ہے۔ علاوہ ازیں اپنے کچھ عقائد و اعمال کے سبب بھی احمدیت اسلام سے بالکل الگ مذہب ہے۔ میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ ہر آدمی کو اپنی پسند کا مذہب اختیار کرنے کا حق حاصل ہے (مگر اس مذہب کو کسی اور دین کے لبادے میں نہیں ہونا چاہیے۔) بے شک یہ قانون کی حاکمیت کا تقاضا اور بنیادی انسانی حق ہے۔

بہر صورت یہ بھی ضروری ہے کہ انسان کو اپنے عمل کی اصابت سے آگاہ ہونا چاہیے۔ یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ احمدیت اسلام سے الگ ایک مذہب ہے۔ اس کے محکم پیروکاروں کو قرآن حکیم کے اس بیان پر غور کرنا چاہیے:

﴿ وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ ٱلْإِسْلَٰمِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِى ٱلْءَاخِرَةِ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ ﴿٨٥﴾ ﴾ (آل عمران: ۳/ ۸۵)

''اور جو کوئی اسلام کے علاوہ کسی اور دین کا متلاشی ہو تو اس کا دین ہرگز قابلِ قبول نہ

ہوگا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا۔''

مزید ارشاد ہے:

﴿ وَقُلْ جَآءَ ٱلْحَقُّ وَزَهَقَ ٱلْبَٰطِلُ ۚ إِنَّ ٱلْبَٰطِلَ كَانَ زَهُوقًا ﴿٨١﴾ ﴾ (بني إسراءيل: ١٧/ ٨١)

''کہہ دیجیے کہ حق آ گیا اور باطل نابود ہوگیا' یقیناً باطل نابود ہونے والا ہی ہے۔''

سلامتی ہو ان پر جو راہِ ہدایت پر چلتے ہیں!

درج ذیل کتب احمدیت کے مطالعہ اور موقف کی حقیقت سمجھنے اور اشاعت کے لیے تجویز کی جاتی ہیں کیونکہ ان میں مرزا غلام احمد کے دعوائے نبوت کو جرأت اور واضح الفاظ کے ساتھ بے نقاب کیا گیا ہے۔ ان میں حسب ذیل موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے:

- احمدیت کا عروج تاریخی تناظر میں
- قادیانیت کے فلسفے کا ارتقا
- غلام احمد کی زندگی اور کردار کے نمایاں پہلو
- تحریک احمدیت اور اس کے بانی مرزا غلام احمد کا تنقیدی مطالعہ
- قادیانیت کی سرگرمیوں' دعووں' اغراض و مقاصد اور احمدیت کے ''الہامات'' کا جائزہ
- اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مرزائیوں کی سازشیں اور ریشہ دوانیاں

1. Save Muslim Africa from the Clutches of the Qadianis (Ahmadis) apostasy – a revealing booklet by Adam Muhammad Traore of Ghana.
2. Islam versus Ahmadiyyah in Nigeria by Dr. Ismail a Balogun.
3. Islam and Ahmedism by Dr. Muhammad Iqbal.
4. His Holiness by Phoenix.
5. Qadianism: A Critical Study by Maulana Abul Hasan Ali Nadvi.
6. Qadyaniat: An analytical study by Ehsan Elahi Zaheer.
7. Qadianism on Trial (The case of Muslim Ummah against

Qadianis presented before the National Assembly of Pakistan).

8. The Qadiani Problem by Syed Abul-Ala Maududi.

یہ کتابیں درج ذیل مقامات سے مل سکتی ہیں:

① مکتبہ دارالتصنیف' دارالتصنیف لمیٹڈ' شاہراہِ لیاقت صدر' کراچی 3۔

فون نمبر: 524325

② ملک سراج الدین اینڈ سنز' پبلشرز اینڈ بک سیلرز' کشمیری بازار' لاہور' پاکستان۔

بشکریہ (The Universal Message, Karachi) ①

(پروفیسر ڈاکٹر اسمٰعیل اے بی بیلوگن۔ شعبہ عربی واسلامیات'
اِبادان یونیورسٹی' اِبادان۔ نائیجیریا)

(Prof. Dr. Ismail A.B.Balogun- University of Ibadan-Ibadan, Nigeria)

اسلام مجھے کیوں پسند ہے؟

[مسٹر جان فشر (Mr.John Fisher) کے بیان ''اسلام مجھے کیوں پسند ہے؟'' کی تفصیلات دینے سے پہلے اُن کے قبولِ اسلام کا اقرار نامہ ذیل میں شائع کیا جاتا ہے:]

اقرارنامہ

میں جان فشر ولد چارلس فشر (John Fisher son of Charles Fisher) ساکن' 3 کیمبرج سٹریٹ' نیوکاسل (Cambridge St. Newcastle) بذریعہ تحریر ہذا خلوصِ قلب سے حلفاً یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں اپنی مرضی سے اسلام کو بطور دین قبول کرتا ہوں۔ میں اللہ واحد کی عبادت کرتا ہوں اور میرا ایمان ہے کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو برابر احترام کا مستحق سمجھتا ہوں اور میں اللہ کی توفیق سے ایک مسلمان کی حیثیت سے زندگی بسر کروں گا۔

① یقین انٹرنیشنل' 7 اگست: 1992ء' ج: 3' ش: 7

[لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ]

دستخط (جان فشر)

(John Fisher)

مغربی شعور کے لیے اسلام کی سب سے دلکش خوبی اس کی سادگی ہے۔ اگرچہ ایک دو اور مذاہب میں بھی بہت آسانی ہے مگر وہ نبیٔ اکرم ﷺ کے دین جیسی قوتِ حیات اور روحانی و اخلاقی رفعت سے خالی ہیں۔ اسلام کی معقول سادگی میں جذباتی لوگوں اور نمائشی مذہبی سرگرمیوں کے گرویدہ لوگوں کے لیے کوئی کشش نہیں پائی جاتی۔ ایسے لوگوں کو اپنی پسند کا میدانِ عمل بعض فرقوں میں دستیاب ہے جہاں آنکھوں کو بھڑکیلے رنگوں کی چکا چوند' کانوں کو سریلی کلاسیکی موسیقی اور دلوں کو پھولوں سے لدی قربان گاہیں اور جذباتی ڈرامے کیف وسُرور سے مسحور کرتے ہیں۔ (یہ سب کچھ عیسائیت کے کیتھولک فرقے میں اور کسی حد تک ہندومت میں ہوتا ہے۔) ایسی نمائشی سرگرمیاں عقلِ سلیم کو کبھی بھی متاثر نہیں کرسکتیں۔ علاوہ ازیں بعض مذہبی فرقوں میں تو عام آدمی کو مذہبی معاملات میں عقل کے استعمال کی اجازت ہی نہیں ہوتی بلکہ ذہن کو ایک ایسی زمین سمجھا جاتا ہے جس میں پادری یا پیشوا جو چاہے کاشت کردے۔

کتنا تضاد ہے ان مذاہب کی تنگ نظری اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے اِس فرمان میں کہ ''علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین جانا پڑے''[1] رسولِ کریم ﷺ یقیناً جانتے تھے کہ انسان کے ذہن پر پابندیاں عائد کرنا کس حد تک ناروا ہے۔

اسلام کی رواداری بھی انسان کو لازماً متاثر کرتی ہے۔ ہمیں عیسیٰ علیہ السلام اور رُوئے زمین پر آنے والے دوسرے تمام انبیاء علیہم السلام کا احترام کرنا سکھایا جاتا ہے۔ یہ طرزِ عمل عیسائیوں کے لیے ایک مثال ہے جو آپس میں دُشنام طرازی کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی ہمیں (مسلمانوں کو) بھی نشانہ بناتے رہتے ہیں۔ عیسائیت کی تنگ نظری اور عدم رواداری ہی نے مجھے اسلام کی طرف متوجہ کیا۔ بچپن میں' میں نے عیسائیوں کے ایک مذہبی اجتماع میں جب اُن مقررین کی

---

[1] یہ حدیث نہیں بلکہ مقولہ ہے۔

باتیں سنیں جو کچھ عرصہ ان کے بقول ''خون کے پیاسے'' مسلمانوں کے ساتھ رہ کر آئے تھے تو میں ان کی باتوں سے بہت متاثر ہوا۔ چند سال بعد جب خوش قسمتی سے مجھے ایک مسلمان مبلغ کا خطاب سننے کا اتفاق ہوا تو اسے عیسائیوں کے ایک ایسے مجمع کے سامنے تحمل اور بردباری کا مظاہرہ کرتے دیکھا جس میں بیشتر افراد اپنا مسیحی اجتماع چھوڑ کر اور اپنے عقیدہ کے مطابق' اسے کافر سمجھ کر اس کا مذاق اڑانے آئے تھے۔ اُس کی باتوں اور اُس کے طرزِ عمل نے مجھے اتنا متاثر کیا کہ عیسائیت پر میرا پختہ یقین چکنا چور ہو گیا۔

کئی دفعہ میں نے کسی عیسائی مبلغ سے کوئی سوال پوچھا تو یہ جواب ملا: ''میں تمہارے سوال کا جواب نہیں دے سکتا مگر ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ تم کسی دلیل کے بغیر میری بات مان لو۔'' اسلام عیسائیت سے کتنا مختلف ہے جس میں کوئی سوال جواب سے ماورا ہے نہ بالاتر۔

نامور جرمن شاعر گوئٹے (Goethe) نے قرآن کریم کا مطالعہ کرنے کے بعد بے اختیار کہا: ''اگر یہی اسلام ہے تو ہم میں سے ہر صاحبِ فکر انسان درحقیقت مسلمان ہے۔'' عیسائیت کے مختلف چرچ (فرقے) آج کے دور کے مسائل سے قطعاً نہیں نمٹ سکتے۔ ان مسائل کا حل صرف اسلام ہی پیش کرتا ہے مگر مغربی دنیا کے دل و دماغ میں اسلام سے بغض اب بہت گہرا ہو چکا ہے۔ کبھی کبھی غیر متوقع ذرائع سے کوئی حوصلہ افزا خبر سُورج کی کرن بن کر آ جاتی ہے' جیسے چند سال قبل جنرل سمٹس (General Smuts) کا یہ بیان کہ افریقہ میں جہاں عیسائیت کے تمام چرچ مل کر ایک آدمی کو دائرۂ عیسائیت میں داخل کرتے ہیں وہاں دس لوگ داخل اسلام ہوتے ہیں۔ [1] عیسائیت کی ایک ضرب المثل ''سچائی بالآخر غالب آ کر رہے گی'' اس حوالے سے سچی ثابت ہو رہی ہے۔ [2]

[جان فشر] (John Fisher)

---

[1] جان کرسچن سمٹس (1870ء تا 1950ء) جنوبی افریقہ کا ایک جرنیل اور سیاستدان تھا جو دو بار وزیراعظم (24-1919 اور پھر 48-1939ء میں) رہا۔ اس نے 1945ء میں اقوام متحدہ کے منشور کا ابتدائیہ لکھا۔ (م ف)

[2] اسلامک ریویو' مارچ 1934ء ج:22' ش:3' ص:181' اور جون 1934ء ج:22' ش:6' ص:61-63

میں نے نفسیاتی نقطۂ نظر سے اسلام قبول کیا

نفسیات ہمیں بتاتی ہے کہ جو کچھ بھی ہم کرتے' کہتے یا سوچتے ہیں اُس کی کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے خواہ شروع میں وہ سمجھنے میں کتنی ہی مشکل کیوں نہ محسوس ہو۔ یہ دیکھ کر کہ نفسیات ہماری زندگی میں نہایت اہم کردار ادا کرتی ہے' یہ دلیل بجا ہوگی کہ جب کوئی شخص ایک انقلابی قدم اُٹھاتا ہے جس سے اس کا طرزِ حیات اور زندگی کے بارے میں نقطۂ نظر بدل جاتا ہے' تو اُس کی کوئی معقول اور واضح وجہ ہوتی ہے اور یہ وجہ شناخت کرنا اس کے لیے مناسب ہوتا ہے' لہٰذا میں نے اپنے اس خطاب کا عنوان یہی سوچ کر رکھا ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد میں محسوس کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ایک انقلاب برپا ہوا ہے اور اس کی وجہ بیان کرنے اور آپ کو بتانے کے لیے کہ میں کیوں مسلمان ہوا ہوں' میں نے اپنا نفسیاتی تجزیہ کیا ہے۔ کئی سال سے میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ میری زندگی میں کوئی کمی ہے جس کی ماہیت شروع میں تو واضح نہ تھی' بس یوں سمجھ لیجیے ایک خواہش تشنۂ تکمیل تھی۔ اس کی وجہ سے ایک طرح کی بے چینی سی لاحق تھی اور ایک احساس سا تھا کہ مجھے کوئی چیز چاہیے مگر وہ میری رسائی سے باہر تھی۔ میری زندگی اس شدید احساس کی گرفت میں تھی۔ میں بے چینی کا شکار تھا اور میرا مذہب مجھے کوئی تسکین فراہم نہ کر سکا۔ میں کبھی ایک اور کبھی دوسری چیز کی تلاش میں مارا مارا پھرتا۔ گویا اندھیرے میں راستہ تلاش کر رہا تھا مگر مجھے راستے کا سراغ مل سکا نہ ذہنی سکون۔ صاف ظاہر تھا کہ میں غیر معینہ مدت تک اس اضطراری اور ناآسودہ ذہنی کیفیت میں نہیں رہ سکتا تھا اس لیے میں نے صورت حال کا جائزہ لینا شروع کیا۔

کچھ ایسے لمحات ہوتے ہیں جن میں ہم اپنی ذات سے نکل کر ایک مختلف زاویے سے اپنے آپ کا جائزہ لیتے ہیں' یہ زاویۂ نظر روحانی ہے، جب یہ روحانی جسم جو اصل انسان نہیں بلکہ ارتقا کی منازل طے کر کے اپنے داخلی روحانی عمل سے حسین اور مہذب بن گیا ہے' یہی اصل انسان ہے' اسے ایک طرف رکھ کر ایک خارجی وجود کی طرح دیکھا جا سکتا ہے' جس کے اجزا کو موضوعِ

ذہن الگ الگ کر کے دیکھ سکتا ہے۔ اس طرح لمحہ بھر کی قوتِ ارادی کی اچانک بالا دستی ہی سے ہم اللہ عزوجل کو اور جو کچھ وہ ہم سے چاہتا ہے اُسے اعلیٰ ترین مذہبی اور روحانی ماہرین کے تمام تر دلائل کی نسبت بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔

ایک ایسے ہی مرحلے میں مجھے اپنی زندگی میں کمی کا ادراک ہوا' اور یہ روحانی غذا کی کمی تھی۔ میری روح روحانی غذا کے لیے بے تاب تھی۔ میرے خیال کے مطابق روح ہمیشہ اپنی طبعی حدود کو توڑ کر منتہائے کمال تک پہنچنے کی جدوجہد کرتی رہتی ہے۔ زندگی بھر جسم اور روح کے درمیان جنگ جاری رہتی ہے تاوقتیکہ روح کو برتری حاصل ہو جائے اور پھر درجۂ کمال کو پہنچ کر' اندرونی خرابی کے امکانات سے آزاد ہو کر' مادی آلائشوں سے پاک ہو کر اور زمین پر اپنا قرض بے باق کر کے فنا کی حدود عبور کرتے ہوئے یہ اپنے اللہ تعالیٰ کے پاس واپس چلی جاتی ہے۔ پس میں رفتہ رفتہ یہ حقیقت سمجھ گیا کہ میرے روحانی وجود کو ایک نئی تشکیل و ترتیب کی ضرورت ہے۔ میں نے اپنے آپ سے پوچھا ''یہ تشکیل و ترتیبِ نو کیوں ضروری ہے؟ اس کا آغاز کیسے ہوگا؟ میرے مذہب (عیسائیت) نے میری روح کو مطلوبہ تشکیل و ترتیب کیوں نہیں دی؟'' مجھے محسوس ہوا کہ شک کے عنصر نے میرے ایمان کو دبا رکھا ہے۔ اس مذہب کے کچھ سخت نظریات اور رسوم میری عقل کے لیے قابلِ قبول نہ تھے۔ میں نے اپنے آپ سے پوچھا کہ کیا ایمان داری سے میں ان عقائد اور رسوم کو قبول کر سکتا ہوں؟ کیا میں عیسائیت کے ان عقائد کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر) نازل کردہ سمجھوں؟ بعض عقائد تو میری فطری عقلِ سلیم کے لیے کسی بھی صورت میں قابل قبول نہ تھے۔ میں اس حقیقت کو بدلنے کے لیے انہیں کوئی اور معنی نہ پہنا سکا کہ جب تک میں کسی شرط یا اعتراض کے بغیر اُن عقائد کو قبول نہیں کرتا (عیسائیت کے رائج الوقت نظریہ کی رُو سے) اس وقت تک میں کافر اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مردود و معتوب رہوں گا۔

یہاں میں یہ ذکر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ قبول اسلام سے قبل میں عیسائیت کے کیتھولک چرچ (فرقے) سے وابستہ تھا اور اس کی تعلیم یہ تھی کہ اس چرچ کے اصول اور فیصلے ہر خطا سے

مبرا ہیں' لہٰذا انہیں کسی تنقید و اعتراض کے بغیر آنکھیں بند کر کے ہی قبول کرنا لازم ہے۔ اس میں ''ہاں'' یا ''نہیں'' کہنے کی گنجائش نہیں ہوتی۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھیے کہ مذہب پر پادریوں کی مکمل اجارہ داری تھی جس پر کسی کو اعتراض کرنے کی قطعاً اجازت نہ تھی۔

چونکہ میری عقلِ سلیم اور میرے ضمیر کو پادریوں کے مسلط کردہ عقائد و تعلیمات پر دیانت داری سے عمل کرنا گوارا نہ تھا' اس لیے بظاہر اس مذہب سے وابستہ رہنا منافقت ہوتا جس کی اجازت میری روح نہیں دے سکتی تھی' لہٰذا میرے لیے اب واحد متبادل راستہ یہ تھا کہ اس مذہب سے روگردانی کر کے اپنے پسندیدہ عقائد اور نظریات کے مطابق زندگی بسر کروں۔

یہ تو ٹھیک تھا مگر جلد ہی مجھے احساس ہوا کہ مجھے اپنے ایمان کے لیے کوئی بنیاد درکار ہے' تو میں نے اپنے آپ سے پوچھا: ''میرے اصل عقائد اور نظریات کیا ہیں اور میں صدق دل سے کن پر ایمان رکھتا ہوں؟''

۞ **توحید پر ایمان:** میں ایک ایسے اللہ واحد کے وجود پر یقین رکھتا تھا جو تمام کائنات کا مالک ہے اور اس کی محبت اور طاقت کا اظہار دیدہ اور نادیدہ مخلوقات کی صورت میں ہوتا ہے۔ ایک سے زائد معبودوں کا تصور کبھی میری سمجھ میں نہ آ سکا کیونکہ میرے خیال میں اس سے اللہ واحد کی عظمت اور قوت ناقص ہو جاتی ہے۔

۞ **براہِ راست دُعا پر ایمان:** میں اللہ تعالیٰ سے رابطے اور اُس سے کچھ مانگنے کے لیے کسی سفارش اور ثالثی کو غیر ضروری سمجھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز پر قادر ہے اور وہ جانتا ہے کہ یہ التجا (دعا) کسی توبہ کرنے والے دل سے آ رہی ہے یا نہیں۔ وہ حاجت کے مطابق کسی درمیانی وسیلے کے بغیر براہِ راست جواب دیتا ہے۔ اپنی نجات کے لیے کوشش مجھے خود ہی کرنی ہے۔ یومِ حساب کو اپنی اچھی یا بُری زندگی کے لیے جواب دہ میں خود ہی ہوں گا۔

۞ **اخروی زندگی پر ایمان:** میں اکثر اپنے آپ سے یہ سوال کرتا کہ اگر ہمیں مرنے کے بعد پھر زندہ نہیں ہونا تو ہم آج کیوں اور کس مقصد کے لیے زندہ ہیں؟ میں اس سوال کے جواب میں اس نتیجے پر پہنچا کہ موت جسمانی زندگی کا تسلسل ٹوٹنے اور روحانی زندگی کے آغاز کا نام

ہے۔ اس کے بعد وہ دور شروع ہوتا ہے جس میں ہمیں اس وقت نظر نہ آنے والی چیزیں نظر آنے لگیں گی اور روح پاک صاف شکل اختیار کرنے کے آخری مرحلے سے گزرے گی۔

❁ اخوتِ انسانی پر میرا یقین: میں یقین رکھتا تھا کہ ہم سب اللہ کی مخلوق ہیں اور اس کی نظر میں ہم سب برابر ہیں۔ رنگ، نسل، عقیدے یا مرتبے کے اعتبار سے اللہ نے ہمارے درمیان کوئی امتیاز نہیں رکھا۔ زمین پر اللہ کی تدبیر کے مطابق ہم نے ایک مقررہ عرصے تک رہنا ہے اور اگر ہمیں یقین ہو کہ ہمارا خالق ہم سب سے محبت کرتا ہے تو ہمیں بھی ایک دوسرے سے محبت کرنی چاہیے، یعنی اگر ہم یہ سمجھ لیں کہ اُس نے ہمیں اپنی فطرت پر پیدا کیا ہے۔

❁ انبیاء علیہم السلام پر ایمان: میرا یہ ایمان تھا کہ مختلف ادوار میں اللہ نے اپنے منشا کے مطابق بعض بندوں پر اپنی وحی نازل کی ہے اور اسے لوگوں تک پہنچانے کے لیے انہیں منتخب اور مامور کیا ہے۔

یہ محض ایک اجمالی خاکہ ہے مگر یہ میرے عقائد کے بنیادی خدوخال ضرور واضح کرتا ہے۔ آپ پر یہ بات یقیناً واضح ہوگئی ہوگی کہ مجھے ایک ایسا دین درکار تھا جو معقول، قابل عمل اور ہر قسم کے شخصی تسلط سے آزاد ہو۔ محض رسمی اور بلا دلیل دعووں یا پیشوائی قانون پر مبنی نہ ہو کہ اُسے اپنانے میں اپنے ضمیر سے ناانصافی کرنی پڑے۔ یہ دین مجھے اسلام کی صورت میں مل گیا۔

دیارِ مشرق کی سیاحت کے دوران میں اسلام کی سادگی اور اس کے پیروکاروں کے خلوص سے متاثر ہوا۔ میری پرورش عیسائیت کے مذہبی ماحول میں ہوئی تھی۔ میرے والد نظم وضبط کی سخت پابندی کرواتے تھے۔ بعض اوقات تو مذہبی معاملات میں اُن کی سخت گیری کٹر عیسائی فرقے کے جبر کی صورت اختیار کر لیتی تھی۔ مجھے عیسائیت کے سوا تمام دوسرے مذاہب کو کفر اور اُن کے پیروکاروں کو کافر سمجھنا سکھایا گیا تھا۔ پھر ذرا غور کیجیے کہ جب میں بڑا ہو کر اپنی نظر سے دیکھنے کے قابل ہوا اور اُنہی لوگوں سے واسطہ پڑا جن کا کافر اور بت پرست ہونا مجھے سکھایا گیا تھا،[1] تو میں نے کیا محسوس کیا ہوگا؟ اِن تمام دوسرے مذاہب کا تقابلی جائزہ لینے کے بعد میں

① مغرب کے مسیحی پیشواؤں اور پادریوں کا تعصب دیکھیے کہ انہوں نے مسلمانوں کے بارے میں مشہور کر رکھا تھا کہ وہ (نعوذ باللہ) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بت کو پوجتے ہیں۔ (م ف)

اس نتیجے پر پہنچا کہ نبیٔ اکرم ﷺ کا دین سر فہرست ہے جسے اس کے پیروکار عیسائیوں کی طرح صرف اتوار کی صبح کو الماری سے نکالنے کے بعد شام کو بڑے احترام سے واپس الماری میں رکھ نہیں دیتے بلکہ یہ ایک ایسا دین ہے جو اپنے پیروکاروں کی زندگی کا ایک لازمی جز ہے اور اس پر ہر روز عقیدت و اخلاص کے ساتھ عمل کیا جاتا ہے۔ اس بات نے میرے ذہن پر ایک ان مٹ نقش ثبت کیا جس نے میری زندگی کی ساخت ہی تبدیل کر دی۔ اسلام میں مجھے وہ سب کچھ ملتا ہے جو مجھے اپنی سماجی، اخلاقی اور روحانی رہنمائی کے لیے درکار ہوتا ہے۔ اس دین نے مجھے ایک نئے زاویے سے دیکھنا اور ضبط و تحمل سکھایا ہے۔ اس نے میرے دل میں تمام انسانوں کے لیے ہمدردی کا جذبہ بہت فعال بنا دیا ہے۔ اس نے مجھے اللہ تعالیٰ کے قریب تر کر دیا ہے اور مجھے اپنی روح کو ترقی دینے اور اپنی انا کے انکار کی مؤثر ترغیب دی ہے۔ اپنے عقل و شعور کے مطابق میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اگر کوئی مذہب مجھے ذہنی سکون، اعلیٰ مقصدِ حیات، اچھا نصب العین اور احکام الٰہی کی پیروی کا جذبہ دوسرے مذاہب کی نسبت زیادہ پر وقار انداز میں، زیادہ براہ راست اور بہتر صورت میں عطا کرتا ہے، تو پھر میرے لیے بہترین ضابطۂ حیات وہی ہے، اور وہ صرف اسلام ہے۔

میرے خیال میں اس دور میں ہمیں مادیت اور عقل پرستی نے جکڑ رکھا ہے اور یہ رویہ ہماری زندگی اور ہماری فکر میں پوری طرح رَچ بس گیا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ ہم صرف حال ہی میں قید ہیں اور اسی کے لیے سب کچھ کر رہے ہیں۔ لیکن اگر ہمارا کوئی نصب العین ہے تو وہ ہمیں ہمیشہ مستعدی سے آگے بڑھنے کی ترغیب دیتا رہتا ہے تاکہ ہم زیادہ سے زیادہ فکر و عمل کی پاکیزگی حاصل کر سکیں۔

اسلام نے مجھے اپنے پانچ ستونوں میں سے نماز کے ذریعے سے مادیت کے سب بندھنوں کو توڑنے کا آسان اور قابل عمل طریقہ سکھا دیا ہے۔ نماز ہمیشہ مجھے اللہ عزّ وجل، اپنی روح اور بنی نوعِ انسان کی طرف سے مجھ پر عائد فرائض یاد دلاتی رہتی ہے۔ مسلمان ہونے کے بعد سے میں نے نماز کی پوری پابندی کی ہے، حتیٰ کہ جب دنیوی معاملات میں مشغول ہوتا ہوں تو بھی نماز وقت پر ادا کر لیتا ہوں اور مجھے اب معلوم ہوا ہے کہ میں پہلے کی نسبت اپنے اللہ کے کتنا

زیادہ قریب ہوں۔

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ یہ میرے عقائد کا محض ایک اجمالی خاکہ ہے اور میرے عقائد کی نفسیاتی اہمیت یہ ہے کہ جن اصولوں پر میرا ایمان ہے میں انہی کے مطابق سوچتا اور عمل کرتا ہوں۔ میرا عقیدہ اپنے دین کے بارے میں میرا ذہنی رویّہ ہے جو اسے میری روحانی اور عمومی رہنمائی کا اہل قرار دیتا ہے۔ پس میرے ایمان کی بنیاد اس بات پر ہے: [لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللہ وَلَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللہ] ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ کے سوا کوئی کائنات میں ہر جگہ موجود نہیں۔''

ممکن ہے میں اپنے ایمان پر مبنی نظریات اور اصولوں کا جامع خاکہ پیش نہ کر سکا ہوں کیونکہ میرے لیے اپنے افکار کی تلخیص کرنا آسان کام نہیں اور مجھے اچھی طرح علم ہے کہ میں کن کن امورِ دینیہ کی صحیح تفہیم وتوضیح سے معذور رہوں۔ اپنے دلائل کی بنا پر مجھے یہ احساس ہے کہ اسلام کو بطور دین اپنا کر میں اپنے آپ کو دھوکا نہیں دے رہا بلکہ یہ دین اپنا کر میں ابدی صداقت اور حکمت الٰہیہ کے زیادہ قریب ہو گیا ہوں۔

اللہ ہمارے اندر ایک نامعلوم طریقے سے اپنا اثر جاری وساری فرماتا ہے' لہٰذا مجھے یقین ہے کہ اس نے کوئی بات بھی مجھ سے اوجھل نہیں رہنے دی جو میری روحانی ضرورت تھی۔ ①

[خالد ڈی لارنجر ریمراف]
(Khalid D'Larnger Remraf)

اسلام تک میرا سفر

میرے لیے اسلام کی اہمیت کی وجوہ اتنی زیادہ ہیں کہ اس محدود تحریر کے اندر نہیں سما سکتیں۔ بہر صورت میں چند وجوہات بیان کروں گا جن کی بنا پر مجھے یہ احساس ہوا کہ اسلام ہی وہ واحد دین ہے جو میرے لیے اور آج کی تمام دنیا' بالخصوص میری نسل کے لوگوں کے لیے قابل قبول ہو سکتا ہے۔

① اسلامک ریویو' مارچ' اپریل 1930ء' ج:18' ش:3,4' ص:120-134 یہ لیکچر برٹش مسلم سوسائٹی لندن کے اجلاس (12 اگست 1929ء) میں دیا گیا۔

میری پرورش اور تربیت پروٹسٹنٹ عقائد کے مطابق ہوئی اور کم سنی ہی میں مجھے عیسائیت کی تعلیمات ناقص نظر آنے لگیں۔ میں نے بچپن میں بائبل کے حوالے سے کئی مقابلوں میں انعامات حاصل کیے لیکن اپنے مذہب کے بارے میں میرا علم جتنا بڑھتا گیا میں اتنا ہی اس کے بارے میں شکوک وشبہات میں مبتلا ہوتا گیا۔ چودہ برس کی عمر میں مجھے اپنے مذہب کی مستقل رکنیت کی رسوم سے واسطہ پڑا۔ مجھے توقع تھی کہ یہ مذہبی تقریب میرے تمام شکوک وشبہات کا ازالہ کر دے گی اور روح اللہ کی مدد سے میں ہر مشکل کا سامنا کرنے کے قابل ہو جاؤں گا۔ (مجھے بتایا گیا تھا کہ جب بشپ میرے سر پر ہاتھ رکھے گا تو خدا کی روح اُس کی انگلیوں کے ذریعے سے میرے وجود میں داخل ہو جائے گی۔) تاہم اس تقریب سے اپنے مذہب پر میرے ایمان میں اضافہ ہونے کی بجائے میرے ہر آن بڑھتے ہوئے اس یقین کو تقویت ملی کہ میرا مذہب تو محض حماقت آمیز توہّمات اور مضحکہ خیز رسوم کا مجموعہ ہے۔

جب میں سکول کی تعلیم سے فارغ ہو کر یونیورسٹی پہنچا تو میرا یہ شک یقین میں تبدیل ہو چکا تھا کہ جو مذہبِ عیسائیت میں نے اپنا رکھا ہے وہ میرے کسی کام کا نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو میں ایک برگزیدہ انسان اور شہید تو مانتا تھا مگر انہیں الٰہ کا مرتبہ دینا مجھے سراسر نامعقول اور اُن کی اپنی تعلیمات کے برعکس لگا۔ جس مذہب کو میں رد کر چکا تھا اُس کی خامیاں تلاش کرنے میں تو مجھے کوئی مشکل پیش نہ آئی مگر اس کی جگہ کوئی اور معقول مذہب تلاش کرنے میں خاصی دقت کا سامنا کرنا پڑا۔ عیسائیت تو محض تضادات اور توہمات کا مجموعہ تھی۔ عقل پرستی بھی بطورِ عقیدہ ناکافی تھی اور یوں لگا کہ کوئی ایسا معقول دین ہے ہی نہیں جو ان تمام مذاہب کی خوبیوں کا مجموعہ ہو جن کے بارے میں میں نے پڑھا یا سنا تھا۔

میں اپنے تمام طے شدہ نظریات پر مشتمل کسی مسلّمہ دین کی تلاش سے تقریباً مایوس ہو گیا اور خاصے عرصہ تک اپنے مبہم سے عقائد ہی پر قناعت کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ ایک دن اتفاقاً مجھے خواجہ کمال الدین کی کتاب ''Islam and Civilisation'' مل گئی۔

عیسائیت کے متعصّبانہ رویے کی بجائے اسلام کی فراخدلی' قرونِ وسطیٰ میں دوسرے ممالک میں رائج جہالت اور توہم پرستی کے مقابلے میں مسلمانوں کا علم اور تمدن اور آخرت کے حوالے سے مسیحی کفارے کی بجائے جزا وسزا کا منطقی نظریہ' یہ چند نکات تھے جنہوں نے پہلے پہل مجھے متاثر کیا۔ بعد میں مجھے یہ احساس ہوا کہ یہ ایک ایسا دین ہے جو پوری انسانیت کا احاطہ کرتا ہے۔ غریبوں اور امیروں کو یکساں رہنمائی فراہم کرتا ہے اور رنگ ونسل اور عقیدے پر مبنی تعصّبات سے پاک ہے۔ مسلم مشن (Muslim Mission) سے میں نے نبیٔ اکرم ﷺ کی تعلیمات کے بارے میں کچھ اور معلومات حاصل کیں۔ ووکنگ (Woking) کی مسجد کے امام صاحب میرے تمام اعتراضات اور تنقیدی سوالات کے بہ خوشی جوابات دیتے رہے۔ ان کے دوستانہ اور دلچسپ خطوط نے اس مذہب کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے میں میری حوصلہ افزائی کی۔ اسلام کی حقانیت اور تمام روحانی ضروریات کی تکمیل کر سکنے کی اہلیت دیکھ کر تقریباً ایک دو ماہ بعد ہی میں خود کو مسلمان سمجھنے لگا۔ تاہم میں نے جلد بازی کرنا مناسب نہ سمجھا بلکہ اپنے اس نئے مذہب کے ہر پہلو پر غور وخوض کرنے کے بعد بالآخر اسے اپنا ضابطۂ حیات بنایا۔

میرا نظریہ یہ ہے کہ آسانی سے ہاتھ آنے والی چیزیں آسانی سے کھو بھی جاتی ہیں۔ اسی طرح کسی غور وخوض کے بغیر اختیار کیے ہوئے عقائد آسانی سے رَد بھی کر دیے جاتے ہیں۔ اس لیے میں نے اسلام پر ہر تنقیدی کتاب کا مطالعہ کیا۔ خاص طور پر نبیٔ اکرم ﷺ اور آپ کی تعلیمات کے بارے میں مغربی مصنفین کی کتابیں پڑھیں۔ جو کچھ میں نے پڑھا اس میں کئی باتیں اسلام کے خلاف تھیں۔ مگر بہتر اور غیر جانبدار مصنفین نے بالعموم اسلام کی قدر و قیمت' اس کے نظریۂ تہذیب اور بعض نے تو اس کے پیغام کی صداقت کا بھی اعتراف کیا۔ میں نے ایک پڑھے لکھے صائب الرائے دوست سے اپنے اسلامی عقائد پر بحث کر کے بھی ان عقائد کی مزید جانچ پرکھ کی۔ مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ میرا دوست بہت سی باتوں میں میرا ہم خیال نکلا۔

دراصل غیر شعوری طور پر وہ بھی مسلمان ہی تھا۔ اُس جیسے ہزاروں لوگ ہوں گے جنہوں نے غیر ارادی طور پر اسلامی نظریات تک رسائی حاصل کی ہوگی۔ انہیں پتہ بھی نہیں ہوگا کہ یہ تو اسلامی نظریات ہیں جن کی تعلیم حضرت محمد ﷺ نے صدیوں پہلے دی تھی۔

پچھلے چند ماہ میں اسلام پر میرے ایمان میں اضافہ ہوا ہے اور اب مجھے پورا یقین ہے کہ مجھے آخرکار سچائی مل گئی ہے۔ اب جبکہ میرا ایک ایسا دین ہے جسے میں پوری طرح سمجھ سکتا ہوں اور اس پر عمل بھی کرسکتا ہوں تو مجھے مکمل ذہنی اطمینان ہے اور میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میں نئے ولولے کے ساتھ اسلام کی روشنی میں زندگی کے مسائل کا سامنا کرسکتا ہوں۔ ایک حسنِ اتفاق یہ بھی ہے کہ جب سے مجھے اپنا اصلی دین نصیب ہوا ہے' میری روزمرّہ زندگی میں زیادہ خوشی اور خوش نصیبی آ گئی ہے۔ میرا یہ ارادہ ہے کہ اسلام کی روشنی اُن لوگوں تک بھی پہنچاؤں جو میری طرح اپنے آبائی عقائد سے بیزار ہیں اور اس طرح اُنہیں وہ ذہنی سکون فراہم کروں جو ہمارے عظیم الشان دین کا ثمر ہے۔ ①

[ٹی ایچ میک بارکلے]
(T.H.McC.Barklie)

میری نظر میں اسلام کا حسن کیا ہے؟

میں نے لائیڈن یونیورسٹی (University of Leiden) (ہالینڈ) سے 1919ء میں مشرقی زبانوں کی تعلیم حاصل کی اور ماہر عربیات پروفیسر سناؤک ہرگرونجی ②

---

① اسلامک ریویو۔ اگست 1933ء ج:21' ش:8' ص:245-248

② سناؤک ہرگرونجی ایک ڈچ مستشرق تھے۔ انہوں نے ہالینڈ کے زیر حکومت ڈچ ایسٹ انڈیز (انڈونیشیا) میں ایسی ''تعلیمی اصلاحات'' نافذ کروائیں جن سے وہاں مسیحیت کو زیادہ سے زیادہ فروغ مل سکے۔ یہی وجہ ہے کہ انڈونیشیا کی مسیحی اقلیت بہت مضبوط ہے' خصوصاً جزائر ملوکو اور سلاویسی میں، جہاں تین چار سال پہلے خونریز مسیحی مسلم فسادات ہوئے۔ (م ف)

(Prof.C.Snouck Hurgronje) کے لیکچر سننے کا موقع ملا۔ پھر میں نے عربی زبان سیکھی اور امام بیضاوی رحمہ اللہ کی ''تفسیر القرآن'' اور امام غزالی رحمہ اللہ کی فقہ کے بارے میں کتب پڑھیں اور ان کا ترجمہ کیا۔ اسلام کی تاریخ اور اسلامی اداروں کے بارے میں معلومات میں نے یورپ میں رائج الوقت معلومات ناموں (Hand books) سے حاصل کیں۔ 1921ء میں، میں ایک ماہ قاہرہ میں رہا اور جامعۃ الازہر کا معلوماتی دورہ کیا۔ عربی کے علاوہ میں نے سنسکرت، ملائی اور جاپانی زبانیں بھی سیکھیں۔ 1927ء میں، میں اُس دور کے نیدر لینڈ کے جزائر (جزائر شرق الہند یعنی موجودہ انڈونیشیا) کے اعلیٰ تعلیم کے ایک خصوصی سکول میں جاپانی زبان اور ہندوستان کی ثقافتی تاریخ پڑھانے پر مامور ہوا۔ یہ سکول جوگ جکارتہ (Jog Jakarta) میں واقع تھا۔ پندرہ سال تک میں قدیم و جدید جاپانی زبانوں اور جاپانی ثقافت کے خصوصی مطالعے میں مصروف رہا اور اس عرصے میں اسلام سے کم ہی رابطہ رہا اور عربی سے میرا تعلق بالکل منقطع رہا۔ جاپان میں جنگی قیدی کی حیثیت سے ایک مشکل وقت گزارنے کے بعد میں 1946ء میں دوبارہ نیدر لینڈ (ہالینڈ) گیا اور ایمسٹرڈم (Amsterdam) کے رائل ٹراپیکل انسٹی ٹیوٹ (Royal Tropical Institute) میں مجھے نئی ملازمت مل گئی۔ یہاں جب مجھے ''جاوا میں اسلام'' کے بارے میں ایک مختصر معلومات نامہ مرتب کرنے پر مامور کیا گیا تو مجھے اسلام کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔

اس دوران میں مجھے نئی اسلامی ریاست پاکستان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا شوق لاحق ہوا تو میں 55-1954ء کے موسم سرما میں پاکستان پہنچا۔ اب تک میں نے اسلام کے بارے میں معلومات یورپ کے لوگوں سے حاصل کی تھیں، مگر لاہور پہنچ کر مجھے اسلام کا ایک بالکل نیا پہلو نظر آیا۔ میں نے اپنے مسلمان دوستوں سے کہا کہ نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے مسجدوں میں مجھے بھی ساتھ لے جایا کریں۔ اس کے بعد میں نے مساجد میں جانا شروع کر دیا تو مجھے اسلام کی عظیم روایات کا علم حاصل ہوا۔ جب لاہور کی ایک مسجد میں مجھے لوگوں سے خطاب کی دعوت دی گئی اور پھر وہاں مجھے ان گنت نئے دوستوں اور بھائیوں سے مصافحہ کرنے

کا موقع ملا تو میں نے اُسی لمحے اپنے آپ کو مسلمان سمجھنا شروع کر دیا۔

پاکستانی جریدے ''پاکستان کوارٹرلی'' ("Pakistan Quarterly", Vol. v, No: 4, 1955) میں، میں نے اپنے ایک مضمون میں اس واقعہ کے حوالے سے لکھا:

''ہم اب نسبتاً ایک بہت چھوٹی مسجد میں گئے جہاں خطبہ ایک ایسے عالمِ دین کو دینا تھا جو روانی سے انگریزی بول سکتے تھے۔[1] وہ پنجاب یونیورسٹی میں ایک اہم منصب پر فائز تھے۔ اُنہوں نے اجتماع سے کہا: ''میں نے جان بوجھ کر خلاف معمول اپنے خطاب میں جا بجا انگریزی کے زیادہ الفاظ استعمال کیے ہیں تا کہ دور دراز ملک نیدرلینڈ سے آئے ہوئے بھائی میرا خطاب آسانی سے سمجھ سکیں۔'' خطبہ کے بعد حسبِ معمول دو رکعت نمازِ جمعہ امام صاحب کی اقتدا میں ادا کی گئی۔ اس کے بعد بقیہ نماز خاموشی سے فرداً فرداً ادا کی گئی۔ میں جانے لگا تو علامہ صاحب نے مجھے مخاطب کر کے کہا: ''لوگوں کی خواہش ہے کہ آپ اُن سے خطاب کریں۔ میں آپ کی گفتگو کا اردو میں ترجمہ کر دوں گا۔'' میں مائیک کے سامنے کھڑا ہو گیا اور آہستہ لہجے میں اپنی بات شروع کی۔ میں نے کہا کہ میں ایک دور دراز ملک سے آیا ہوں جہاں مسلمان بہت کم ہیں۔ میں اُن سب کی طرف سے آپ سب حاضرین کو السلام علیکم کہتا ہوں۔ آپ لوگ خوش قسمت ہیں کہ سات سال قبل آپ نے اپنی اسلامی ریاست قائم کر لی ہے اور چند ہی برسوں میں اس ریاست کو مستحکم بنا لیا ہے۔ ایک مشکل آغاز کے بعد آپ یقیناً ایک خوشحال مستقبل کی توقع کر سکتے ہیں۔ میں نے ان سے یہ وعدہ کیا کہ اپنے وطن واپس جا کر پاکستانی مسلمانوں کی مہمان نوازی اور مہربانیوں سے اپنے اہلِ وطن کو آگاہ کروں گا۔ ان الفاظ کا اُردو میں ترجمہ سن کر حیرت انگیز طور پر سیکڑوں لوگوں نے مجھے گھیر لیا۔ بوڑھے، جوان، ہر ایک نے بہت پیار سے مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے اسلام قبول کرنے پر مبارک باد دی۔ میں اُن کا یہ بے ساختہ اظہارِ محبت دیکھ کر حیران رہ گیا۔ خصوصاً اُن کی آنکھوں میں پیار کی وہ چمک تو مجھے کبھی نہیں بھول سکتی۔ اس لمحے مجھے احساس ہوا کہ اسلام کے عظیم رشتۂ اخوت سے میں بھی جڑ گیا

---

[1] یہ علامہ علاء الدین صدیقی تھے جو بعد میں جامعہ پنجاب کے وائس چانسلر بنے۔ (م ف)

ہوں جو عالمگیر حیثیت رکھتا ہے اور اس پر میں نا قابل بیان حد تک خوش ہوا۔''

پاکستان کے لوگوں نے مجھے اسلام کے سمجھنے میں مدد دی اور میں جان گیا کہ دین اسلام قانونِ شریعت کی تفصیلات وجزئیات سے کہیں بڑھ کر ہے اور یہ کہ اخلاقی اقدار پر ایمان اوّلیت رکھتا ہے اور اس دین کو سمجھنے کے لیے ان اقدار کا پہلے سے علم ہونا ضروری ہے۔

اسلام میں مجھے کیا خوبی نظر آئی اور خصوصاً کس چیز نے مجھے یہ عقیدہ اپنانے پر مائل کیا' میں مختصر طور پر صرف چھ نکات میں ذکر کیے دیتا ہوں:

- ایک عظیم و برتر اور بے مثال ذات کا اعتقاد جس پر ہر ذی شعور مخلوق کے لیے ایمان رکھنا آسان ہے اور وہ اللہ عزوجل ہی کی ذات ہے جس کے سب محتاج ہیں' اس کی کوئی اولاد ہے نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور اس کا ہمسر کوئی نہیں ہے۔ وہ تمام حکمتوں کا منبع' تمام قوتوں کا مالک اور تمام اعلیٰ صفات سے متصف ہے اور اس کے رحم وکرم کی کوئی انتہا نہیں۔
- اس وسیع کائنات کی مخلوقات جن میں سے انسان کو برتری حاصل ہے' ان کا اپنے خالق کے ساتھ براہ راست تعلق ہے۔ ایک مومن کو کسی واسطے یا وسیلے کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ اسلام پاپائیت کی تعلیم دیتا ہے۔ دین اسلام میں انسان کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کی نوعیت کا انحصار خود انسان پر ہے۔ اس زندگی میں انسان کو عاقبت کی جزا وسزا کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنا ہے۔ انسان اپنے اعمال کے لیے جواب دہ ہے' جن کا کسی معصوم انسان کی قربانی سے مداوا نہیں ہوسکتا۔ کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالا جائے گا۔
- اسلام کی رواداری کا اصول بڑے واضح انداز سے ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

﴿لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ ''دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں'' (البقرۃ:256/2)

ہر مسلمان سے اسلام کا یہ مطالبہ ہے کہ وہ حق وصداقت کی تلاش میں جدوجہد کرتا رہے اور جہاں بھی حق بات ملے اسے قبول کرلے۔ یہ حق وصداقت دوسرے مذاہب میں ہو تو بھی قبول کرے۔

✿ اسلام کا نظریۂ اخوت رنگ ونسل اور عقیدے کے امتیاز کے بغیر پوری انسانیت کو محیط ہے۔ صرف اسلام ہی ایسا دین ہے جو عملی طور پر یہ اصول تسلیم کرانے میں کامیاب رہا ہے۔ دنیا میں جہاں کہیں بھی مسلمان آباد ہیں وہ سب اسلام کے اصول اخوت کی رو سے بھائی بھائی ہیں۔ اللہ عزّ وجل کے حضور تمام مسلمانوں میں عملی مساوات کا اظہار حج کے موقع پر احرام کی حالت میں ہوتا ہے جب گورے کالے سب ایک میدان میں ایک ہی لباس میں جمع نظر آتے ہیں۔

✿ اسلام مادے اور عقل دونوں کو مستقل قدریں گردانتا ہے۔ انسانی عقل وشعور کی افزائش لابدی طور پر جسمانی ضروریات سے منسلک ہے اور انسان کا طرزِ عمل ایسا ہو کہ عقل مادی معاملات کو کنٹرول کرے اور اُن پر عقل کو فوقیت اور برتری حاصل ہے۔

✿ اسلام نے بہت پہلے شراب اور دیگر نشہ آور اشیاء کو ممنوع قرار دے دیا۔ صرف اس اصول کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام اپنے وقت سے کہیں آگے ہے۔ [1]

[آر ایل میلما [2]، ماہر بشریات، مصنف ومحقق - ہالینڈ]

(R.L.Mellema, Anthropologist, writer and scholar- Holland)

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

اسلامک ریویو کے قارئین کے لیے اپنے قبول اسلام کے اسباب لکھتے ہوئے مجھے کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے کیونکہ یہ اسباب بہت زیادہ اور متنوع ہیں۔ بہر حال میں اپنی بات واضح کرنے کی کوشش کروں گا اس توقع کے ساتھ کہ میری تحریر کی فنی خامیوں کو آپ نظر انداز فرما دیں گے۔

---

① اسلام دی فرسٹ اینڈ فائنل ریلیجن، ص: 129-132

② ڈاکٹر آر ایل میلما اسلامک سیکشن آف دی ٹراپیکل میوزم (Islamic section of the Tropical Museum) (ایمسٹرڈم) کے سربراہ رہے۔ وہ "Wayang Puppets Grondwet van Pakistan" اور "Ein Interpretatie van de Islam" وغیرہ کتب کے مصنف ہیں۔

میں جوانی کے ابتدائی دور میں قرونِ اولیٰ اور قرونِ وسطیٰ کے عیسائیوں کے ہاتھوں ان کے اپنے ہم مذہب ''بھائیوں'' پر ڈھائے گئے خوفناک مظالم کی تاریخ پڑھ کر بہت رنجیدہ ہوا۔ خاص طور پر دفتر مقدس (Holy office) اور اس کی تفتیش (Inquisition) کی تفصیلات بہت المناک تھیں۔ اس کی ہدایات کے تحت اللہ تعالیٰ کے زمینی خلیفہ (انسان) کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاتا' زندہ جلا دیا جاتا یا کوڑے مار مار کر اس کی شکل و صورت مسخ کر دی جاتی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام پر عیسائیوں کے ان سنگین جرائم کی داستان کا ہولناک تاثر کبھی ختم نہ ہوگا۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات اور ان کے پیروکاروں کے عمل میں خوفناک تضاد کا ایک زندہ جاوید ثبوت ہے جو دنیا کو ہمیشہ یہ یاد دلاتا رہے گا کہ جس رحم دل نبی علیہ السلام نے یہ کہا تھا: ''رحم دل لوگوں پر اللہ کی رحمت'' اس کے پیروکار اگر ایک بار پھر برسر اقتدار آ گئے تو وہ انسانیت کے ساتھ دوبارہ وہی سفاکانہ سلوک کریں گے۔

وقت گزرتا گیا اور میں عیسائیوں کی سرگرمیوں کو مختلف مواقع پر بہت قریب سے دیکھتا رہا۔ بے شک میں عیسائی کلیسا کے اہم نظریات کو قبول نہ کر سکا کیونکہ یہ واضح طور پر بت پرست کفار کے باقی ماندہ نظریات کے مانند تھے مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت اور نظریۂ کفارہ پر میرا ایمان برقرار رہا کیونکہ مجھ جیسے بے عمل انسان کے لیے نظریۂ کفارہ بہت حوصلہ افزا تھا۔ میں رائج نظریے کی پیروی میں زمانۂ وسطیٰ کے عیسائیوں کے ظلم و ستم کو بھی محض ماحول کی خرابی اور ناسمجھی کا نتیجہ سمجھ کر زیادہ پریشان نہ ہوا' حتی کہ مجھ پر یہ انکشاف ہوا کہ ماضی قریب تک عیسائی کلیسا ایک طرف تو اپنے ذرائع سے غلامی کے خاتمے کے خلاف پورا زور لگا رہا تھا اور دوسری طرف بچوں سے جبری مشقت لینے کا حامی تھا۔

عیسائیت کے 1900 سال مکمل ہونے پر انگلینڈ کی عظیم الشان ریاست کا تاریخ کے آئینے میں کیسا عبرت ناک منظر دکھائی دیتا ہے کہ محض کم سن بچوں کو صبح سویرے جبراً کارخانوں میں بھیجا جاتا تھا۔ ان کے کمزور چہروں پر خوفزدہ آنکھیں ابھی تک پوری کھلی بھی نہیں ہوتی تھیں۔ ان کے جسم کے نازک حصوں پر گزشتہ روز کی مار پیٹ کے نشانات ابھی موجود ہوتے تھے۔ پھٹے

ہوئے لباس میں سے جسم کے مختلف حصوں پر نیل کے نشانات' خراشیں اور زخم صاف نظر آتے تھے اور اپنے مسیحی آقاؤں کی صورت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خوف ان کی نیم مردہ روحوں میں کسی گھناؤنے درندے کی طرح چھپا ہوتا تھا۔

گزشتہ زمانے پر نظر ڈال کر ہم یہ دیکھ سکتے ہیں کہ عیسائیت نے انسان کی ذہنی ترقی کی طرف پیش رفت پر منفی اثرات مرتب کیے ہیں۔ پہلے عیسائی رومن بادشاہ[1] نے دستور غلامی کے بارے میں ان تمام اصلاحات کو ختم کر دیا جو سلطنت روم میں عظیم مفکر سینیکا (Seneca) کی تعلیمات کے باعث رائج ہوئی تھیں۔ پھر چوتھی صدی عیسوی سے 1860ء تک عیسائی سلطنتوں کے اندر جو ظالمانہ دستور غلامی رائج رہا' اس کی داستان لرزہ خیز ہے۔

جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار اُن کی تعلیمات پر عمل کر رہے ہیں اسے دیکھ کر تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اللہ عزّ وجل کے (نعوذ باللہ) سب سے بڑے دشمن ہونے کا تصوّر اُبھرتا ہے، حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ ذات باری تعالیٰ سراسر خیر اور انسانوں کے لیے رحیم وکریم ہے اور عیسائیت کے ہاتھوں انسانیت کو جو نقصان پہنچ چکا ہے وہ بھی ہم بخوبی جانتے ہیں اور آیندہ بھی اس سے کسی نفع کا امکان نظر نہیں آتا۔

میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ تمام عیسائی برے ہیں بلکہ اس کے برعکس میرا خیال ہے کہ ان میں سے اکثر اچھے ہیں اور ان کے دل میں بنی نوعِ انسان سے بھلائی کا جذبہ موجود ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ عیسائیت کا فلسفہ اور اصول نہایت مبہم اور اتنے لچکدار اور کمزور ہیں کہ یہ کسی دیرپا خیر اور

---

① قسطنطین اعظم پہلا رومی حکمران (37-305ء) تھا جس نے عیسائیت کی سرپرستی کی اگرچہ خود اس نے عیسائیت بسترِ مرگ پر قبول کی۔ اس کے بعد یورپ بتدریج عیسائیت کے چنگل میں گرفتار ہوتا چلا گیا' حتی کہ دسویں صدی عیسوی میں عیسائیت انگلستان اور روس کا بھی سرکاری مذہب بن گئی۔ اے کاش! ساتویں آٹھویں اور نویں عیسوی صدیوں میں مسلمانوں نے باہمی خانہ جنگیاں ترک کر کے روس اور انگلستان کو اسلام کی آغوش میں لے لیا ہوتا تو اُمت مسلمہ کو شاید وہ برے دن نہ دیکھنے پڑتے جو قرون وسطیٰ کی اور موجودہ صلیبی جنگوں کے دوران میں دیکھنے پڑے اور دیکھنے پڑ رہے ہیں۔ (م ف)

بھلائی کا باعث نہیں بن سکتے۔ عیسائیت کے درست اور غلط کے تصور میں بھی ابہام موجود ہے اور عیسائی دور میں بار بار غیر محتاط لوگوں نے اس ابہام سے فائدہ اٹھا کر اپنے مقاصد حاصل کیے ہیں۔

نتیجہ یہ نکلا کہ مسیحی معاشرے کے غالب طبقہ یعنی پادریوں میں ایسے مشکوک لوگوں کی بھر مار ہے جن کی بدکرداری نے معاشرے کو اخلاقی و روحانی انحطاط سے دوچار کر دیا ہے۔ اس صورت حال کا سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ دنیائے عیسائیت ان پادریوں کے صدیوں کے غلبے کی وجہ سے ان کی غلامی میں گرفتار ہو چکی ہے جس پر تنقید واجب تعزیر ہے' جبکہ مطلق العنان پاپائیت کو اس سے تقویت ملتی ہے۔

طویل اور محتاط غور وخوض کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ عیسائیت کے دن پورے ہو چکے ہیں۔ روز بروز ایسے لوگوں کی تعداد بڑھ رہی ہے جو دین عیسائیت کو ایک بے ہودہ مذاق سمجھتے ہیں اور عیسائیوں کے اجتماعات کی حاضری روز بروز کم ہوتی جا رہی ہے۔ یہ درست ہے کہ کچھ لوگ اب بھی اپنے اس دین پر قائم ہیں مگر ان کی وفاداری معقولیت کی بجائے تعصّبات اور رواج پر مبنی ہے۔ یہ معقول سائنسی بنیاد سے قطعاً عاری ہے جبکہ جذباتی ایمان عقل سے ماورا ہوتا ہے۔

ہم مخصوص مفادات کے متلاشی پادریوں سے یہ توقع ہرگز نہیں رکھ سکتے کہ وہ اپنی بھاری بھر کم تنخواہیں کسی مزاحمت کے بغیر چھوڑ دیں گے۔ کئی سالوں سے جاہلانہ جذباتیت (جس کے پادری داعی ہیں) اور عقل وشعور میں ایک جنگ جاری ہے۔ اس میں عقل وشعور اور انسانیت کی فتح نوشتۂ دیوار ہے۔ اب تو عیسائی فرقوں کے سربراہ بھی عیسائیت کی جھوٹی بنیادوں کو تسلیم کر رہے ہیں۔ روم کے گرجا سینٹ پال (St.Paul) کے ڈین (سربراہ) نے حال ہی میں کہا ہے:

''یہ بات روز بروز واضح ہوتی جا رہی ہے کہ عیسائی چرچ اپنی موجودہ حالت میں اپنا مقصد پورا نہیں کر سکتا۔''

اور ''ماڈرن چرچ مین'' (Modern Churchman) نامی جریدے کے مدیر ڈاکٹر میجر (Dr.Major) کہتے ہیں:

''روایتی عیسائیوں کے لیے عقیدے کے مسائل بہت سادہ ہیں جو بائبل یا چرچ یا دونوں کو ہر نقص سے پاک سمجھتے ہیں۔ ان کے لیے صرف یہی جاننا کافی ہے کہ بائبل یا اہل کلیسا کیا کہتے ہیں اور وہ اس پر اعتقاد رکھتے ہیں لیکن روشن خیال اور کشادہ ذہن والے جب بائبل اور کلیسا کی تعلیمات کا مکمل اور ٹھوک بجا کر جائزہ لیتے ہیں تو ان کے عقیدے کی راہ میں ناقابل عبور مشکلات کھڑی ہو جاتی ہیں۔

[ادبی تنقید اور تاریخی تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ کئی معاملات میں انجیل کے بیانات آپس میں متصادم ہیں اور اسی طرح چرچ کے علماء' پادریوں اور کونسلوں میں بھی اختلافات اور تضادات پائے جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں سائنسی علم میں ترقی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بہت سی صورتوں میں جہاں یہ پادری آپس میں اختلاف نہیں رکھتے' وہاں بھی یہ غلطی پر ہیں۔ مختصر یہ کہ آج کے انسان کی نظر میں بائبل یا کلیسا کا خطا سے مبرا ہونا ایک ناممکن امر بن چکا ہے۔''

اسلام میں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ یہاں کوئی اصول اور ضابطہ غیر یقینی یا مبہم نہیں' کوئی بات سائنسی معیار سے غلط نہیں' اسی طرح حکم شریعت اور عمل میں بھی کوئی خوفناک تضاد نہیں۔ نظریات و عقائد میں کوئی تصادم نہیں اور لوگوں کو ایک اللہ عزوجل کی عبادت کے راستے سے گمراہ کرنے والا کوئی پادری طبقہ نہیں۔ اسلام صدیوں سے مستحکم بنیادوں پر قائم ہے۔ یہ زندگی کے پُرشور طوفانی سمندر میں خالص ایمان کی چٹان بن کر اذیت سے دوچار انسانی روحوں کے لیے ایک خداداد پرامن پناہ گاہ ہے۔ یہ پریشان حال اور بے خانماں لوگوں کا سہارا ہے' ناامیدوں کی امید اور تاریکی میں رہنے والوں کے لیے ایک رہنما روشنی ہے۔ ①

[محمد عبداللہ وارن]

(Muhammad Abdullah Warren)

① اسلامک ریویو' جنوری 1939ء ج:27' ش:1' ص:14-18

اہل مغرب اسلام کیوں قبول کرتے ہیں؟

[برادر محمد امان ہوبوہم (Muhammad Aman Hobohum) جرمن قوم کے فرد ہیں۔ کسی زمانے میں انہوں نے سفارت کاری کے شعبے میں کام کیا۔ سماجی مصلح ہونے کی بنا پر انہوں نے مشنری کام میں شمولیت اختیار کر لی۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام کا راستہ دکھایا تو ان کے احساسات اور جذبۂ طمانیت عظیم دین اسلام سے ہم آہنگ ہو گئے۔ آپ نے دوسرے مذاہب اور سماجی نظریات اور اسلام کا تقابلی جائزہ لیا۔ ان کے تجربات نے انہیں اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کرنے میں مدد دی اور اس دین نجات کے فوائد سے روشناس کرایا۔ ان کے دل کی گہرائیوں سے اٹھنے والے خالص ایمان کے جذبات ان کی اس تحریر میں صاف جھلکتے نظر آتے ہیں۔ (مدیر)]

اہلِ مغرب کے قبول اسلام کی کئی وجوہ ہیں جن میں سے چند وجوہ درج ذیل ہیں:

سچ ہمیشہ غالب رہتا ہے۔ اسلام کے اصول حقیقتاً اس قدر انسان دوست' فطری اور پرکشش ہیں کہ وہ سچ کے متلاشی کو بہت متاثر کرتے ہیں' مثلاً اصول توحید کو لیجیے! توحید پر ایمان انسان کو وقار بخش کر اسے توہمات کی قید سے آزاد کراتا ہے۔ یہ بنی نوعِ انسان کو ایک اللہ کی مخلوق کے طور پر برابر قرار دیتا ہے اور ان سب کو ایک ہی اللہ کے بندے شمار کرتا ہے اور اسی اکیلے پر ایمان لانے کا تقاضا کرتا ہے۔ ایمان انسان کو عمل کی تحریک دیتا ہے اور اسے خوف سے ناآشنا جرأت عطا کر کے تحفظ کا احساس دیتا ہے۔ ایسا تحفظ جس کے بعد اسے کسی اور تحفظ کی ضرورت نہیں رہتی۔

زندگی کے نصب العین اور معیار مقرر کرنے میں آخرت پر یقین بہت مؤثر ثابت ہوتا ہے۔ اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ دنیا کی زندگی بذاتِ خود مقصود نہیں اور انسان کی اُخروی فلاح کا دارومدار اعمال پر ہے۔ علاوہ ازیں یوم حساب پر ایمان انسان کو برائیوں سے دور رکھ کر نیکیوں کی ترغیب دیتا ہے اور روزِ قیامت انسان کے لیے جہنم کی آگ سے حفاظت کا ضامن ہے۔ عادل وقادرِ مطلق اللہ کے حضور پیش ہونے کا یقین انسان کو گناہ سے بار بار روکتا ہے۔ اللہ عزوجل

کا یہ خوف دنیا میں گناہوں سے بچنے کے لیے سب سے بڑی رکاوٹ اور مؤثر ڈھال ہے۔

اہل مغرب کو اسلام کی طرف متوجہ کرنے والی ایک اور بات رواداری کا اصول ہے۔ علاوہ ازیں روزانہ نماز انسان کو وقت کا پابند بناتی ہے اور پھر ماہ رمضان انسان کو ضبطِ نفس سکھا کر اسے اپنے جذبات اور حواس کو قابو میں رکھنا سکھاتا ہے۔ ایک عظیم اور صاحب علم انسان وقت کا پابند اور ضبط نفس کا عادی ہوتا ہے۔

اسلام کی سب سے بڑی کامیابی' جبر اور خارجی دباؤ کے بغیر انسان کو با اخلاق اور شائستہ بنا دینا ہے۔ مسلمان خواہ کیسا بھی ہو اسے اس بات کا پورا یقین ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے قول وفعل کا جواب دہ ہوگا۔ اس قسم کا احساس اسے گناہوں سے دور رکھتا ہے۔

ہر انسان فطری طور پر نیکی کا رجحان تو رکھتا ہی ہے' اسلام اس رجحان کو بروئے کار لا کر اسے ذہنی اور قلبی سکون عطا کرتا ہے۔ آج کے دور کا مغربی معاشرہ سب سے زیادہ اسی نعمت سے محروم ہے۔ میں نے مختلف مذاہب کا مطالعہ اور مشاہدہ کر کے مختلف طرز زندگی گہری نظر سے دیکھے ہیں اور جس حتمی نتیجے پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ اسلام بلاشبہ سب سے مکمل دین ہے۔ کمیونزم میں کچھ فریب کے پہلو پائے جاتے ہیں جن سے سادہ لوح لوگ متاثر ہو جاتے ہیں' جس طرح کہ مغربی جمہوریت کے اپنے پرستار ہیں۔

کوئی اور دین زندگی کو اتنا باوقار اور مکمل قرار نہیں دیتا جتنا کہ اسلام' اس لیے اہل فکر وشعور خود بخود اسلام کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ اسلام محض ایک فرضی یا خیالی دین نہیں ہے بلکہ اس کی بنیاد قابل عمل اصولوں اور عقائد پر ہے۔ اسلام میں فرقوں اور گروہ بندی کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسلام تو اللہ کی مرضی کی مکمل اطاعت ہے۔[1]

[محمد امان ہوبوہم' جرمنی]

(Muhammad Aman Hobohum, Germany)

---

① یقین انٹرنیشنل' 22 اگست 1983ء ج:34' ش:7' ص:87

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

''سچ کی تلاش نے عیسائیت پر نزع کا عالم طاری کر دیا۔''

27 اکتوبر 1993ء کو آکسفورڈ سنٹر برائے اسلامک سٹڈیز میں ایک فکر انگیز خطاب میں پرنس آف ویلز (Prince of Wales) شہزادہ چارلس (Charles) نے 17 ویں صدی کے معروف شاعر اور حمد نگار جارج ہربرٹ (George Herbert) کے یہ اشعار پڑھے:

A man that looks on glass,
On it may stay his eyes;
Or if he pleaseth through it pass,
And Then the Heaven espy.

''جو انسان شیشے کو دیکھتا ہے اس کی نظر اس پر رک جاتی ہے اور اگر وہ چاہے تو اس کی نظر اس سے پار نکل کر آسمان کا بھی سراغ لگا سکتی ہے۔''

شہزادہ چارلس نے یہ اشعار یہ بات واضح کرنے کے لیے پڑھے کہ انسان کو چیزوں کی ظاہری صورت دیکھ کر نتائج اخذ نہیں کرنے چاہییں بلکہ گہرائی میں جا کر ان کی حقیقت تک رسائی حاصل کر لینی چاہیے۔ شہزادہ چارلس کا موضوع سخن یہ تھا کہ مغربی ذرائع ابلاغ میں اسلام کی حقیقت کو سمجھے بغیر اسلام کے خلاف تعصب کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے۔

❁ ابتدائی تربیت: میں زمانہ طالب علمی سے سچائی کی تلاش میں دلچسپی رکھتا تھا۔ میں نے بہت دکھ اٹھائے مگر صبر و تحمل سے کام لیا۔ میں یہ بھی جانتا تھا کہ مشکلات ہمیشہ نہیں رہتیں اور جلد مجھے اپنی منزل مقصود مل جائے گی۔ قبول اسلام سے قبل میں ہر طرح کی برائیوں کا آسانی سے نشانہ بن جاتا تھا لیکن جیسے ہی میں نے اسلام قبول کر لیا مجھے یقین آ گیا کہ مجھے وہ سچائی مل گئی جس کی مجھے تلاش تھی۔ میں نے راہ ہدایت دکھانے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اسلام ہمیں یہ سکھاتا ہے:

﴿ وَمَن يَهْدِ ٱللَّهُ فَهُوَ ٱلْمُهْتَدِ ۖ وَمَن يُضْلِلْ فَلَن تَجِدَ لَهُمْ أَوْلِيَآءَ مِن دُونِهِۦ ۖ ﴾

(بني إسراءيل: ١٧/ ٩٧)

''جسے اللہ نے ہدایت دے دی اسے سیدھا راستہ نصیب ہو گیا اور جسے اس نے گمراہی میں چھوڑ دیا اسے اس کے سوا کوئی محافظ نہیں ملے گا۔''

میں فلپائن کے ایک غریب عیسائی گھرانے میں پیدا ہوا۔ اگرچہ میرے والد پروٹسٹنٹ اور میری والدہ رومن کیتھولک تھیں مگر مجھے رومن کیتھولک چرچ میں بپتسمہ دلایا گیا۔ مجھے یہ دیکھ کر کوئی حیرت نہ ہوئی کہ میرے والد میری والدہ کا کتنا لحاظ رکھتے تھے۔ والد چونکہ گھر کے سربراہ تھے لہٰذا ہماری پرورش پروٹسٹنٹ طریقے پر ہوئی۔ ہمارا ایک مذہبی گھرانہ تھا۔ شہر کے چرچ میں ہر اتوار کو عبادت کیلئے باقاعدہ حاضری دیتے تھے اور میں سنڈے بائبل سکول (Sunday Bible School) میں ہر اتوار کو بائبل کی تعلیم بھی حاصل کرتا تھا۔

رومن کیتھولک کی طرح پروٹسٹنٹ بھی تثلیث پر ایمان رکھتے ہیں مگر خدا تین نہیں' ایک ہی ہوسکتا ہے۔ جب اس پراسرار عقیدۂ تثلیث کے بارے میں سوال پوچھے جاتے تو پادری ہمیں بڑے آرام سے کہہ دیتا کہ اس عقیدے میں سوالات کی گنجائش نہیں' آنکھیں بند کر کے ہی ایمان لانا پڑتا ہے۔ ہمیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مجسّم خدا اور اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہونے کی بھی تعلیم دی گئی اور یہ بھی کہا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیک وقت خدا اور انسان ہیں جن کے ذریعے سے ہم خدا سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔

❁ **خاندان کی تبدیلیٔ مذہب:** میں نے ہائی سکول کی تعلیم مکمل کر لی تو ہمارے ہاں ''خدا کے گواہ'' (Jehovah's Witnesses) فرقے کے کچھ لوگ آئے۔ اُن لوگوں نے ہمارے ہر فرقے (رومن کیتھولک' پروٹسٹنٹ' سبتی وغیرہ) کے بزرگوں سے گفتگو کی اور یہ مذاکرات تقریباً ایک سال جاری رہے۔ آخر میں نے اور میرے تمام خاندان نے ان لوگوں کا مذہب قبول کر لیا۔ اسرارِ تثلیث کے حوالے سے کچھ سوالات کے جواب ہمیں مل گئے کیونکہ ہمارے نئے مذہب نے ہمیں یہ تعلیم دی کہ خدا صرف ایک ہی ہے اور اس کا نام 'جیہووا' (Jehovah) ہے۔ روح القدس کوئی الگ خدا نہیں بلکہ ایک خدائی قوت ہے جو اس نے کچھ لوگوں کو عطا کی ہے اور یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا نہیں بلکہ ان کا مقام خدا سے نیچے اور انسانوں سے اعلیٰ ہے' دراصل وہ خدا اور انسان

کے درمیان ایک رابطہ کار ہیں۔ تاہم اس فرقے کا عقیدہ یہ تھا کہ عیسائیت کے تمام فرقوں کے عقائد سوائے تثلیث کے حق پر مبنی ہیں۔ گویا میری سچ کی تلاش ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کیونکہ ابھی کئی ایسے سوالات تھے جن کے جواب دیتے ہوئے عیسائیت پر نزع کا عالم طاری ہو جاتا تھا۔

میرا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ عدل کا سرچشمہ ہے' اس لیے اس نے بہت حکمت سے اپنی ذات کا انکشاف کیا ہوگا۔ اللہ کی نظر میں سب انسان برابر ہیں' اس لیے اس کے انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی طرف سے تمام انسانوں کے فرائض اور ذمہ داریاں برابر ہوں' جنھیں ہر انسان اپنے شعور اور حالات کے مطابق پورا کرنے کا پابند ہو۔ اگر اللہ کا نازل کردہ پیغام سمجھ سے بالاتر ہو اور انسانوں کے ذریعے سے تشریح کا محتاج ہو تو پھر یہ پیغام ناقص ٹھہرتا ہے' کیونکہ انسان سے خطا تو بہرصورت ہو ہی جاتی ہے' اسی لیے انسان کو چاہیے کہ وہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ پیغامات کے لغوی معنوں میں کسی قسم کا ردوبدل نہ کرے کیونکہ اس کا اختیار صرف اللہ ہی کو ہے۔ یہ بات طے شدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحی میں کوئی تضاد نہیں پایا جاتا کیونکہ اللہ مبہم کلام نازل نہیں فرماتا۔

✿ اسلام سے وابستگی: 1984ء میں سعودی عرب کی تعمیراتی فرم ''تہامہ کنٹریکٹ کمپنی لمیٹڈ ریاض'' نے مجھے بطور ایڈمنسٹریٹو مینیجر خدمات پر مامور کیا۔ چند ماہ بعد میرے کچھ رفقائے کار نے مجھے اسلام سے متعارف کروایا۔ مجھے یاد ہے کہ میرے ایک سوڈانی رفیق کار عواض حسن ابراہیم نے مجھ سے کہا: ''مسٹر کیو (Mr.Cave)! آپ ایک اچھے انسان ہیں' آپ اسلام کیوں نہیں قبول کر لیتے؟ آپ کو اس سے یقیناً فائدہ ہوگا۔'' دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مل کر انہوں نے مجھے اسلام کی تعلیم دی۔ کچھ لوگ ورلڈ اسمبلی آف مسلم یوتھ ریاض (WAMY) سے میرے لیے اسلامی لٹریچر لے آئے' جہاں میں اس وقت ملازمت کر رہا ہوں۔ ان کے علاوہ میں اپنی تعلیمِ اسلام کے سلسلے میں ٹیلی ویژن کا پروگرام "ISLAM IN FOCUS" بھی دیکھنے لگا جو ڈاکٹر جمال بیضاوی پیش کرتے تھے۔ اس پروگرام میں ڈاکٹر بیضاوی عیسائیت کے کچھ ایسے نظریات کی نامعقولیت پر بحث کرتے تھے جن سے میں آشنا تھا۔

مجھے یہ معلوم ہوا کہ یہودیت' عیسائیت اور اسلام کا پس منظر ایک ہی جیسا ہے۔ تینوں

مذاہب توحید کا پرچار کرتے ہیں' اللہ کو قادر مطلق اور حاضر و موجود سمجھتے ہیں۔ تینوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم' حضرت نوح' حضرت ابراہیم' حضرت موسیٰ' حضرت یعقوب اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی وساطت سے اپنا پیغام بنی نوع انسان تک پہنچایا۔ زمین و آسمان کی تخلیقِ ربانی کو بھی تینوں مذاہب مانتے ہیں۔ ملائکہ' شیطان اور یوم حساب کا وجود بھی تینوں تسلیم کرتے ہیں' اور یوم حساب کی سزا و جزا پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔

عیسائیت اور اسلام دونوں میں یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی قدرت سے بن باپ کے اپنی ماں کے بطن سے پیدا ہوئے۔ انہیں انجیل عطا کی گئی اور ان کے ہاتھوں کئی معجزات رونما ہوئے۔ تاہم عیسائیت اور اسلام کے درمیان ایک چیز باعث نزاع ہے کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا مانتے ہیں اور مسلمان انہیں صرف ایک نبی تسلیم کرتے ہیں۔ مسلمانوں کی نظر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنا اللہ واحد کی توہین اور صریحاً کفر ہے۔ متی کی انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود فرمایا:

''اور یہ دائمی زندگی ہے کہ وہ تجھ ہی کو واحد سچا رب مانیں اور عیسیٰ کو تیرا بھیجا ہوا (نبی) مانیں۔'' (انجیل متی:17/3)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرستادہ ہونے کا اقرار کر کے خود کو الوہیت سے بالکل الگ کر دیا۔ انجیل کا یہ حصہ قرآن حکیم کی اس آیت کے مطابق ہے:

﴿ وَقَفَّيْنَا عَلَىٰٓ ءَاثَٰرِهِم بِعِيسَى ٱبْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ ٱلتَّوْرَىٰةِ ۖ وَءَاتَيْنَٰهُ ٱلْإِنجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ ﴾ (المائدة: ٥/ ٤٦)

''اور ان کے پیچھے ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا جو اپنے سے پہلے کی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والے تھے اور ہم نے انہیں انجیل عطا کی جس میں نور اور ہدایت تھی۔''

✿ قبولِ اسلام: اسلام کے بارے میں مطالعہ کے دوران میں مجھے معلوم ہوا کہ اسلام خالص ترین شکل میں توحید سکھاتا ہے۔ اللہ کا کوئی ساجھی اور شریک نہیں۔ وہ خالق ہے' محبت کرنے والا' سہارا دینے والا اور تمام کائنات کا حاکم مطلق ہے۔ ہماری تمام تر پر خلوص عبادات اور احترام

کا وہی مستحق ہے۔ اسمائے حسنیٰ میں پائی جانے والی صفاتِ عالیہ کا وہی اکیلا مالک ہے۔ مخلوق میں سے کسی کو ان صفات کا دعویدار نہیں ہونا چاہیے۔ اس کے ساتھ کسی اور کو شریک کرنا یا الٰہ سمجھنا توحید کے منافی ہے۔

اسلام نے مجھے واقعی سچائی کی روشنی دی ہے' درست عقیدہ عطا کیا ہے اور خالق کی طرف لے جانے والا صحیح راستہ دکھایا ہے۔ تقریباً 9 ماہ تک اسلام کی تعلیمات سے آگاہی حاصل کرنے کے بعد مجھے کسی مضائقہ کے بغیر اسلام کی مکمل صداقت کا یقین ہوگیا اور میں نے 3 جون 1985ء کو اسلام قبول کرلیا۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھے اسلام قبول کرنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی۔ آپ جانتے ہیں کہ انسان باشعور مخلوق ہے لہٰذا اسے چاہیے کہ وہ نہ صرف حق کو تسلیم کرے بلکہ اس کا یہ فرض ہے کہ وہ ہر حال میں حق کا اعلان کرے اور اس کا دفاع کرے۔

حق کو نظر انداز کرنا ڈھٹائی' خواہشاتِ نفس کی پیروی' شرمناک فعل اور گناہ کبیرہ ہے بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ اپنے خالق سے بغاوت اور غداری ہے جس نے ہمیں وجود بخشا۔ اگر وہ ہمیں صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کا ارادہ کرتا تو کسی بھی لمحے ہمیں ملیامیٹ کرسکتا تھا مگر اس نے ہم میں سے ہر ایک کو ایک مخصوص مقصد کے لیے پیدا کیا (لہٰذا وہ اس مقصد کے حصول سے پہلے انسانیت کو ختم نہیں کرنا چاہتا۔) اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر ہمارے مقصدِ تخلیق کی نشان دہی کر دی ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ ٱلْجِنَّ وَٱلْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴾ (الذاريات: ٥١/ ٥٦)

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔''

تخلیق کائنات کے حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا ٱلْحَيَوٰةُ ٱلدُّنْيَآ إِلَّا لَعِبٌ وَلَهْوٌ ﴾ (الأنعام: ٦/ ٣٢)

''اور دنیاوی زندگی محض کھیل تماشا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کے مدنظر ایک سنجیدہ مقصد ہے جسے ہم اپنی ناقص عقل کے مطابق یوں سمجھ سکتے ہیں کہ ہر مخلوق کو افزائش اور ترقی کے ذریعے سے اپنے مقصد اولیٰ (خالق) تک پہنچنے کا موقع

دیا جاتا ہے۔ وہی ہر طاقت اور خوبی کا سرچشمہ ہے۔ ہماری ترقی کا انحصار اس کی مرضی پر چلنے میں ہے۔ یہی اس کی عبادت ہے جس کا اسے کوئی فائدہ نہیں مگر ہمیں فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

آخر میں، میں نبیٔ اکرم ﷺ کی حدیث مبارکہ پیش کرتا ہوں جس میں آپ نے فرمایا:

''انسان کو اللہ نے عقل سے بہتر کوئی اور نعمت نہیں دی۔''①

ذیل میں جناب محمد امین سی کیو کے ایک انٹرویو سے اُن سوالات کے جوابات ملاحظہ کیجیے جو ان کے سامنے اٹھائے گئے:

سوال قبول اسلام سے پہلے اور بعد کے احساسات بیان فرمائیے؟

جواب تعمیل ارشاد سے قبل میں یہ بیان کرنا چاہوں گا کہ ایک پکا پروٹسٹنٹ عیسائی ہونے کے باعث میں مسلسل مطالعے اور تحقیق سے حق کی تلاش میں لگا رہا۔ جوں جوں میری تحقیق آگے بڑھی، مجھے اپنے عقیدے میں ایسی ایسی خامیاں نظر آنے لگیں کہ میں نے ''جیہووا (اللہ) کے گواہ'' (Jehovah's Witnesses)② نامی فرقے کا مذہب اختیار کرلیا، تاہم ابھی کچھ ایسے تضادات باقی تھے جو عیسائیت کو غلط ثابت کرتے تھے۔ عیسائیت کے نظریات کے واجب العمل ہونے میں بھی بہت تنگ نظری اور کوتاہ بینی تھی لہٰذا ان کی درستی مشکوک تھی۔ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ اور انسان کے درمیان واسطہ نہیں مان سکتا تھا کیونکہ واسطہ کی ضرورت اللہ تعالیٰ کے اوصاف کی تردید کرتی ہے جبکہ وہ قادر مطلق اور علیم ہے۔ اس طرح رفتہ رفتہ میرا عیسائیت پر ایمان ختم ہونے لگا۔

اسلام قبول کرنے کے بعد وہ تمام مسائل حل ہوگئے جو میرے لیے پریشانی کا سبب تھے۔

---

① مصنف کو سہو ہوا ہے کیونکہ یہ فرمان رسول اللہ ﷺ نہیں بلکہ مطرف بن شخیر کے قول کا مفہوم ہے۔ اس کی تفصیل دیباچے میں گزر چکی ہے، نیز عقل کے متعلق تمام احادیث ضعیف یا موضوع ہیں جس کی بحث پیچھے گزر چکی ہے۔ (عبدالرحمٰن)

② اس عیسائی فرقے کے ارکان آنے والے عہدِ ہزار سالہ اور خدا کی مذہبی حکومت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس دور میں ان کے عقیدے کے مطابق شیطان قید ہوگا اور حق کی حکومت ہوگی۔

توحید پر ایمان سے اللہ واحد کی الوہیت اور حقیقت کے بارے میں میرے تمام شکوک وشبہات کا ازالہ ہو گیا۔ الحمد للہ اس حتمی صداقت کا ادراک مجھے حاصل ہو چکا ہے کہ اللہ کے سوا معبودِ حقیقی کوئی نہیں، وہ خالق ہے، مخلوق سے محبت کرتا ہے اور تمام جہانوں کا مالک ہے، اس کا کوئی شریک کار نہیں ہے۔

سوال لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے کا بہترین طریقہ کونسا ہے؟

جواب انسان کو اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کے لیے مناسب رہنمائی سے محروم نہیں رکھا گیا، لہٰذا اسلام ایک مکمل اور جامع ضابطۂ حیات ہے جو تمام انسانی مساعی کا احاطہ کرتا ہے۔ لوگوں کو دعوت اسلام دینے کے حوالے سے قرآنِ کریم کی درج ذیل آیت ہماری رہنمائی کرتی ہے:

﴿ ٱدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِٱلْحِكْمَةِ وَٱلْمَوْعِظَةِ ٱلْحَسَنَةِ ۖ وَجَٰدِلْهُم بِٱلَّتِى هِىَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِۦ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِٱلْمُهْتَدِينَ ﴿١٢٥﴾ ﴾ (النحل: ١٦/ ١٢٥)

''(اے محمد ﷺ!) لوگوں کو حکمت اور بہترین نصیحت کی مدد سے اللہ کی طرف بلائیے اور ان کے ساتھ بہترین طریقے سے گفتگو کیجیے۔ بے شک تمہارا اللہ اپنی راہ سے بھٹکنے والوں کو اور ہدایت یافتہ لوگوں کو بخوبی جانتا ہے۔''

انسان ایک پیچیدہ وجود ہے جسے نہ صرف بہت سی صلاحیتیں عطا کی گئی ہیں بلکہ نہایت لطیف جذبات واحساسات سے بھی نوازا گیا ہے جن کی بدولت اسے تہذیب اور شائستگی حاصل ہوئی۔ ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے انسان کو دو باتیں ذہن میں رکھنی چاہییں: اول حکمت اور دوم اچھی نصیحت۔'' حکمت سے ان کی مراد ان تعصّبات کو سمجھنا ہے جو اسلام کے خلاف غیر مسلموں میں پائے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان لوگوں کی ذہنی استعداد اور حالات کو بھی مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ مختصر یہ کہ دعوت کا دار ومدار ان لوگوں کو سمجھنے پر ہے جنہیں ہم دعوت دینا چاہتے ہیں۔ ان کے تمدن، نظریات، مسائل، توقعات اور خواہشات کو

سمجھنا بھی ضروری ہے۔ یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ تمدن کے اختلافات بہرصورت پائے جاتے ہیں اور لوگوں کے مختلف تہذیبوں کے بارے میں نقطۂ نظر کا جاننا بھی ضروری ہے۔

اچھی نصیحت سے مولانا مودودی رحمہ اللہ کی مراد یہ ہے کہ لوگوں کو صرف عقلی دلائل ہی سے قائل کرنے کی کوشش نہ کی جائے بلکہ لطیف انسانی جذبات کا بھی لحاظ رکھا جائے۔ صرف لوگوں کے عقائد کی خامیاں نہ بتائی جائیں بلکہ ان عقائد کا پرچار کرنے اور ان پر عمل کرنے کے نقصانات بھی بتائے جائیں۔ داعی کا کام لوگوں کو ان کی غلطیوں سے آگاہ کرنا بھی ہے اور انہیں موجودہ مسائل کا مناسب حل بتانا بھی ہے۔ اس کے علاوہ داعی کو غیر ضروری دلائل سے گریز بھی لازم ہے۔ گفتگو شائستہ اور باوقار ہو اور مزاج میں نرمی اور شائستگی پائی جائے۔ سوالات کے جوابات کھرے اور باوقار ہونے چاہییں تاکہ کسی کی دل آزاری نہ ہو۔

اسلام کی تبلیغ کرنے والوں کے لیے ایک اور اچھا طریقۂ کار مقامی زبانوں اور لب ولہجہ پر عبور حاصل کرنا ہے۔ اس طرح داعی جن لوگوں سے مخاطب ہوں گے وہ ان کی بات کو زیادہ بہتر طور پر سمجھ سکیں گے اور دعوت زیادہ مؤثر ثابت ہوگی۔

علاوہ ازیں ہر داعی کے لیے دین کا مکمل علم ہونا ضروری ہے۔ یہ بات جاننا ضروری ہے کہ انسان ایسی چیز کی تبلیغ نہیں کرسکتا جس کا اسے علم ہی نہ ہو۔ دعوت کی کامیابی کے دوسرے پہلو خلوص نیت اور استقامت ہیں۔ داعیوں کو اچھی مثالیں قائم کرنی چاہییں کیونکہ مشہور مقولہ ہے کہ ''لفظوں کی نسبت عمل کی آواز زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔''

ان باتوں کے علاوہ انسان کو دعوت کے کام پر زیادہ محنت کرنی چاہیے اور ایک فرض شناس مسلمان ہونا چاہیے۔ ہمیں جدید ذہن کے عیسائی مبلغین سے سبق سیکھ کر ان کی تبلیغی کوششوں کی روک تھام کے لیے بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ تعمیرِ مساجد کی طرف دھیان دینا چاہیے۔ ہمیں نوجوان نسل پر بھی پوری توجہ دینی چاہیے۔ ان کے لیے ہر سطح پر اسلامی تعلیم کے ادارے بنائے جائیں۔ شفاخانے' ہسپتال' یتیم خانے' امدادی ادارے وغیرہ قائم کرکے سماجی خدمات بھی سرانجام دینی چاہییں تاکہ معاشرے میں اسلامی ماحول قائم ہو اور اسلام کے

وجود کا بھرپور احساس پیدا ہو۔

نبی کریم ﷺ نے امت کے رہنما کی حیثیت سے دعوت کی اعلیٰ مثالیں قائم کی ہیں، بالخصوص جب یمن میں تبلیغی وفد بھیج کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ پہلے اللہ تعالیٰ پر ایمان کی تعلیم دی گئی اور اس کے بعد دیگر اسلامی تعلیمات سے لوگوں کو روشناس کرایا گیا۔ قرآن پاک میں شراب کی مکمل ممانعت سے قبل بتدریج شراب نوشی سے لوگوں کو پرہیز کرنے کی ہدایت فرمائی گئی۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں اور نبی اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے بہتر کوئی طرزِ عمل نہیں۔

سوال احمد دیدات کی دعوتِ اسلام کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب بے شک شیخ احمد دیدات کا اندازِ دعوت کسی حد تک مؤثر ہے۔ انہوں نے عیسائیوں کو موجودہ بائبل کی خامیوں اور ان کے نظریات کی نامعقولیت سے روشناس کرایا ہے، تاہم اس انداز سے انہوں نے اسلام کے دشمن بھی پیدا کیے ہیں جو اسلام سے مزید دور ہو جاتے ہیں اور زیادہ شدت سے اسلام کی تردید کرنے لگتے ہیں۔ ①

یہ ایک عام انسانی مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ دشمن کو مناظرے میں دلائل سے شکست دینے کا کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا بلکہ اس سے دلوں میں مخالفت اور عداوت کی آگ اور بھی زیادہ بھڑک اٹھتی ہے۔ اکثر اوقات فاتح اور مفتوح مناظرے کے بعد ایک دوسرے کے اور زیادہ دشمن اور مخالف ہو جاتے ہیں۔

میرے خیال میں دعوت کا کام قرآنِ حکیم اور سنت نبوی ﷺ کی تعلیم کے ذریعے سے ہی زیادہ مؤثر طریقے سے سرانجام دیا جا سکتا ہے۔ دعوت کے اس عمل کی بنیاد توحید کی تعلیم پر ہونی چاہیے جو اسلامی تعلیمات کا سرچشمہ ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ جہاں بائبل سے مدد مل سکے وہاں بھی اسے نظر انداز کر دیا جائے۔ بائبل کے حوالے سے بات کرنے میں احتیاط سے کام لیا

① شیخ احمد دیدات رحمہ اللہ، ڈربن (جنوبی افریقہ) کے مبلغ اور مناظر تھے۔ وہ چند سال پہلے انتقال کر گئے ہیں۔ (م ف)

جائے اور یہ دھیان رکھا جائے کہ اپنی بات واضح کرنے کے لیے ہمیں بائبل سے جتنی ضرورت ہو، اتنی ہی مدد لی جائے۔ بائبل کے حوالے سے بات کرتے وقت یہ احتیاط بھی ضروری ہے کہ کہیں لاشعوری طور پر اس کے متن کا مستند اور من جانب اللہ ہونا ثابت نہ ہو جائے۔ مختصر یہ کہ بائبل کا حوالہ صرف اس وقت ہی دیا جائے جہاں یہ کہنا ضروری ہو کہ ''آپ کی بائبل بھی یہ کہتی ہے۔'' ایسا نہ ہو اپنے حق میں بائبل سے دلیل لی جائے مگر اسلامی نقطۂ نظر کا ثبوت اس میں نہ پایا جائے۔

میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اسلام ایک مکمل دین ہے جس میں کسی اضافے یا ترمیم کی ضرورت نہیں۔ یہ ہر لحاظ سے مکمل ہے جیسا کہ نبیٔ کریم ﷺ نے اپنے آخری خطبے میں قرآن حکیم کی اس آیت کا حوالہ دیا:

﴿ اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ﴾ (المائدۃ: ۵/ ۳)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا ہے۔''

سوال افریقہ کے لوگوں کو عیسائی بنانے کے لیے عیسائی مشنری (مبلغ) کیا طریقے استعمال کرتے ہیں؟

جواب افریقہ میں عیسائی مشنریوں کو نوآبادیاتی عیسائی حکومتوں کی سرپرستی حاصل ہوتی ہے جو اپنے سیاسی اور معاشی مقاصد کے لیے افریقہ کی آبادی کو عیسائی بنانا چاہتی ہیں۔ اس طرح ان عیسائی مبلغین کو بہت سی مراعات اور سہولتیں میسر آجاتی ہیں۔

وسیع و عریض وسائل کے علاوہ یہ عیسائی مشن مقامی آبادی پر اپنی گرفت مضبوط کرنے کے لیے کئی اور طریقے بھی اپناتے ہیں۔ ان لوگوں سے رابطے میں آسانی کے لیے وہ قبائلی زندگی اور زبانوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔ انھوں نے بائبل کا مقامی زبانوں اور بولیوں میں ترجمہ کیا ہے۔ وہاں اپنے مشن کے مراکز میں ہر سطح کے تعلیمی ادارے قائم کیے ہیں جہاں مقامی زبانوں کے علاوہ ثانوی زبان کے طور پر انگریزی، فرانسیسی یا اطالوی زبان کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔

تعلیمی اداروں سے گرجے منسلک ہیں جہاں پورے جوش وخروش سے عیسائیت کی تعلیم دی جاتی ہے۔ وہ لوگ طلبہ کو ایسے اساتذہ اور عیسائیت کے معلم و مبلغ بنادیتے ہیں جو فارغ التحصیل ہو کر اپنے اپنے علاقے میں تبلیغی فرائض سرانجام دیتے ہیں۔

مشنریوں کی کچھ ترقی یافتہ تنظیموں نے صنعتی اور فنی تعلیم کے ادارے بھی قائم کر رکھے ہیں جہاں نوجوان افریقیوں کو زراعت' بڑھئی اور لوہار کا کام' صنعتی مشینوں سے کام لینا' مستری اور درزی کے امور اور دفتری کام وغیرہ سکھائے جاتے ہیں۔ کئی مشنری تنظیموں نے شفاخانے اور ہسپتال بھی قائم کر رکھے ہیں جہاں افریقہ میں بالعموم پائے جانے والے امراض کا علاج کیا جاتا ہے۔ اس قسم کے طریقے اختیار کر کے افریقی عیسائیوں کو لوگوں کی معاشی' سیاسی اور سماجی قیادت کے قابل بنادیا گیا ہے۔ اور یہ تعلیم یافتہ افریقی عیسائی اپنے مغربی مسیحی سرپرستوں کے اشاروں پر چلتے ہیں۔

اب تک عیسائی مبلغین کا عام طریقۂ کار بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ عیسائی تبلیغی تنظیموں نے عیسائی مبلغین کو اسلام کے جامع مطالعے کی تربیت دے کر انہیں تبلیغ پر مامور کیا ہے۔ وہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان مذہبی مذاکرے بھی کرواتے ہیں جن کا اہتمام جنیوا میں ورلڈ کونسل آف چرچز (WCC) اور ویٹی کن (Vatican) میں روم یونیورسٹی کا شعبۂ عربی و اسلامیات جیسے ادارے کرتے ہیں۔

تیسرا طریقہ جو افریقہ میں بہت کامیاب ثابت ہوا ہے وہ بین الاقوامی اور علاقائی عیسائی فلاحی وامدادی اداروں کا قیام ہے۔ ان اداروں سے ملنے والی امداد کے ساتھ انجیل اور عیسائیت کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔

سوال ایشیا' یورپ' امریکہ اور دوسرے مقامات پر اسلام کی دعوت کے کیا نتائج برآمد ہوئے؟

جواب ایشیا' یورپ اور امریکہ میں اسلام کی دعوت کے نتائج خاصے حوصلہ افزا ہیں۔ دنیا بھر میں کئی غیر مسلم بالخصوص عیسائی لاکھوں کی تعداد میں اسلام قبول کر چکے ہیں۔ یہ کارِ خیر ورلڈ اسمبلی آف مسلم یوتھ (WAMY) جیسے اداروں کی محنت کا نتیجہ ہے جو دنیا بھر میں اہم مقامات پر بھرپور طریقے سے دعوت اسلام کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔ امید ہے رواں صدی کے

اختتام تک مسلمانوں کی تعداد خاصی بڑھ جائے گی۔ اسلام یورپ میں اب دوسرا سب سے بڑا مذہب بن چکا ہے جہاں مسلمانوں کی آبادی ایک کروڑ 80 لاکھ سے زیادہ ہے۔

جنوب مشرقی ایشیا مثلاً فلپائن میں قبول اسلام کا رجحان بہت حوصلہ افزا ہے۔ کئی دیہاتی باشندے اسلام کے حسن سے متاثر ہو کر ادھر آرہے ہیں جو کہ عیسائیت کے غلبے کی وجہ سے اب تک منظرِ عام پر نہیں آسکا تھا۔ تھائی لینڈ اور ویت نام جیسے ایشیائی ممالک میں بھی یہی صورت حال نظر آرہی ہے۔ اسی طرح آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ جیسے انتہائی جنوبی ممالک میں بھی قبول اسلام کی رفتار غیر معمولی حد تک تیز ہوگئی ہے۔

اگرچہ چین اور شمالی (وسطی) ایشیائی ریاستوں میں کمیونزم کے عروج کے زمانے میں اسلام دب کر رہ گیا تھا لیکن سوویت روس کی شکست وریخت کے بعد وہاں اسلام کا احیاء تیز رفتاری سے ہو رہا ہے۔ دیگر جگہوں کے علاوہ خاص روس میں بھی مسجدیں تیزی سے بن رہی ہیں۔ اب تو جاپان اور کوریا میں بھی دعوت اسلام کا کام جاری ہے اور اسلام قبول کرنے والے لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔

شمالی امریکہ میں ریاست ہائے متحدہ اور کینیڈا میں ہزاروں حبشی نژاد امریکی اسلام قبول کر چکے ہیں۔ اسلام میں نسلی مساوات کی تعلیم نے ان لوگوں کو اسلام کا گرویدہ بنایا ہے۔ شدید نسلی امتیازات کا شکار دوسرے قبائل بھی اسلام کی جانب مائل ہو رہے ہیں کیونکہ اسلام انہیں انسانی وقار عطا کرتا ہے اور دوسرے درجے کے شہری سے بڑھ کر مقام دیتا ہے۔ اسی طرح کا رجحان کچھ عرصہ سے جنوبی امریکہ میں بھی جاری ہے جہاں ورلڈ اسمبلی آف مسلم یوتھ (WAMY) کے دفاتر قائم ہو چکے ہیں۔

احیائے اسلام کے موجودہ رجحان کی وجہ سے ان شاء اللہ وہ دن دور نہیں جب اسلام اپنی عظمت رفتہ حاصل کر کے اللہ کی زمین پر ہر جگہ نافذ العمل ہوگا۔ [1]

[محمد امین سی کیو]
(Muhammad Ameen C.Cave)

---

[1] یہ انٹرویو جریدۃ 'المسلمین' کے لیے لیا گیا تھا مگر ہماری خصوصی گزارش پر برادر محمد امین سی کیو نے از راہ مہربانی یہ انٹرویو ہمارے حوالے کر دیا۔ ہم اسے اپنی کتاب میں شامل کرنے پر فخر محسوس کر رہے ہیں۔ (مرتب)

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

[محمد اسد سابق لیو پولڈ ویئس (Muhammad Asad Formerly Leopold Weiss) 1900ء میں آسٹریا (بعدازاں پولینڈ)① کے شہر لیوو (Livow) میں پیدا ہوئے اور 22 برس کی عمر میں آپ مشرق وسطیٰ کے دورے پر آئے۔ بعد میں آپ جرمنی کے مشہور و معروف جریدے فرینکفرٹر زائٹنگ ''(Frankfurtur Zeitung)'' کے نامہ نگار مقرر ہوئے۔
قبول اسلام کے بعد پروفیسر محمد اسد نے شمالی افریقہ سے لے کر مشرق میں افغانستان تک دنیائے اسلام کا دورہ کیا۔ کئی سال تک اسلام کے بغور مطالعہ کے بعد آپ اس دور کے سرکردہ مسلمان اہلِ علم میں شمار ہونے لگے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے قیام کے بعد آپ کو مغربی پنجاب میں اسلامی تعمیرِنو (Islamic Reconstruction) کا ڈائریکٹر مقرر کیا گیا۔ پاکستان کے لیے اسلامی آئین تیار کرنے والی کمیٹی کے بھی آپ رکن تھے۔ بعد میں آپ اقوام متحدہ میں پاکستان کے متبادل مندوب مقرر ہوئے۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف تھے جن میں سے اہم ترین کتابیں یہ ہیں:
"Islam at the Crossroads" اور *"Road to Mecca"*۔ معروف مسلمان عالم محمد مارماڈیوک پکتھال (Muhammad Marmaduke Pickthall) کی وفات کے بعد آپ ''اسلامک کلچر'' (Islamic Culture) نامی ماہوار رسالہ کی ادارت بھی کئی سال تک کرتے رہے۔ بعد میں آپ نے قرآن حکیم کا ایک نیا انگریزی ترجمہ بھی شائع کیا۔ (مرتب)

1922ء میں یورپ کے چند اہم ترین جرائد کے نامہ نگار کے طور پر میں اپنے وطن سے افریقہ اور ایشیا کے دورے پر روانہ ہوا۔ تب سے اب تک میرا تمام وقت اسلامی دنیا ہی میں بسر ہو رہا ہے۔

میں نے جن ممالک کا دورہ کیا ان میں ابتدائی طور پر میری دلچسپی معمولی سی تھی لہٰذا میرا سفر

---

① پولینڈ 1795ء سے لے کر 1918ء تک آزاد ملک نہ تھا بلکہ اس کے ہمسایہ ممالک جرمنی، آسٹریا اور روس نے اسے تین حصوں میں بانٹ رکھا تھا، چنانچہ 1900ء میں محمد اسد کا مقام پیدائش لیوو، پولینڈ کے اس حصے میں شامل تھا جس پر آسٹریا قابض تھا۔ محمد اسد آخری عمر میں مراکش اور جبرالٹر میں مقیم رہے اور مارچ 1992ء میں انتقال کر گئے۔ (م ف)

ایک عام غیر ملکی سیاح کا سا تھا۔ میں نے ان ممالک میں اپنے سامنے ایک سماجی نظام اور ایک Weltanschauung (ایک منظّم اور اصولی تصور کائنات) دیکھا جو مغربی نظام سے اصلاً مختلف تھا۔

پہلی نظر میں مجھے یہ پرسکون انسانی تصور زندگی اچھا لگا جو کہ یورپی معاشرے کے مشینی اور شور شرابے والے نظام کے بالکل برعکس تھا۔ اس رجحان اور ہمدردی کے جذبے نے آہستہ آہستہ مجھے اسلامی اور یورپی معاشروں کے موجودہ اختلافات کے بارے میں تحقیق پر آمادہ کیا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات میں میری دلچسپی بڑھنے لگی۔ اس وقت میری تحقیق و تفتیش کی خواہش اتنی بھرپور نہیں تھی کہ یہ مجھے اسلام کی جنت کی راہ دکھا سکتی۔ تاہم اس خواہش نے مجھے ایک نیا میدان عمل دیا کہ میں اس میں ایک ایسے انسانی معاشرے کا مشاہدہ کروں جو ترقی کے سانچے میں ڈھل رہا ہے۔ یہ معاشرہ کسی بھی شکل کے اندرونی خلفشار سے پاک ہے اور اس کی بنیاد اخوتِ انسانی کے وسیع ترین تصور پر استوار کی گئی ہے۔

مسلمانوں کی موجودہ صورت حال میں اس اعلیٰ نصب العین کی کوئی جھلک نظر نہیں آتی جو اسلامی تعلیمات سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ تمام ترفعالیت' تحریکی قوت اور ترقی' جو اسلام کا جزو لازم ہے' اس کی بجائے ان میں غفلت اور جمود دیکھنے میں آتا ہے۔ اسلام میں رحم و کرم' مستعدی' قربانی اور لگن کے جو خصائص پائے جاتے ہیں عصرِ حاضر کے مسلمانوں میں کم ہوتے ہوتے تنگ دامانی' دریا دلی اور عاجزی میں ڈھل چکے ہیں۔

اسلام کی عظمتِ رفتہ اور موجودہ حالت زار کا تفاوت دیکھ کر مجھے حیرت بھی ہوئی اور پریشانی بھی۔ اس کے نتیجے میں' میں اس معاملے کو ایک ایسے زاویۂ نگاہ سے دیکھنے لگا جس میں زیادہ غور و خوض اور اسلام سے تقرب شامل تھا۔ میرا مقصد یہ ہے کہ میں نے خود کو اسلام سے الگ کر کے نہیں بلکہ خود کو اس میں شامل سمجھ کر اسلام کی موجودہ صورت حال کو سمجھنے کی کوشش کی۔ اگرچہ یہ کوشش ایک فکری تجربہ تھی' تاہم میں اس کی مدد سے اس مسئلے کا درست حل تلاش کرنے میں کامیاب ہوگیا جس کا مجھے سامنا تھا۔ مجھے یقین ہوگیا کہ مسلمانوں کی تمدنی اور سماجی تباہی کی

اول و آخر وجہ ان کی اسلام کی اصل تعلیمات سے روگردانی ہے۔ دین کی اصل صورت میں اسلام ابھی زندہ اور فعال ہے اور ابھی تک یہ حقیقی زندگی کا عکاس ہے مگر پیروکاروں کے اس کی تعلیمات پر عمل نہ کرنے سے یہ ایک بے جان لاش کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ اسلامی دنیا کی اصل طاقت یہی دین اسلام تھا جو اس کی تمدنی اور تہذیبی برتری کا سبب تھا اور اب اگر یہ اسلامی دنیا اسلامی اقدار و تعلیمات کی طرف نہ لوٹی تو اس کا نام ونشان تک باقی نہ رہے گا۔

اسلامی تعلیمات کی قوت وتاثیر کے بارے میں جیسے جیسے میرا علم بڑھتا گیا اور ان پر عمل کرنے میں آسانی میری سمجھ میں آنے لگی، اس کے ساتھ ساتھ میرے دل میں یہ تجسّس پیدا ہوگیا کہ آخر مسلمان ایک محفوظ اور توانا زندگی کی تعمیر کے ضامن دین اسلام سے روگرداں کیوں ہوئے؟ میں نے چین کی سرحد سے لے کر صحرائے لیبیا اور باسفورس سے لے کر بحیرۂ عرب کے کناروں تک مسلمان مفکرین اور دانشوروں سے بات چیت کی۔ یہ مسئلہ میرے ذہن پر اس حد تک مسلط ہوگیا کہ اسلامی دنیا میں میرے باقی تمام تر علمی کام ثانوی حیثیت اختیار کر گئے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میری جستجو میں اضافہ ہوتا گیا اور مسلمانوں کی بے عملی کے اسباب پر بحث شدت اختیار کر گئی۔ اگرچہ اس وقت تک میں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا' پھر بھی میں مسلمانوں کی غفلت اور بیپروائی کے بالمقابل اسلام کے دفاع کا علم بردار بن گیا۔

اپنے سوالات کے تسلی بخش جوابات حاصل کرنے میں میری پیش رفت اور کامیابی ناقابلِ ادراک اور مبہم سی تھی' حتی کہ یہ واقعہ پیش آیا:

1925ء کے موسمِ خزاں میں افغانستان کے ایک پہاڑی صوبہ کے نوجوان گورنر نے ایک دن مجھے بتایا کہ آپ مسلمان ہیں اگرچہ اس حقیقت سے ناآشنا ہیں۔ ان کے الفاظ میری روح کی گہرائیوں میں اتر گئے۔

اس واقعہ کے بعد 1926ء میں یورپ واپس آنے تک میں نے اس معاملے میں خاموشی اختیار کیے رکھی۔ پھر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اسلام سے میری اس قدر دلچسپی کا تقاضا یہ ہے کہ میں اسلام قبول کرلوں۔

میرے قبول اسلام کی کہانی مختصراً یوں ہے کہ 1926ء سے میں اس موضوع پر غور کرتا رہا ہوں کہ میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟ وہ کون سی کشش تھی جو مجھے اسلام تک لے آئی؟ سچی بات ہے کہ میرے ان سوالات کا دوٹوک جواب مجھے نہیں مل سکا۔ کسی خاص فلسفے یا اسلام کی تعلیمات میں موجود کسی خاص عقیدے نے مجھے ادھر متوجہ نہیں کیا۔ میں اس پورے نظام سے متاثر ہوا جو اخلاقی اور عملی تعلیمات کا ایک عظیم الشان، مکمل اور منضبط مجموعہ ہے جس کی پوری تشریح کوئی مفکر نہیں کرسکتا۔ میرے لیے یہ کہنا ناممکن ہے کہ اسلام کے فلاں پہلو نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا۔ اسلام ایک ماہر فن کی کاریگری کا مکمل اور بہترین نمونہ ہے۔ اس شاندار فنی شاہکار کا ہر ہر پہلو ایک ہم آہنگ اور مربوط تصور کا نتیجہ ہے جس سے اس کی تعمیر کے حسن اور داخلی وحدت کی خوبصورتی میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کی ساخت میں کوئی کمی بیشی نظر نہیں آتی بلکہ اس سے مکمل توازن اور ہم آہنگی کا تاثر قائم ہوتا ہے۔

غالباً مجھے اسلام کی جس بات نے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ یہ تھی کہ اس کی تعلیمات اور نظریات آپس میں مکمل طور پر منظّم اور منضبط ہیں۔ اس کے علاوہ شاید کچھ اور باتیں بھی ہوں جن کا میں تجزیہ نہیں کرسکتا۔ میں نے اسلام کی خوبیوں سے مسحور ہوکر اسلام قبول کیا۔ مسحور ہونا یا محبت ایک ایسا جذبہ ہے جو کئی عوامل پر مشتمل ہے، اس میں ہماری خواہشات اور احساس تنہائی کا بھی دخل ہے اور ہمارے بلند نصب العین، احساس کمتری، کمزوریوں اور توانائیوں کا بھی دخل ہے۔ یہ ہے میرے قبول اسلام کی داستان۔ اسلام ایک واضح احساس بن کر میرے دل میں اتر گیا۔ چپکے سے رات کے اندھیرے اور لاعلمی میں آکر واپس نہیں چلا گیا بلکہ ہمیشہ کے لیے میرے دل میں بس گیا۔

اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے بڑی عرق ریزی سے اسے سیکھنا شروع کردیا۔ اس کی تعلیمات سے ممکن حد تک آگاہی حاصل کی اور قرآن وحدیث کا مطالعہ کیا۔ قرآن کی زبان، اس کی تاریخ اور اس پر لکھی جانے والی توضیحی اور تنقیدی کتب کا مطالعہ کیا۔ میں نے پانچ سال حجاز اور نجد میں رہ کر اسلام کے عروج اور اس کی تعلیمات کے منبع وماخذ سے جذبہ اور ولولہ حاصل کیا

جہاں رسول عربی ﷺ نے زندگی بسر کی تھی۔ چونکہ حجاز میں مختلف ممالک سے مسلمان آتے ہیں اس لیے مجھے دور حاضر کے مختلف مذہبی اور سماجی نظریات کا مقابلہ وموازنہ کرنے کا موقع ملا۔ اس تقابلی مطالعہ سے میرا ایمان مزید پختہ ہوا اور مجھے یہ یقین کامل ہو گیا کہ مذہبی اور سماجی عوامل کے اعتبار سے اسلام ہی تاریخ انسانی میں سب سے زیادہ توانا اور محرک قوت ہے اگرچہ مسلمان پسماندگی اور بے عملی میں مبتلا ہیں (مگر یہ ان کا اپنا قصور ہے، دین میں کوئی خامی نہیں۔) جب سے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں میری تمام کوششیں اسلام کے احیاء کے لیے وقف ہیں۔ [1]

[محمد اسد، سابق لیو پولڈ ویئس۔ پولینڈ]

(Muhammad Asad, Formerly Leopold Weiss-Poland)

زندگی بھر ہندو رہنے کے بعد میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

عصر حاضر کے ہندو بت پرستی اور شرک کی وجہ سے روحانی پستی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ہر انسان کی طرح ہندو کے دل میں بھی اپنے اللہ اور اس سے اپنے رشتے کو پہچاننے کی طلب تو موجود ہے مگر ہندو معاشرہ دیوی دیوتاؤں کی پوجا کی صدیوں قدیم روایات کے باعث ایک اللہ عزوجل کی عبادت کے لیے مناسب ماحول فراہم نہیں کرتا اور انہی مذہبی رسومات اور بت پرستی کے رواج نے تمام ہندوؤں کے طرز زندگی کو اس حد تک آلودہ کر دیا ہے کہ بھارت کا پڑھا لکھا ہندو بھی ایک اللہ کی عبادت کے سیدھے سادے اور صاف راستے سے بہت دور ہٹا ہوا ہے۔

بھارت میں مذہبی تہوار عبادت کے بجائے محض کھانے پینے اور تفریح تک محدود ہیں۔ تقریباً ہر بڑے تہوار میں لڑائی جھگڑا اور فرقہ وارانہ فسادات ہوتے ہیں۔ مذہب کی بجائے سیاسی پہلو زیادہ مدنظر رکھے جاتے ہیں۔ وقت اور روپیہ بے دریغ لٹایا جاتا ہے۔ آج کل تہواروں کا اہتمام اور نگرانی مندروں کے پنڈتوں کے بجائے سیاست دان کرتے ہیں۔ ان تہواروں میں روحانیت کا کوئی پہلو نہیں ہوتا کیونکہ اللہ اور اس کی عبادت کا تو ان میں کوئی مقام ہی نہیں ہوتا۔

---

① یقین انٹرنیشنل، 22 اپریل: 1984ء، ج: 32، ش: 24، ص: 256,255

راقم کا تعلق ایک ایسے ہی ہندو معاشرے سے تھا جس میں بہت سی دیویوں اور دیوتاؤں کی پوجا رائج ہے۔ دولت کی دیوی لکشمی، علم کا دیوتا گنیش (Ganesh)، جسمانی قوت اور توانائی کا دیوتا ہنومان اور اس طرح کے بے شمار دیوی دیوتا ہیں۔ ہر آدمی اپنی ضرورت اور مفاد کے مطابق کسی دیوی یا دیوتا کی پوجا کرتا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ بھارت میں تمام ہندوؤں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ایک خدا ناکافی سمجھا جاتا ہے اسی لیے وہاں بہت سے دیوتا اور مندر ہیں جو انسانوں کو روحانی گمراہی اور انتشار میں مبتلا کیے رکھتے ہیں جس کے باعث وہ کبھی ایک مندر اور کبھی دوسرے میں بھٹکتے رہتے ہیں۔ مندروں کے پروہت عام لوگوں کو گمراہ کر کے ان سے مال بٹورتے اور عیش وعشرت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔

صدیوں پرانے جھوٹے تصورات اور روایات میں الجھ کر ہندوؤں نے اللہ کے سیدھے راستے کو اپنے لیے ٹیڑھا اور دشوار بنا رکھا ہے۔ یہ فرسودہ روایات مندروں کے پروہتوں اور دوسرے پیشواؤں نے قائم کر رکھی ہیں جو برہمن کہلاتے ہیں۔ انہوں نے ہندو معاشرے میں ذات پات کی لعنت کو رائج کر رکھا ہے۔ لوگوں کو بلند ذات برہمن اور نچلی ذاتوں اور اچھوتوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ اچھوت ذات کے لوگ جو گھٹیا درجے کا کام سرانجام دیتے ہیں، انہیں مندروں میں داخلے کی اجازت نہیں بلکہ انہیں مندروں اور عبادت گاہوں سے دور رہنا پڑتا ہے۔

ہم اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ ہندو معاشرہ اور مذہب کس قدر انحطاط کا شکار ہے جس نے انسانوں کو اونچ نیچ کے فرق میں جکڑ رکھا ہے۔ شاید دنیا میں کوئی بھی اور مذہب اللہ کی مخلوق میں امتیاز کا ایسا گھٹیا طریقہ نہیں سکھاتا۔ برہمنوں کا اول و آخر مقصد ہندو معاشرے پر حکومت کرنا اور عام آدمی کا استحصال کر کے ہمیشہ برسر اقتدار رہنا ہے۔

غالباً ناخواندگی اور برہمنوں کی رائج کردہ ذات پات کی تمیز ہی سے بت پرستی نے رواج پایا ہے۔ بے چارے ہندو نظر نہ آنے والے اللہ کی پہچان اور عبادت سے سکون حاصل کرنے کی طلب میں برہمنوں کے ہاتھوں شرک اور بت پرستی میں مبتلا ہو گئے۔

ہندو مذہب کو سمجھنے میں ایک رکاوٹ سنسکرت زبان ہے جس میں ان کی بیشتر مذہبی کتابیں

لکھی گئی ہیں۔ سنسکرت زبان پر برہمنوں کی اجارہ داری ہے۔ عام آدمی کو اس زبان تک رسائی حاصل نہیں جس کی وجہ سے ہندوؤں کا دینی علم مٹھی بھر برہمنوں کی گرفت میں ہے۔ سنسکرت میں لکھی ہوئی دینی کتب کے لیے کسی ہندو کے گھر میں کوئی جگہ نہیں۔ علاوہ ازیں بھارت چونکہ ایک سیکولر (لادین) ریاست ہے' لہٰذا عوام کے لیے مذہبی ضروریات کی تکمیل سرکاری فرائض میں شامل نہیں۔ جو لوگ سنسکرت زبان اور ہندو مذہب کو جانتے ہیں وہ اللہ واحد پر ایمان کا دعویٰ تو بڑے زور وشور سے کرتے ہیں مگر عملاً مختلف بتوں کی پرستش کرتے ہیں۔ دین کے اس نظری فلسفے کا کیا فائدہ جو انہیں ایک اللہ کی عبادت اور سیدھے راستے پر چلنا نہیں سکھا سکا۔

ہندوؤں کی مقدس مذہبی کتاب ''گیتا'' [1] ہے۔ اس کے من جانب اللہ ہونے کا کوئی ثبوت موجود نہیں مگر سب ہندو اس بات پر متفق ہیں کہ یہ کتاب ایک بہت برگزیدہ شخص ''ویاس'' نے لکھی ہے' تاہم یہ کتاب چونکہ ایک انسان کی تصنیف ہے' لہٰذا اس کا قرآن حکیم سے موازنہ کیوں کر کیا جا سکتا ہے جو کہ خالص کلام الٰہی ہے؟

گیتا کے مندرجات زیادہ تر تصوراتی موضوعات پر مشتمل ہیں مثلاً انسانی روح' مراقبے وغیرہ کا طریقہ' اور کسی حد تک انسانی کردار اور روزمرہ کی زندگی کے حوالے سے باتیں بھی اس میں مذکور ہیں مگر یہ قرآن حکیم اور حدیث نبوی ﷺ کی تعلیمات کا مقابلہ نہیں کر سکتیں جو انسانی زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کرتی ہیں۔

گیتا محض کتابوں کی الماریوں میں نمائش کی چیز بن کر رہ گئی ہے اور وہ بھی محض چند ہندو گھرانوں میں۔ اس کی کٹھن زبان اور مبہم موضوعات کے باعث اسے کوئی بھی نہیں پڑھتا اگرچہ بعض انتہا پسند ہندوؤں نے اس کی وسیع پیمانے پر نشر واشاعت کی مہم بڑے زور وشور سے چلا رکھی ہے۔ ہندو مذہب اپنی اصل شکل میں ہر ہندو گھر میں داخل نہیں ہوتا' لہٰذا ہم عام لوگوں سے اس مذہب کی ہیئت اور اس کی خوبیوں یا خامیوں سے واقفیت کی کیا توقع کر سکتے ہیں؟

---

[1] گیتا میں کرشن جی کے اس وعظ کو بیان کیا گیا ہے جو انہوں نے مہا بھارت کی جنگ کے موقع پر ارجن کو سمجھانے کے لیے کیا تھا۔ (م ف)

ہمارے سامنے صرف بت پرستی کی شکل میں ہندومت موجود ہے جس پر عام ہندو روزمرہ کی زندگی میں عمل پیرا ہوتے ہیں۔

ہندو مذہب کا ایک بڑا اور اہم تصور یہ ہے کہ بوقت ضرورت ان کا معبود کسی انسان کے روپ میں زمین پر آ جاتا ہے اور وہ انسان خدا کا اوتار کہلاتا ہے۔ اس تصور کی روشنی میں ہر وہ شخص جو اللہ عز وجل کی کچھ خصوصیات کا حامل ہو (نعوذ باللہ) خدا یا خدا کی تجسیم (اوتار) کہلا سکتا ہے۔ ایسے لوگوں کا بڑا احترام کیا جاتا ہے اور ان کی دیوتا کی حیثیت سے پرستش بھی کی جاتی ہے۔ اس وقت بھارت میں ''ستیا سے بابا'' (Sataya Saibaba) نامی ایک ایسا شخص موجود ہے جسے ہندو کچھ ''کرامات'' کی بنا پر خدا مان کر پوجتے ہیں۔

ہندوؤں کی سوچ میں بگاڑ آ چکا ہے اور وہ نادانستہ ایک انسان کو الٰہ بنا کر شرک کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ راقم چونکہ شرک کا منکر ہے، اسی لیے اس نے ہندومت سے اپنا رشتہ توڑ لیا ہے۔

آج کا ہندو معاشرہ پتھر کے بتوں کی پوجا میں پڑ کر اللہ عزّ وجل کے سیدھے راستے سے ہٹ گیا ہے اور اس کا تصور مذہب دھندلا چکا ہے۔ کئی تعلیم یافتہ ہندو اپنے مذہب پر ایمان نہیں رکھتے مگر اصل ''الٰہ'' کی تلاش اور تحقیق کے لیے ان کے پاس وقت نہیں ہے۔ وہ دنیوی زندگی ہی کو مقصد تخلیق سمجھ کر سرتاپا اس میں غرق ہو چکے ہیں۔ موت کے بعد کی زندگی اور یوم حساب کا تصور ان کے ذہن میں نہیں ہے۔ اگر ان کے پاس کافی سرمایہ اور آرام و آرائش کا سامان ہو تو وہ کھانے پینے اور سونے ہی کو زندگی سمجھتے ہیں۔ ان کی تعلیم کا تمام تر تعلق معاش سے ہے اور روحانیت کا اس میں ذرا بھی عمل دخل نہیں۔

امیر ہندوؤں نے جانوروں کی طرح رہنے کا فیشن اپنا لیا ہے اور اللہ عزّ وجل کو بالکل بھلا دیا ہے۔ کئی عقل اور شعور والے ہندو یہ جانتے ہیں کہ انسانیت کے لیے واحد سچا دین اسلام ہے مگر ان میں اتنی ہمت نہیں کہ کھلم کھلا اس کا اقرار کر سکیں کیونکہ وہ صدیوں پرانی بت پرستی کی روایت کے پابند ہیں اور معاشرے کے خوف سے اپنے کافرانہ ماحول سے نکلنے کی جرأت نہیں

کر سکتے۔ وہ اللہ عزّ وجل اور یوم حساب سے نہیں ڈرتے بلکہ اپنے دوستوں، رشتہ داروں اور پورے معاشرے سے ڈرتے ہیں۔

بھارت کے ہندو معاشرے میں جرائم کی شرح اور گناہ کاری بہت بڑھ گئی ہے کیونکہ وہ لوگ سچے دین سے بہرہ ور نہیں ہیں اور وہ اندھیرے میں بھٹکتے پھر رہے ہیں اور اللہ عز وجل کو مندروں میں تلاش کرتے ہیں، حالانکہ وہ تو ان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے لیکن وہ زندگی بھر اس کی معرفت سے محروم رہتے ہیں۔

زندگی بھر گناہوں کی غلاظت اور بت پرستی میں مبتلا یا ناستک (ملحد) رہنے کے بعد میں نے 56 سال کی عمر میں اسلام قبول کر لیا ہے۔ الحمد للہ! اس ذات باری تعالیٰ نے اپنے کرم سے مجھے صراطِ مستقیم پر چلنے کی ہمت اور توفیق عطا کی ہے۔ یہ تبدیلی قرآن حکیم کے مطالعے سے ہوئی جس نے میرے تمام شکوک وشبہات کا ازالہ کر کے اسلام پر میرے ایمان کو تقویت دی۔

میرے کئی ہندو دوست یہ کہہ سکتے ہیں کہ میں نے غلطی کی مگر یہ فیصلہ تو اللہ تعالیٰ یوم حساب کو کرے گا کہ کون حق پر تھا اور کون گمراہ؟ اور ان تمام ہندوؤں کے بارے میں بھی وہی فیصلہ کرے گا جنہوں نے اللہ کے پیغام (قرآن حکیم) اور پیغمبر (حضرت محمد ﷺ) کی تعلیمات کو نظر انداز کر دیا۔ ①

[ڈاکٹر محمد مصطفیٰ - سابق ڈاکٹر مہندر سنگھ]
(Dr. Muhammad Mustafa- formerly Dr. Mahendar Singh)

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

اگر کسی مذہب کو اختیار کر لینا ہی اس اختیار کو دوام بخش سکتا تو آج بھی میں چرچ آف انگلینڈ ہی کا رکن ہوتا مگر جوں ہی میں ہر قسم کے مذہبی اجتماعات میں شرکت کے قابل ہوا تو میرے خیالات اجتماعی کلیسا (Congregational Church) پر مرتکز ہو گئے اور 27 سال کی عمر تک میں اس چرچ سے وابستہ رہا۔ میں ہندوستان میں بھی اسی کلیسا کا پیروکار رہا جہاں یہ

① سعودی گزٹ، 16 دسمبر 1991ء، ص: 7

چرچ یونائیٹڈ بورڈ چرچ (United Board Church) کہلاتا تھا جس میں اس فرقے کے علاوہ پریسبیٹرین (Presbyterian) [1]، میتھوڈسٹ (Methodist) [2]، بپٹسٹ (Baptist) [3]، ویزلیان (Wesleyan) [4] اور بے شمار دوسرے فرقے بھی شامل تھے۔

ہندوستان میں قیام کے دوران میں نے عیسائیوں کے فرقوں برننگ بش مشن (Burning Bush Mission) اور سیونتھ ڈے اڈونٹسٹس (Seventh Day Adventists) سے رابطہ کیا لیکن ان سب میں مجھے کوئی چیز غائب محسوس ہوئی یا خلوص کی کمی نظر آئی جس نے مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کیا اور کبھی کبھی تو میں نے خود کو اپنے عقیدے سے باہر پایا۔

پھر 1929ء میں کچھ دوستوں نے مجھے رومن کیتھولک چرچ چلنے کی دعوت دی تو میں نینی تال (Naini Tal) کے مقام پر اس چرچ میں بھی حاضری دیتا رہا مگر کچھ عرصہ بعد اس سے بھی جی بھر گیا۔ بے شک رومن کیتھولک لوگوں میں بہت عقیدت پائی جاتی ہے مگر اس کلیسا کی نازیبا شان وشوکت اور تکلفات نے مجھے اس کے حلقے سے برگشتہ کر دیا۔

اس کے کچھ عرصہ بعد میری ملاقات یورپ کے ایک باشندے مسٹر میتھیوز (Mr.Mathews) سے ہوئی جنہوں نے کئی سال پہلے اسلام قبول کر لیا تھا۔ انہوں نے مجھے دین اسلام کے بارے میں بہت کچھ بتایا۔ میں اسلام کی سادگی اور سچائی سے بہت متاثر ہوا۔ گھر واپس آنے سے پہلے مجھے قرآن کریم کے مطالعے کا شرف بھی نصیب ہو گیا جس کا مجھ پر بہت گہرا اثر ہوا اور میں نے فوراً اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ میں نے قبول اسلام کا طریقہ مسٹر میتھیوز (Mr.Mathews) سے پہلے ہی دریافت کر لیا تھا اور برطانیہ واپس آنے کے بعد میں نے لارڈ ہیڈلے (Lord Headley)

---

① نیشنل چرچ آف سکاٹ لینڈ جسے مساوی عہدے کے پادری چلاتے ہیں۔

② چارلس، جان ویزلے اور وائٹ فیلڈ کا بنا کردہ ذیلی فرقہ جو مسیحی پروٹسٹنٹ فرقے کی ایک شاخ ہے۔

③ ایک عیسائی فرقہ جس کے ہاں بپتسمہ (عیسائیوں کی ایک رسم) ضروری ہے جس میں بچے کے سر پر مقدس پانی کے چھینٹے مارے جاتے ہیں اور اسے عیسائی مان لیا جاتا ہے۔

④ جان ویزلے کا بنا کردہ ایک پروٹسٹنٹ فرقہ۔ (م ف)

کو خط لکھا جنہوں نے شفقت فرماتے ہوئے مجھے ضروری معلومات فراہم کر دیں۔

مجموعی طور پر میرا خیال ہے میں نے اسلام اس لیے قبول کیا کہ یہ واحد دین ہے جس میں ایمان اور سچائی کو صحیح معنوں میں اوّلیت حاصل ہے۔ آخر میں یہ کہہ دوں کہ میں دوسرے مذاہب کی چمک دمک اور نمود و نمائش کو پسند نہیں کرتا کیونکہ وہ مجھے لارڈ میئر (Lord Mayor) کے پر تکلف شو (مظاہرے) کی یاد دلاتے ہیں۔ [1]

[ایچ جی نیوٹ]
(H.G.Newitt)

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

دس سال کا طویل عرصہ میں شک اور مایوسی کے ویرانے میں بھٹکتا رہا اور اب مجھے خوشی ہے کہ بالآخر اسلام کی صورت میں مجھے حقیقی سکون اور ہدایت کی روشنی نصیب ہوگئی ہے۔ میں اس عظیم اسلامی اخوت کا رکن بننے پر تہِ دل سے خوش ہوں جس کی عالمگیر حیثیت کو کوئی چیلنج نہیں کر سکا جس میں اخوت و مساوات کا نصب العین 1400 سال سے بھی زائد عرصہ سے عملی زندگی میں موجود ہے جب کہ دوسرے مذاہب کے پیروکار صرف زبانی جمع خرچ ہی سے کام چلاتے ہیں اور اخوت و مساوات کے اصولوں پر عمل کو آسانی سے نظر انداز کر دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں اسلام کا سادہ عقیدۂ توحید اور نبی آخر الزماں ﷺ کی تعلیمات انسانیت کی تمام اخلاقی، مادی اور روحانی ضروریات کا احاطہ کرتی ہیں اور دوسرے تمام مذاہب کے بانیوں کی تعلیمات سے افضل ہیں۔

میں ویسٹ انڈیز کے جزیرہ بارباڈوس (Barbados) میں پیدا ہوا اور ایک خاصے مذہبی گھرانے میں پرورش پائی۔ میں نے بائبل کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جس کی بنا پر سنڈے سکول کا بہترین طالب علم شمار ہوتا تھا۔ والدین کی خواہش کے مطابق میں نے مقامی طور پر

---

[1] اسلامک ریویو جنوری 1934ء ج:22، ش:1، ص:9,8

وعظ و نصیحت کی تربیت حاصل کی اور اکثر مجھے بائبل پر لیکچر دینے پڑتے تھے۔ مگر جب میری سکول کی تعلیم کا دور اختتام کے قریب پہنچا تو میں عیسائیوں کے عقائد و اعمال سے سراسر متنفر اور اپنے مذہب سے بالکل منکر ہو گیا۔ اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقرر کردہ معیار بلاشبہ اعلیٰ تھے اور مجھے اچھے بھی لگتے تھے، تاہم جس بات نے مجھے سب سے زیادہ پریشان کیا وہ رنگ دار لوگوں سے سفید فام عیسائیوں کا ذلت آمیز سلوک تھا۔

اسے دیکھ کر میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صرف سفید فام لوگوں کے لیے مصلوب ہونا گوارا فرمالیا تھا یا واقعی تمام انسان ایک ہی اللہ کی مساوی مخلوق ہیں؟ اسی شک، مایوسی اور پریشانی کے عالم میں، میں نے سکول چھوڑ کر لارڈ کیلوِن (Lord Kelvin) کے ایک بحری جہاز پر ملازمت کر لی اور دنیا کی سیر و سیاحت میں مشغول ہو گیا۔ اس طرح مجھے ان مختلف قوموں کے لوگوں اور ان کے عقائد سے دلچسپی ہو گئی جن سے دوران سفر میں میرا واسطہ پڑا۔

مجھے ہر قسم اور ہر قبیل کے لوگوں سے ملنے کا موقع ملا۔ سب سے زیادہ میں بیونس ایرز (Buenos Aires) میں سویڈن کے ایک باشندے سے متاثر ہوا جو تقریباً 26 برس کا ایک حسین نوجوان تھا۔ ایک دن ہمارے جہاز کے عملے کے کچھ لوگ جن میں مجھ سمیت تین ویسٹ انڈیز کے باشندے، ایک روسی، ایک فن لینڈ کا باشندہ، لیورپول (Liverpool) سے ایک آئرلینڈ کا باشندہ اور ایک ویلز (Wales) کا باسی شامل تھے۔ ہم گودی پر سیر کے لیے نکلے تو ایک دلکش آواز نے ہمیں مخاطب کیا: ''کیا حال ہے لڑکوں کا؟'' معلوم ہوا کہ یہ خوش مزاج سویڈن کا باشندہ بندرگاہ میں لنگر انداز ایک جہاز کا چیف آفیسر تھا۔ ہم اس کی شخصیت اور اس کے دلکش اندازِ گفتگو سے اتنے متاثر ہوئے کہ ہم رک گئے اور تعارف کے بعد اس سے باتوں میں مشغول ہو گئے۔ اس نے ہمیں اپنے جہاز پر آنے کی دعوت دی اور جب ہم جہاز پر اس کے کمرے کے قریب پہنچے تو اس نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا: ''آجاؤ میرے بھائیو!''

اس برادرانہ استقبال پر ہم سب حیران ہو گئے۔ عمر میں سب سے چھوٹا ہونے کے باعث میں نے انتظار کیا کہ میرے ساتھی بات شروع کریں۔ وہ سب لوگ شاید شرمیلے پن یا قدامت

پسندی کی وجہ سے خاموش رہے تو میں نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے اپنے میزبان سے کہا: ''جناب مجھے جتنے سفید فام لوگوں سے واسطہ پڑا ہے آپ ان سب سے مختلف ہیں؟'' اس نے خوش مزاجی سے جواب دیا: ''ہاں نوجوان! اس کی وجہ یہ ہے کہ میں دنیا کے سب سے بڑے رشتۂ اخوت سے منسلک ہوں۔''

''وہ کون سا رشتۂ اخوت ہے؟'' میں نے پوچھا۔

اس نے جواب دیا: ''یہ واحد رشتۂ اخوت ہے جو اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق کو بلا امتیاز رنگ و نسل ایک ہی کنبہ قرار دیتا ہے۔ یہ وہ رشتۂ اخوت ہے جو ایک دوسرے کو سہارا دینے اور نبی اکرم ﷺ کی اصل تعلیمات کے فروغ کے لیے کوشاں ہے۔''

''اچھا تو آپ ایک نبی پر ایمان رکھتے ہیں؟'' میں نے دریافت کیا۔

اس نے جواب دیا: ''جی ہاں! اور کسی دن آپ بھی اسی نبی کریم ﷺ پر ایمان لے آئیں گے۔''

میں نے پوچھا: ''آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟''

اس نے کہا: ''تمہارا خمیر ایسی مٹی سے اٹھا ہے کہ تم اس نبی ﷺ پر ضرور ایمان لاؤ گے اور کئی سال بعد تم میری یہ باتیں یاد کرو گے۔''

پھر اس نے میرے ساتھیوں کو مخاطب ہو کر ان سے کہا: ''آؤ جوانو! کچھ کافی لیں۔'' کافی کے ساتھ کیک بھی تھے۔ کھانے پینے سے فارغ ہو کر ہم نے اسے بڑے پُرتپاک انداز سے الوداع کہا اور چلے آئے۔ اگلی صبح سویرے اس کا جہاز نیویارک روانہ ہو گیا اور اس کے بعد پھر وہ مجھے نظر نہیں آیا لیکن میں اس کی شخصیت کے دلکش تاثر اور اس کی دلنشین گفتگو کو کبھی فراموش نہ کر سکا۔ اب مجھے یہ احساس ہوا ہے کہ وہ ایک سچا مسلمان تھا۔

دنیا بھر میں سفر کے دوران میں نے مختلف اقوام اور مذاہب کا مطالعہ کیا۔ کچھ سال قبل جب میں مشرق کی طرف نکلا تو مجھے دنیا کے بڑے مذاہب کو قریب سے دیکھ کر ان کے تقابلی مطالعے کا موقع ملا اور اس میں سب سے پہلی بات جس نے مجھے عیسائیت سے کنارہ کشی پر آمادہ کیا وہ

عیسائیوں کے نام نہاد کلیسا کا جمود' جھوٹا وقار اور حاکمیت کا رویہ تھا۔ اس حقیقت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ دوسرے مذاہب کی نسبت عیسائیت میں باعمل علماء بہت کم ہیں' جبکہ ان کے مقابلے میں ہزاروں عیسائی پادری ایسے ہیں جو تبلیغ دین کو محض پیشہ سمجھتے ہیں اور برادرانہ محبت' عاجزی اور دوسروں کا دکھ درد سمجھنے کے جذبے سے عاری ہیں جو کہ اعلیٰ کردار کی بنیاد ہیں۔ اس بے پروائی اور غیر ہمدردانہ رویے نے لاکھوں لوگوں کو عیسائی مذہب سے بیزار کر دیا ہے کیونکہ انہیں ان کی طلب کردہ روٹی کے بجائے کھانے کو گویا پتھر ملتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں پیغمبر اسلام ﷺ کے دین کی کیا شان ہے کہ اس میں شاہ وگدا اللہ کے حضور شانہ بشانہ پیش ہو کر عبادت کرتے ہیں جہاں رنگ ونسل کا کوئی امتیاز نہیں۔ جن لوگوں کو حج بیت اللہ کا موقع ملا ہے یا جنہوں نے اس کے بارے میں پڑھا ہے وہ بلاشبہ اس بات کو تسلیم کریں گے کہ کم از کم حج تو عالمگیر اخوت کا عملی مظاہرہ ہے۔ ہر نسل کے سفید فام' سیاہ فام اور زرد فام لوگ ایک ہی رشتے میں منسلک نظر آتے ہیں اور یہ اسلام کا رشتہ ہے۔ اسلام کی وحدت کسی شک وشبہ سے بالا تر ہے۔ گورے' کالے' بڑے' چھوٹے اور امیر' غریب تعصبات سے ماورا ہو کر اس دین میں محبت وشفقت اور ایمان افروز روحانی اخوت کی فضا میں سانس لیتے ہیں۔ ویسے بھی تمام انسانوں کو ذی شرف اور یکساں پیدا کیا گیا ہے' لہٰذا میں یہ بات نہیں مانتا کہ کچھ انسانوں کو تو منتخب اور اعلیٰ بنا کر پیدا کیا گیا جبکہ باقی لوگوں کو پانی نکالنے اور لکڑیاں چیرنے کی مزدوری کے لیے بنایا گیا۔ امیر یا غریب' چھوٹا یا بڑا اور سیاہ یا سفید ہونا تو محض ایک اتفاق ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں سب انسان برابر ہیں۔ مگر انسان کی بتدریج ترقی اور ارتقا کے باوجود یہ اخلاقی کمزوری اور روحانی بے اعتنائی دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ انسان ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں نہ دوسرے کی خوبیوں کا اعتراف کرتے ہیں۔

مگر اب جبکہ میں نے تعصب اور تضادات پر مبنی اور غلط تعبیرات سے بھرپور روایات کے آہنی بندھنوں سے آزادی حاصل کر لی ہے اور اسلام کی معزز برادری کا رکن بن گیا ہوں' مجھے اپنے اس فرض کا احساس ہوا ہے کہ میں رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات کی شان لوگوں کے

سامنے بیان کروں۔ میں اپنی طرح شک اور مایوسی میں مبتلا لوگوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس آپ بیتی سے فائدہ اٹھا کر اسلام کے مطالعے پر کچھ وقت اور توجہ صرف کریں۔ یہ آپ کو دنیا کا نیا رخ دکھائے گا جو اس سے پہلے آپ نے کبھی نہیں دیکھا ہوگا اور توحید پر ایمان اور مساوات انسانی سے رہنمائی حاصل کر کے آپ کو وہ اطمینان وسکون حاصل ہوگا جو اسلام کا خاصہ ہے۔

یہاں میں سیلون (موجودہ سری لنکا) میں اپنے مسلمان بھائیوں بالخصوص جناب اے جے اے قادر کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے اسلامی عقیدے کا اعلان کرنے میں میری مدد اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ میں جونہی یہاں پہنچا تو میں نے ان سے رابطہ کیا۔ مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ جناب قادر نے میری گفتگو سے یہ اندازہ کر لیا تھا کہ میں بہت سوچ سمجھ کر اور مطالعہ کرنے کے بعد اسلام قبول کر رہا ہوں' اندھیرے میں چھلانگ نہیں لگا رہا۔ انہوں نے تمام ضروری باتوں کا خیال رکھا' اس لیے مجھے ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے قبول اسلام کرنے سے بے حد خوشی ہوئی۔

میں اپنے عیسائی بھائیوں سے یہ گزارش کروں گا کہ میرے اس اقدام پر مجھے حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں۔ ذرا غور سے اسلام کا مطالعہ کریں' رواداری سے کام لیں اور دل و دماغ کو تھوڑا سا تبدیل کر کے سوچیں تو انہیں یقین ہو جائے گا کہ عیسائیت کی تبلیغ و تعلیم کے مقابلے میں اسلام کی تعلیم و تربیت بدرجہا بہتر اور عظیم الشان ہے۔ ①

[عمر پراؤٹ]
(Omar Proutt)

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

میں ایک آسٹریلین نومسلم ہوں۔ عیسائیت میں میرا نام ڈیرل چیمپئن (Daryl Champion) رکھا گیا تھا۔ میں نے یکم جون 1984ء بمطابق 3 ربیع الآخر 1404ھ کو سڈنی (Sydney)

① اسلامک ریویو' جنوری 1934ء' ج:22' ش:1' ص:10-14

کی ایک مسجد میں اسلام قبول کیا۔ قبول اسلام کے بعد میں نے سڈنی کی تمام مساجد کا دورہ کیا اور سڈنی میں جس قدر ممکن تھا میں نے اسلام کی امتیازی خصوصیات کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا۔ میرا موجودہ نام قمر القلب ہے اور والدین مجھے ڈیرل چیمپئن کے نام ہی سے یاد کرتے ہیں۔

میں یوسف اسلام (سابق کیٹ سیٹونز (Cat Stevens) نامی مشہور موسیقار) نہیں ہوں مگر میرا پیغام یوسف اسلام کے پیغام جیسا ہی ہے۔ میں بھی موسیقاروں کے ایک گروہ کے ساتھ مینجر کی حیثیت سے تین سال وابستہ رہا ہوں بلکہ یہی وابستگی 1983ء کے آغاز میں مجھے جنوبی آسٹریلیا کے دارالحکومت اور میرے آبائی شہر ایڈیلیڈ (Adelaide) سے سڈنی لے آئی۔ میں نے ذرائع ابلاغ میں چار سال کام کیا اور دو سال ایک صحافی کی حیثیت سے گزارے۔ تقریباً تین سال میں نے ایک کاروباری ادارے میں سٹورمین کے طور پر بھی کام کیا۔ اب میں معاشی طور پر بے روزگار ہوں اور اسلامی تاریخ اور دیگر کئی مضامین آج کل میرے زیرِ مطالعہ ہیں۔

آپ کو میرے قبول اسلام کی داستان سے دلچسپی ہے تو یہ عرض کردوں کہ میں نے اسلام قبول نہیں کیا بلکہ اپنے اندر اسے دریافت کیا ہے۔ یہ مقررہ وقت پر اللہ کے فضل وکرم سے بغیر کسی دیر کے بہت جلد مجھے نصیب ہوگیا۔ مجھے اسلام تو قبول کرنا ہی تھا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اب میں مسلمان ہی ہوں اور ان شاء اللہ میری طرح کئی اور لوگ بھی آیندہ مسلمان ہوتے رہیں گے۔

مسلمانوں کو عمل سے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ قرآن حکیم کی عظیم الشان آیات کی رہنمائی میں انسان بہتر زندگی بسر کرسکتا ہے لیکن اس کے لیے مسلمانوں کو متحد اور منظم ہونا ہوگا۔ فرقوں سے بالاتر ہونا پڑے گا، پرانی عداوتیں تاریخ کی گرد میں دفن کرکے تمام تر توجہ ایک سنہرے مستقبل کی تعمیر پر صرف کرنا ہوگی کہ یہی اللہ کا منشا ہے۔

مجھے یاد ہے کہ بچپن میں جب میں والدین کے ساتھ کار کی پچھلی نشست پر بیٹھ کر ایڈیلیڈ کی گلیوں میں نکلتا تھا تو شہر کی مسجدوں کے ستاروں سے آراستہ گنبد اور مینار بڑے شوق سے دیکھتا تھا اور اس وقت بھی میرے دل میں ان مساجد کو اندر سے دیکھنے کی تڑپ موجود تھی۔

مجھے کان کنی کے اعتبار سے مشہور بروکن ہل (Broken Hill) کے صحرائی قصبے میں اپنے پرائمری سکول کے مطالعاتی دورے کے دوران میں ایک مسجد کو اندر سے دیکھنا بھی یاد ہے' اس وقت میری عمر 12 سال تھی۔ یہ بظاہر چھوٹی مگر خوب صورت مسجد تقریباً ایک صدی قبل افغان شتر بانوں [1] نے بنائی تھی اور اس میں آ کر مجھے ایسا سکون محسوس ہوا جو مجھے عیسائیوں کے کلیسا میں کبھی محسوس نہیں ہوا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ جب میں ہائی سکول میں تھا تو میرے دل میں قرآن حکیم پڑھنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ یہ خواہش مجھے عجیب سی لگی کیونکہ میری پرورش عیسائیت پر ہوئی تھی مگر میں نے کبھی بائبل نہیں پڑھی تھی۔ میں کبھی بھی ایک مخلص عیسائی نہ بن سکا۔

پھر 12 ماہ بعد میں نے ایک خواب دیکھا اور یقین کیجیے کہ یہ خواب مجھے بالکل حقیقت لگا۔ میں نے دیکھا کہ مجھے ایک ناواقف سپاہی نے قتل کر دیا ہے مگر قتل ہونے سے مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی بہت بھاری بوجھ میری پیٹھ سے اتر گیا ہے۔ میں ابھی تک زندہ تھا لیکن میں نے نیچے پڑی ہوئی اپنی لاش دیکھی۔ اس بات کا مجھ پر بڑا اثر ہوا۔ مجھے جسمانی موت کے بعد زندگی کا یقین ہو گیا اور موت کا تمام خوف جاتا رہا۔ میرے خیال میں حقیقت کی جانب میرے سفر کا یہ ایک اور قدم تھا۔ اس خواب کے کچھ ہی عرصہ بعد میں نے دیکھا کہ ایک بہت شدید تاریکی چھا رہی ہے جو آسٹریلیا سمیت پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لینے لگی ہے۔ حقیقتاً وہ تاریکی اتر چکی ہے اور اب وہ مزید گہری ہو گی۔ اس وقت یہ تاریکی طوفانی رات سے پہلے دھندلاہٹ کی طرح ہے۔ میں نے اپنے آپ سے یہ عہد کیا کہ اس تاریکی سے نجات کے لیے کچھ کر کے دکھاؤں گا۔ یہ گزشتہ سال اکتوبر 1983ء کی بات ہے۔ اللہ عزّ وجل کے فضل سے میں نے اس عہد کے دو دن بعد ایٹمی اسلحے کے خلاف ایک اجلاس میں شرکت کی تو معلوم ہوا کہ وہاں بیان کردہ حقائق بائبل کی کتاب ''مکاشفہ'' سے لیے گئے تھے۔ اس سے قرآن کے مطالعے کا میرا شوق دوبارہ زندہ ہو گیا۔ مجھے یاد آیا کہ ''دنیا کے خاتمے'' کے حوالے سے مسلمانوں کے بھی کچھ

---

[1] انیسویں صدی کے وسط میں انگریز آسٹریلیا کے اندرونی دشوار گزار صحرائی علاقوں تک رسائی کے لیے بلوچستان سے اونٹ اور افغان شتر سوار وہاں لے گئے تھے۔ (م ف)

نظریات ہیں۔ اتفاقاً صرف ایک ہفتے بعد میری ایک مسلمان سے پہلی ملاقات ہوئی۔ میں روز بروز ان سے اسلام کے بارے میں اپنی معلومات میں اضافہ کرنے لگا۔ معلومات جتنی زیادہ ہوتی گئیں، تجسس بڑھتا گیا اور معلومات کے نئے سے نئے در کھلنے لگے۔

3 ربیع الآخر 1404ھ کو میں نے باقاعدہ اسلام قبول کرلیا۔ میری یہ داستان تبدیلیٔ مذہب کی داستان نہیں بلکہ یوں سمجھیے کہ یہ اسلام کی صورت میں میری اپنی اصل شناخت کی طرف واپسی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اب میں بہ حیثیت مسلمان یہ باتیں کہہ رہا ہوں۔

آسٹریلیا کی مسلم آبادی تقریباً 250,000 ہے۔ ان میں سے صرف دو سو آسٹریلوی نژاد ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آسٹریلیا میں اسلام سے دلچسپی بڑھ رہی ہے اور ان شاء اللہ امید ہے کہ آسٹریلیا دنیا کو اس خواب کی حسین تعبیر دے گا جو مقامی مسلمانوں نے دیکھ رکھا ہے۔ ①

[قمر القلب۔ سابق ڈیرل چیمپئن]

(Qamar Al-Qalb, Formerly Daryl Champion)

میرا اسلام سے عہد وفا کیسے استوار ہوا؟

میں 1943ء میں دوسری عالمگیر جنگ کے انتہائی شدید لمحات میں جرمنی کے شہر برلن (Berlin) کے ایک عیسائی گھرانے میں پیدا ہوا۔ اسی سال میرا کنبہ سپین چلا گیا جہاں سے 1948ء میں ہم لوگ ارجنٹینا (Argentina) منتقل ہو گئے اور وہاں میں 15 سال رہا۔ میں نے ہائی سکول کی تعلیم ارجنٹینا کے شہر کارڈوبا (قرطبہ) کے کیتھولک لاسیلی (La Salle) سکول میں حاصل کی۔ جیسا کہ متوقع تھا میں جلد ہی رومن کیتھولک فرقے کا پرجوش ہمنوا بن گیا۔ روزانہ مجھے ایک گھنٹے سے زائد کیتھولک مذہب کی تعلیم دی جاتی اور اکثر دینی اجتماعات میں شرکت کرنی پڑتی۔ 12 سال کی عمر میں، میں رومن کیتھولک پادری بننے کے خواب دیکھنے لگا۔ میں نے خود کو عیسائی مذہب کے لیے مکمل طور پر وقف کر دیا تھا۔

---

① یقین انٹرنیشنل، 7 اپریل 1985ء، ج:33 ش:23، ص:271,270

اللہ تعالیٰ میرے احمقانہ اقدام کو دیکھ رہا تھا اور تقریباً سات سال قبل وہ بھی کیسا یادگار دن تھا جب اس کے فضل وکرم سے قرآن پاک کے ہسپانی زبان میں ترجمے کا ایک نسخہ میرے ہاتھ لگ گیا۔ میرے والد نے اس کے مطالعے پر اعتراض نہ کیا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اس سے میں وسیع النظر ہو جاؤں گا اور اپنے معاملات کو بہتر طور پر سمجھ سکوں گا۔ انہیں کلام الٰہی کی اس تاثیر کا علم نہ تھا جو میرے ذہن پر مرتب ہونے والی تھی۔ میں نے جب یہ کتاب مقدس کھولی تو میں اس وقت ایک انتہا پسند رومن کیتھولک عیسائی تھا اور جب میں نے یہ کتاب بند کی تو میں مکمل طور پر اسلام قبول کر چکا تھا۔

صاف ظاہر ہے کہ قرآن حکیم کے مطالعے سے قبل اسلام کے بارے میں میری رائے اچھی نہ تھی۔ میں نے محض تجسّس کی بنا پر یہ کتاب پڑھنی شروع کی اور اسے حقارت سے کھولا اور میں نے قرآن کریم کی ایک سورت پڑھی۔ توقع تھی کہ اس میں خوفناک غلطیاں' اہانت آمیز کلمات' توہمات اور تضادات نظر آئیں گے۔ میرے دل میں تعصب تھا مگر میں ابھی نوجوان تھا' لہٰذا یہ ابھی اتنا سخت نہیں ہوا تھا۔ شروع شروع میں تو ہچکچاہٹ' پھر شوق اور بالآخر حق پر لبیک کہنے کی شدید تڑپ میرے دل میں پیدا ہوگئی۔ پھر میری زندگی کا بہترین لمحہ آیا جس میں اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت سے نوازا۔ شک کی جگہ یقین کامل' تاریکی کی جگہ روشنی اور عیسائیت کی جگہ اسلام مجھے نصیب ہوگیا۔ قرآن کریم کے مبارک صفحات میں مجھے میرے تمام مسائل کا حل' ضروریات کی تکمیل اور شبہات کا ازالہ مل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے نور ہدایت کی طرف اس قدر مائل کر دیا کہ میں مزاحمت نہ کر سکا اور بخوشی اس کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ اب ہر بات میرے لیے واضح ہوگئی اور میں ہر بات کا اصل مطلب بھی سمجھنے لگ گیا' حتی کہ اپنے آپ کی' کائنات کی اور اللہ تعالیٰ کی پہچان بھی نصیب ہوگئی۔ مجھے بڑی شدت سے یہ احساس تھا کہ میرے نہایت محبوب اساتذہ نے مجھے دھوکا دیا اور ان کی باتیں بے بنیاد اور جھوٹی تھیں' چاہے وہ اس بات سے آگاہ ہوں یا نہ ہوں۔ میرے عقائد ونظریات کی پوری دنیا ایک ہی لمحے میں چکنا چور ہوگئی اور تمام تصورات پر نظر ثانی کرنا پڑی لیکن میرا دل اب تلخی کے بجائے بے پناہ مسرّت سے معمور تھا

کہ آخر کار میں نے اپنے آقا و مولا کو پالیا ہے اور میرا وجود زندگی اور تشکر سے لبریز ہوگیا۔ میں اب بھی نہایت عاجزی سے اُس کے اس بے پایاں کرم کا شکر ادا کرتا ہوں۔ اس کی مدد کے بغیر میں ہمیشہ جہالت اور حماقت میں غرق رہتا۔

میں خوشی اور جوش و خروش سے لوگوں کو فوراً اپنے جذبات سے آگاہ کرنے لگا۔ اپنے والدین، سکول کے ساتھیوں اور اساتذہ کو بھی اس متاعِ عزیز کے بارے میں بتایا۔ میں چاہتا تھا کہ ہر شخص کو سچائی کا علم ہو جائے اور ہر شخص جہالت اور تعصب سے پاک ہو کر وہی خوشی محسوس کر سکے جو مجھے ملی تھی۔ مجھے ان کے گرد تعصب کا ایک مضبوط حصار نظر آیا۔ میں نے سچائی کے اور ان کے درمیان ایک موٹی دیوار حائل دیکھی۔ میں اس دیوار کو ہٹا نہ سکتا تھا کیونکہ یہ ان کے دلوں میں قائم تھی۔ ان کے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت تھے۔ مجھ سے نفرت کا سلوک کیا گیا، مجھ پر ظلم ڈھائے گئے لیکن جفا شعاروں کی یہ نادانی میں سمجھ نہ سکا۔ مجھے یہ یقین ہو گیا کہ ہدایت صرف اللہ تعالیٰ ہی دے سکتا ہے۔

جتنا زیادہ میں نے دین سیکھا، میرا دل اتنا ہی زیادہ اللہ کے تشکّر سے لبریز ہوتا گیا کہ اس نے مجھے اسلام کی نعمت بخشی، جو کہ ایک مثالی دین ہے۔ میں نے ہر مذہب کی مقدس کتابیں پڑھی ہیں، مجھے کہیں وہ چیز نہیں ملی جو میں نے اسلام میں پائی ہے اور وہ ہے "تکمیل دین"۔ کسی بھی مقدّس کتاب کے مقابلے میں قرآن کریم سورج کی روشنی کے مانند ہے جبکہ ہر دیگر مقدّس کتاب کی روشنی دیا سلائی کی سی ہے۔ مجھے پختہ یقین ہے کہ کوئی بھی شخص جو کلامِ الٰہی کو پڑھتا ہے اور جس کا ذہن سچائی کے لیے مکمل طور پر بند نہیں ہو گیا، وہ مسلمان ہو جائے گا بشرطیکہ اللہ اسے ہدایت سے نواز دے تو اسلام قبول کر کے وہ تاریکی سے روشنی میں آجائے گا......

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلص متلاشیانِ حق کو ہدایت کا نور عطا کر دے۔ اسلام کے بازو انہیں امت کی آغوش میں لینے کے لیے کھلے ہیں جس کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ نے فرما دیا:

﴿ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ﴾ (آل عمران: ۳/ ۱۱۰)

"تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی اصلاح) کے لیے پیدا کی گئی ہے۔"

’’تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو ساری کائنات کا مالک ہے۔‘‘①

[سیف الدین ڈرک والٹر موسگ، یو ایس اے]
(Saifuddin Dirk Walter Mosig, U.S.A)

میں نے اسلام کا اقرار کیوں کیا؟

میں افریقہ کی اس سرزمین کا احسان مند ہوں جو آفتاب کی کرنوں، ہوا میں سرسراتے پام کے درختوں اور منطقۂ حارّہ کے ماہتاب کی سرزمین ہے جہاں ریتلی زمین پر ننگے پاؤں کی چاپ اور لوگوں کے مسرت بھرے قہقہے ہمیشہ سنائی دیتے رہتے ہیں۔

جب میں پہلی دفعہ اس سرزمین کے اجنبیوں کو فراخ دلی سے خوش آمدید کہنے والے ساحل پر اترا تو میں ایک عام سا انگریز نوجوان تھا جو وقتی خوشیوں میں مگن اور آنے والی زندگی کے تصور سے عاری تھا مگر پانچ سال بعد جب میں تیسری دفعہ برطانیہ واپس گیا تو افریقہ اور وہاں کے لوگوں سے حقیقی خوشی کا راز مجھے مل چکا تھا۔ میرا ایمان یہ ہے کہ حقیقی خوشی کا دوسرا نام اسلام ہے جو کہ واحد سچا دین ہے۔ یہ واحد ایسا دین ہے جسے ایک ذی شعور انسان قبول کر سکتا ہے اور اس پر ایمان ہی دکھی انسانیت کا مُداوا اور ان کو ہدایت کی روشنی فراہم کر سکتا ہے۔

میں افریقہ میں اپنے پہلے سفر کے دوران میں یورپی لوگوں کا سیاہ فام لوگوں سے غیر انسانی سلوک دیکھ کر شرمندہ ہوا کہ وہاں عیسائیت کا نظریۂ اخوت بالکل پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔ میں اس ناخوشگوار صدمے پر غور کیے بغیر نہ رہ سکا جس کا سامنا مقامی سیاہ فام باشندوں کو عیسائیت قبول کرنے کے بعد مسیحی مشن کی پناہ گاہ سے نکل کر اپنے سفید فام عیسائی ’’بھائیوں‘‘ میں آکر ہوتا تھا۔ اس احترام، ہمدردی اور دلداری کے بجائے، جس کا ہر انسان مستحق ہوتا ہے اور جس پر عیسائیت کی تعلیم میں بہت زور دیا جاتا ہے، ان نئے عیسائیوں کو اپنے ہم مذہبوں (سفید فام

① اسلام، دی فرسٹ اینڈ فائنل ریلیجن، ص: 133-135

عیسائیوں) سے نفرت وعداوت ملتی تھی اور گورے آبادکاروں سے ان کی دوری اپنے غیر عیسائی ہم وطنوں سے بھی زیادہ ہوتی تھی۔

اس کے بالکل برعکس افریقی مسلمانوں میں ایک ہی کنبے کے افراد جیسی موانست دیکھ کر ''ملتِ اسلامیہ'' کی یہ خاص اصطلاح میری نظر میں ایک نئی اہمیت اختیار کرگئی۔ میں سوچنے لگا کہ وہ کون سی چیز ہے جس نے اس ملت کو اتنا متحد و منظم کر رکھا ہے جبکہ ہم عیسائی اپنے زبردست نظریات کے باوجود ایک دوسرے سے اجنبی اور ہر وقت آپس میں لڑنے کو تیار رہتے ہیں۔ افسوس! اس وقت تک میں نے قرآن عظیم کا مطالعہ نہیں کیا تھا۔ یہ درحقیقت وہ وحی الٰہی ہے جو پتھر دل انسان کی آنکھوں میں بھی عقیدت وتشکر کے آنسو بھر دیتی ہے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ نبیٔ اکرم ﷺ کا اسوۂ حسنہ اسلامی دنیا کیلئے روشنی کا مینار بن کر آپ کے پیروکاروں کو صراط مستقیم پر چلنا سکھاتا ہے۔

میری پرورش عیسائی عقائد کے مطابق ہوئی تھی۔ میں عیسائی مذہب کا باقاعدہ رکن تھا اور عیسائیت کے مذہبی اجتماعات میں حاضر ہوتا تھا۔ میں آنکھیں بند کر کے نظریۂ 'تثلیث' نظریۂ کفارہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کا قائل تھا۔ مگر جب میں نے اس معاملے پر ذرا سا غور کیا تو مجھے احساس ہوا کہ میں ان عقائد ونظریات پر ایمان نہیں لاسکتا اور انہیں پیغامِ ربانی نہیں سمجھ سکتا۔ اور جب میں نے دیکھا کہ عیسائیت کے پیروکار محض زبانی جمع خرچ اور بے بنیاد دعووں ہی سے کام چلا رہے تھے اور مذہبی ومعاشی اصولوں کے درمیان جہاں بھی تصادم ہوتا تھا وہاں معاشی مفادات کو ترجیح دی جاتی تھی اور جہاں مذہب اور مالی منافع میں تصادم ہوتا وہاں مذہب کو فوراً پسِ پشت ڈال دیا جاتا۔ یہ دیکھ کر مجھے ایک ایسے مذہب کی ضرورت محسوس ہوئی جس کو میں پورے خلوص کے ساتھ قبول کرسکوں۔

آپ شاید میری اس خوشی کا اندازہ نہ کرسکیں جب میں نے یہ دیکھا کہ اسلام کے بارے میں جو کچھ بھی میں نے پڑھا تھا وہ میرے خیالات کے عین مطابق تھا اور اس کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات میں میرے تمام سوالات کے تسلی بخش جوابات موجود تھے۔ قرآن حکیم کی ہر ہر سورت نے حق کو مجھ پر پہلے سے کہیں زیادہ واضح کر دیا اور میں نے اللہ کریم کا شکر

ادا کیا کہ اس نے میری تسلیم و رضا کو قبول فرمالیا۔[1]

[سلیم آر ڈی گرے فرتھ]
(Salim R.De Grey Firth)

میں اسلام تک کیسے پہنچا؟

میرے قبولِ اسلام کا سبب قرآن حکیم یا اسلامی لٹریچر کا بالاستیعاب مطالعہ نہیں۔ اسلامی ممالک سے کبھی سابقہ پڑا نہ دوستوں یا رشتے داروں کے کسی ایسے تجربے کی کوئی مثال میرے سامنے تھی۔ بچپن میں، میں بائبل کے عہد نامۂ قدیم کی رو سے حضرت محمد ﷺ کو نبی مانتا تھا۔ مجھے یاد نہیں کہ کون سے موقع پر میں نے پہلے پہل خاتم النبیین ﷺ کا نام سنا۔ بائبل کے عہد نامۂ قدیم میں مذکور انبیاء علیہم السلام اور اللہ کی مطیع قوموں نے سچے دین کی ایک روایت قائم کی تھی اور وہی روایت بعد ازاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ نے دنیا کو منتقل کی۔ لیکن Reformation[2] یعنی تحریک اصلاح دین مسیح کے بعد سے پروٹسٹنٹ عیسائیت کی تاریخ مسیحی تفرقہ بازی اور دوسرے مذاہب کی روایات سے نفرت کی تاریخ ہے، جیسا کہ یہ اسلام کی ہمیشہ مخالف رہی اور اس نے نبی کریم ﷺ کو سچا نبی ماننے سے انکار کیا ہے اگرچہ تحریک اصلاح دین کا بانی لوتھر (Luther) جس نے سب سے پہلے پروٹسٹنٹ تحریک کو سیاسی طور پر مؤثر بنایا وہ یقیناً اسلام کی تعلیمات سے متاثر تھا۔

مجھے یہ احساس تھا کہ نہ صرف دین اسلام بلکہ اسلامی تہذیب وتمدن بھی یورپی عیسائیوں کی نظر میں قابل ترجیح ہے اور کئی معروف یورپی شخصیات نے اسلامی اداروں کو بہتر سمجھ کر خفیہ طور پر اس کی نقل کرنے کی کوشش کی ہے، جیسا کہ سینٹ تھامس ایکویناس (St.Thomas Aquinas) جو روم کے کیتھولک مذہب کا داعی ومحافظ تھا، اس نے ابن رشد اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

---

① اسلامک ریویو، ستمبر: 1933ء، ج:21، ش:9، ص:285-287

② سولہویں صدی عیسوی کا مذہبی انقلاب جس میں رومی کیتھولک کلیسا میں پھوٹ پڑ گئی تھی اور اس میں سے پروٹسٹنٹ کلیسا الگ ہوگیا تھا۔ (م ف)

جیسے عرب مفکرین کی تحریروں سے بہت استفادہ کیا۔ علاوہ ازیں ہمارے اپنے شاہ چارلس (Charles) دوم نے (17 ویں صدی کے انگریزوں کی معیت میں) جو انقلابی پالیسیاں تجرباتی سائنس اور مذہبی رواداری کے حوالے سے وضع کیں وہ بھی یقیناً اس نے عربوں سے لیں' وہ اسی لیے سلطنت مغلیہ اور فرانسیسی بوربون (Bourbon) بادشاہت کا مداح تھا۔ اس کے دور سے یورپ (یورپی نژاد امریکہ اور یورپی روس کو بھی میں اس میں شمار کرتا ہوں) صنعتی انقلاب' سرمایہ دارانہ تہذیب کے کمالات اور فلسفیانہ الحاد کی مسلسل روایت کو فروغ دے کر دنیا کے پیچھے چلنے کے بجائے قائد بن گیا ہے۔ مگر کتنے افسوس کی بات ہے کہ جو روایات یورپ نے قائم کیں ان میں سے زیادہ تر قابلِ تقلید نہیں۔ یورپی سلطنتیں دنیا بھر میں پھیل چکی ہیں اور محکوم قوموں کے تمدن اور روایات سے سفید فام (گورے) حاکم وحشیانہ سلوک کر رہے ہیں۔ یورپ کی پہلی سلطنت روم کی تھی جو تباہی سے دوچار ہوئی۔ بعد میں یورپی سلطنتوں نے احمق بن کر سلطنت روم کی نقالی کرنے کی کوشش کی۔ اگر سلطنت برطانیہ نے بھی سلطنت روم کی شکل اختیار کر لی تو یہ اس کی بدبختی کی علامت ہوگی۔ کچھ یورپی سلطنتوں نے پروٹسٹنٹ مذہب کی تبلیغ واشاعت کا کام بھی اپنے زیرنگیں ملکوں میں جاری کیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ اس سے اتحاد کے بجائے انتشار پیدا ہوا۔ وسعت نظر کی جگہ تنگ نظری نے لے لی اور بیرون ملک نو آبادیاں قائم کرنے والے ملک اپنے اندرونی معاملات کو عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق نہ ڈھال سکے۔

1936-40ء کے عرصے میں اتفاقاً چند مسلمانوں سے میری ملاقات ہوئی تو میں ان کے دین اسلام اور تمام نئے وپرانے' سماجی وعلمی اور سائنسی مسائل کو دین کی مدد سے نمٹانے کی صلاحیت پر ان کا اعتماد دیکھ کر بہت متاثر ہوا۔ 1942ء میں میں نے اسلام کا تھوڑا بہت مطالعہ شروع کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ میں نے جس دین کے بارے میں شک کیا تھا وہ دین واضح طور پر میری توقعات کے عین مطابق نکلا۔ گو اسلام وسیع الظرف اور کشادگی کا حامل ہے اور یہ ایک ایسی زبردست روایت کا حامل ہے جس میں دوسری روایات بھی باقی رہ سکتی ہیں اور ترقی بھی کر سکتی ہیں۔ اس دین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ صرف نبی تسلیم کیا ہے بلکہ انہیں کلمۃ اللہ اور روح اللہ بھی

کہا ہے۔ علاوہ ازیں اگرچہ مسلمانوں میں بھی کچھ نہ کچھ اختلافات موجود ہیں لیکن یہ اختلافات پروٹسٹنٹ عیسائیت کے اختلافات جیسے نہیں ہیں۔ اسلام کے بنیادی اصولوں اور حقیقی اخوت میں کوئی اختلافات موجود نہیں ہیں۔ اتنا تو مجھے اسلام کے باہر رہ کر بھی پتہ چل گیا تھا۔

اکتوبر 1943ء میں مجھے ووکنگ (Woking) کی مسجد میں امام صاحب سے ملاقات کا موقع ملا۔ ان سے تین ملاقاتوں ہی سے ہم دونوں پر یہ بات واضح ہوگئی کہ مجھے اسلام قبول کرلینا چاہیے۔ یوں میں 8 دسمبر 1943ء کو عید الاضحیٰ کے دن اسلام کی دولت سے مالا مال ہوگیا۔

میں جانتا ہوں کہ یہ میری زندگی کا اہم ترین قدم ہے۔ میں اسلام کا عالم وفاضل ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا۔ میں مذاہب کے تقابلی مطالعے سے اسلام تک پہنچا جس میں میری دلچسپی ہمیشہ رہے گی لیکن پہلے مجھے ایک اچھے مسلمان کی سی زندگی بسر کرنے کا طریقہ سیکھنا ہے اور قرآن حکیم کی چند سورتیں حفظ کرنی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اسلام کے بغیر سلطنت برطانیہ کے اہم مسائل کبھی حل نہیں ہوسکیں گے۔ ①

[تھامس ایس ٹفٹن، بی اے۔کینٹب]
(Thomas S.Tufton, B.A. Cantab)

میرا قبولِ اسلام

[ڈاکٹر عمر آنجہانی بیرن کرسچین اہرنفیلز (Baron Christian Ehrenfels) کے اکلوتے صاحبزادے تھے جنہوں نے آسٹریا میں جدید ساختی نفسیات "جیسٹالٹ" (Gestalt) کی بنیاد رکھی۔ رالف فرائی ہرفون اہرنفیلز (Rolf Freiherr Von Ehrenfels) (ڈاکٹر عمر) کو بچپن ہی سے مشرقی تہذیب وتمدن بالخصوص اسلامی تہذیب وتمدن سے دلچسپی تھی۔ ان کی بہن آسٹریا کی شاعرہ اما فون بوڈمرشاف (Imma Von Bodmershof) نے اپنی کتاب "Contribution to Islamic Literature" (مطبوعہ لاہور 1953ء) میں اپنے بھائی کے حوالے سے اس دور کا ذکر کیا ہے۔ عہد جوانی میں اہرنفیلز نے ریاست ہائے بلقان اور ترکی

① اسلامک ریویو، جون: 1944ء ج: 32، ش: 6، ص: 194-196

کا دورہ کیا جہاں (عیسائی ہونے کے باوجود) انہوں نے مسجدوں میں جا کر عبادات میں شمولیت کی اور ترکی، البانیہ، یونان اور یوگوسلاویہ کے مسلمانوں کی مہمان نوازی سے مستفید ہوئے۔ رفتہ رفتہ اسلام سے آپ کی دلچسپی بڑھتی گئی اور 1927ء میں آپ نے اسلام قبول کر کے اپنا نام عمر رکھ لیا۔ 1932ء میں آپ نے برصغیر پاک و ہند کا دورہ کیا اور خواتین کے سماجی اور تاریخی مسائل میں گہری دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔ آسٹریا واپس جا کر بیرن عمر نے ہندوستان کے مادری نسب کے حامل قبائل کے تہذیبی مسائل میں تخصص کیا اور اینتھروپولوجی (Anthropology) (بشریات) کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد دکن کے سلسلہ کتب میں اس موضوع پر آپ کی پہلی کتاب دسمبر 1941ء میں شائع کی۔

جب آسٹریا پر 1938ء میں جرمنوں نے حملہ کیا تو بیرن عمر ہندوستان آ کر حیدر آباد دکن میں کام کرنے لگے۔ مرتب] [1]

اسلام کی وہ امتیازی اور نمایاں خصوصیات جن سے میں سب سے زیادہ متاثر ہوا وہ درج ذیل ہیں:

- میرے خیال میں سلسلۂ انبیاء علیہم السلام کے ذریعے سے وحی کا تسلسل یہ ظاہر کرتا ہے کہ تمام بڑے مذاہب کا منبع اور ماخذ ایک ہی ہے۔ امن وسکون کے متلاشی لوگوں کو سیدھی راہ دکھانے والے تمام انبیاء علیہم السلام نے ایک ہی بنیادی الوہی تعلیم کی شہادت دی ہے۔
- اسلام کا اصل مفہوم ابدی قانون الٰہی کی اطاعت سے امن وسلامتی کا حصول ہے۔
- کرۂ ارض پر تاریخی اعتبار سے اسلام ہی آخری بڑا عالمی مذہب ہے۔
- نبیٔ کریم حضرت محمد ﷺ اسلام اور سلسلۂ انبیائے کرام علیہم السلام کے آخری نبی ہیں۔
- اسلام قبول کر لینے سے سابقہ آسمانی مذاہب کی تردید نہیں ہوتی جس طرح کہ ابتدا میں ہندو بدھ مت کو ہندومت کا تسلسل سمجھ کر قبول کر لیتے تھے۔ یہ تو بہت بعد میں ہوا کہ ہندومت کے مفکّرین نے بدھ مت کو الحاد قرار دے کر مسترد کر دیا۔ مذاہب کی یہ تفریق انسانوں نے بنا رکھی ہے جبکہ قرآن حکیم کی تعلیمات بنیادی وحدت کے تصور پر زور دیتی ہیں۔ اس وحدت کی

[1] اسلام، دی فرسٹ اینڈ فائنل ریلیجن، ص: 123-124

گواہی دینا تمام بنی نوع انسان کے لیے ایک ہی روحانیت کو تسلیم کرنا ہے۔

❁ اللہ کے سائے تلے عالمگیر اخوت انسانی کا اسلامی تصور نسل پرستی اور فرقہ بندی کے اختلافات سے بالاتر ہے وہ فرقہ بندی خواہ لسانی' تاریخی' روایت پرستی کی ہو یا مذہبی نوعیت کی۔

❁ اللہ تعالیٰ کا اسلامی تصور اس کا ''رحمٰن'' و ''رحیم'' ہونا ہے جو ماں اور باپ دونوں کی محبت کا احاطہ کرتا ہے۔ ''الرحمٰن'' اور ''الرحیم'' دونوں کا مادہ ''رحم'' ہے۔ لفظ ''رحم'' ماں کی علامت ہے' اس لیے نبی کریم ﷺ نے اپنے اطاعت گزاروں سے یہ ناقابلِ فراموش الفاظ کہے:

''جنت ماں کے قدموں میں ہے''[1]

[ڈاکٹر عمر رالف کیرن اہرنفیلز' پروفیسر بشریات' آسٹریا]

(Dr.Umar Rolf Caron Ehrenfels, Professor of Anthropology, Austria)

میں مسلمان کیوں ہوا؟

انسانی روح کی گہرائیوں میں لامحدود قوت کے مالک اللہ تعالیٰ کے وجود کا شعور موجود ہے۔ ہمارے مذہبی نظریات کا دارومدار کم وبیش ہماری تعلیم وتربیت پر ہے۔ میرے ساتھ بھی بالکل یہی معاملہ ہوا۔ میرے والدین کٹر رومن کیتھولک تھے اور انہوں نے اسی انداز میں میری تعلیم وتربیت کا اہتمام بھی کیا۔ ان کا ارادہ مجھے پادری بنانے کا تھا مگر قدرت کو کچھ اور منظور تھا کہ میں مشرق بعید کے ملک جاوا[2] (Java) چلا گیا اور وہاں جا کر بذات خود مشاہدے کا موقع نصیب ہوا کہ مسلمان

---

① یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ موضوع ہے دیکھیں سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ: 59/2' حدیث: 593 البتہ اس کا مفہوم ایک حسن حدیث میں پایا جاتا ہے' حضرت جاہمہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس جہاد میں شریک ہونے کے متعلق مشورہ کرنے کے لیے آئے تو آپ نے پوچھا: ''کیا تیری والدہ ہے؟'' انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا: ''اپنی والدہ کی خدمت کرتا رہ' بلاشبہ اس کے دونوں پاؤں کے نیچے جنت ہے۔'' (سنن النسائي' الجهاد' باب الرخصة في التخلف لمن له والدة' حديث: 3106 و سنن ابن ماجه' الجهاد' باب الرجل يغزو وله أبوان' حديث: 2781)

② جاوا ماضی کے جزائر شرق الہند اور موجودہ انڈونیشیا کا سب سے گنجان جزیرہ ہے۔ انڈونیشیا کا دارالحکومت جکارتہ اسی جزیرے میں واقع ہے۔ (م ف)

کس قدر محبت اور وفاداری سے دین اسلام پر عمل پیرا ہیں۔ اس مشاہدے نے میری آنکھیں کھول دیں کیونکہ مجھے معلوم ہوا کہ ہمارے پادریوں کے تمام تر الزامات کے باوجود مسلمان کافر یا بے دین نہیں اور اسلام، جس کو ہمارے پادری غلط رنگ میں پیش کرتے ہیں، اس میں کوئی مذموم عمل نہیں ہے۔ ایک مخلص متلاشی حق ہونے کے باعث میں نے آج سے 6 سال پہلے اسلام کو جھوٹے اور بے بنیاد الزامات اور شکوک سے بچا کر اسے اس کا صحیح مقام دلانے کا کار خیر شروع کیا۔ اس مقصد کے لیے میں نے لندن، پیرس اور برلن کی طرح ہالینڈ میں بھی ایک مسجد تعمیر کرنے کے لیے کچھ مہربان، سخی اور معزز دوستوں سے تعاون حاصل کیا۔ رفتہ رفتہ مجھے یہ احساس ہوا کہ اسلام کے دفاع کے لیے جدوجہد جاری رکھنا ضروری ہے۔ اس عرصے میں، میں نے اپنے بعض سچے مسلمان دوستوں سے اسلام کے بارے میں بہت سی معلومات حاصل کر لی تھیں اور قرآن حکیم کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ میرا دین ہمیشہ سے اسلام ہی تھا۔

اسلام کے متعلق میرے موجودہ اقرار سے صرف اتنا فرق پڑا ہے کہ اب میں علانیہ ایک مسلمان بن گیا ہوں اور میں اس پر بہت خوش ہوں۔ اب مجھے یہ احساس ہوا ہے کہ میں ان مسلمان بھائیوں میں شامل ہو گیا ہوں جو انسانیت کو فلاح و نجات دلانے کی غرض سے اللہ کی عظمت کے علم بردار ہیں۔ مجھے یہ محسوس کر کے بہت دکھ ہوتا ہے کہ میں نے اس سے پہلے اسلام کیوں نہیں قبول کیا تھا۔ میں اپنی بات اس عہد پر ختم کرتا ہوں کہ آج سے میری زندگی کائنات کے مذاہب میں سے بہترین دین اسلام کے لیے وقف ہے۔

[جے ایل سی ایچ فان بیٹم، محمد علی]
(J.L.Ch.Van Beetem, Muhammad Ali)

[محمد علی 1879ء میں پیدا ہوئے اور بری و بحری فوج میں خدمات سرانجام دینے کے بعد 1919ء میں بطور فرسٹ لیفٹیننٹ ریٹائر ہوئے۔] ①

---

① اسلامک ریویو، ستمبر 1931ء ج:19، ش:9، ص:304

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

اس مختصر مضمون میں، میں مختصراً وہ حالات وواقعات بیان کرنے کی کوشش کروں گا جو بالآخر میرے قبولِ اسلام کا سبب بنے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ حالات وواقعات میرے مسلمان اور غیر مسلم قارئین کے لیے دلچسپ ثابت ہوں گے۔

میری پرورش بچپن ہی سے مذہبی ماحول میں ہوئی۔ میرے والدین کا ارادہ مجھے پادری بنانے کا تھا مگر اللہ کی مرضی کچھ اور تھی اور میں نے پادری بننے کی بجائے اپنا موجودہ پیشہ اپنا لیا' لہٰذا کم از کم میرے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ میں نے حقائق کا مکمل علم حاصل کیے بغیر اپنا مذہب تبدیل کیا ہے۔

میری تعلیم اور ذریعۂ معاش نے میرے لیے دوسری مصروفیات پیدا کر دیں' لہٰذا مجھے پہلے کی نسبت اب مذہب کے مطالعہ اور دیگر امور کے لیے کم وقت میسر ہونے لگا اور نتیجہ یہ ہوا کہ جوں جوں وقت گزرتا گیا' میں اپنے بچپن کے دور کے مذہبی اثرات سے آزاد ہونے لگا۔ میں آزاد ذہن سے سوچنے لگا اور بالآخر مجھے محسوس ہوا کہ مجھے اس مذہب کے بنیادی اصولوں سے بھی اختلاف ہے جسے میں نے اب تک جوں کا توں قبول کر رکھا ہے' پھر بھی میں اپنے دینی فرائض ادا کرتا رہا۔

اسی دوران میں جنگِ عظیم چھڑ گئی اور مجھے اپنی رجمنٹ کے ساتھ مشرقِ وسطیٰ میں متعین کر دیا گیا۔ تقریباً 4 سال کے اس عرصے میں خوش قسمتی سے میں نے قاہرہ میں بہت سے دوست بنا لیے اور ان خیر خواہ لوگوں سے بحث وتمحیص کے نتیجے میں مجھے ان سے قرآن حکیم کی بعض عبارات کی تشریح سننے کا موقع ملا۔ اس طرح میرے ذہن میں اس نظریۂ حیات کی تخم ریزی ہوگئی جسے چند سال بعد مجھے اپنے دین کے طور پر اپنانا تھا۔

سول ملازمت میں واپس آنے کے بعد میں پھر مطالعہ اور اپنے پیشے سے متعلق کام میں لگ گیا' اس لیے مذہبی معاملات میں تحقیق ومطالعہ کے لیے مجھے بہت کم وقت مل سکا۔ بالآخر جب

مجھے وقت ملا تو معلوم ہوا کہ اب میں عیسائیت کی تعلیمات سے وابستگی برقرار نہیں رکھ سکتا' چنانچہ نتیجہ یہ ہوا کہ میں نے چرچ جانا چھوڑ دیا کیونکہ مجھے یقین تھا کہ فی الحال اس سے منسلک رہنا منافقت ہوگا۔

کچھ عرصہ بعد مجھے اپنے مصری دوستوں سے بات چیت یاد آئی' لہٰذا معلومات میں مزید اضافے کے لیے میں نے خاصا وقت قرآن حکیم کے ایک انگریزی ترجمے کے مطالعے کے لیے وقف کر دیا اور جب نبیٔ کریم ﷺ کے کچھ ارشادات میں نے بار بار پڑھے تو میں یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا کہ اسلام کی صورت میں بالآخر مجھے وہ سچا دین مل ہی گیا جس کی مجھے ایک عرصے سے تلاش تھی۔ اس احساس نے زندگی کے بارے میں میرا نقطۂ نظر یکسر بدل دیا۔ مجھے یوں لگا جیسے مسلسل تاریک اور دھندلی راہوں میں بھٹکنے کے بعد بالآخر میں ایک کشادہ اور روشن شاہراہ پر آ گیا ہوں۔

تھوڑے ہی عرصے بعد میں نے ووکنگ (Woking) کی مسجد میں جا کر امام صاحب مولانا عبدالمجید صاحب سے مشورہ کیا۔ میں ان کے قیمتی مشورے اور مدد کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ ان سے مشورہ کرنے کے بعد میں اسلام کی پاکیزہ برادری کا رکن بن گیا (الحمدللہ) یہ کہنا ضروری نہیں کہ قبول اسلام کے بعد مجھے ایک مقصد حیات مل گیا جس نے میری زندگی بدل کر رکھ دی۔

یہاں میں اسلام کے بنیادی اصولوں پر بحث نہیں کرنا چاہتا کیونکہ یہ کام اہل علم کو زیب دیتا ہے تاہم ایک بات کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے اسلام اور عیسائیت دونوں پر عمل ہوتے دیکھا ہے اور مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ جہاں ایک عیسائی اتوار کے دن چرچ میں حاضری دے کر محض ایک سامع کی حیثیت سے پادری کا وعظ سننے کے بعد یہ سمجھتا ہے کہ اس کا اگلے اتوار تک کے لیے دینی فریضہ ادا ہو گیا' وہاں مسلمان روزانہ گھر میں یا مسجد میں نماز ادا کرنے کے لیے اللہ عزوجل کے حضور پیش ہوتے ہیں اور جمعہ میں بھی نماز باجماعت کے باوجود ہر نمازی کی انفرادی عبادت ہی شمار ہوتی ہے۔ اس طرح ہر مسلمان کسی درمیانی واسطے اور رسمی تکلّفات کے بغیر اللہ کی عبادت کرتا ہے۔

میں یہ کہنا چاہوں گا کہ مجھے یقین ہے کہ اگر اس ملک اور دوسرے مغربی ممالک کے لوگوں کو اسلام کا پورا مفہوم سمجھایا جائے تو اسلام کی صفوں میں روز بروز اضافہ ہوگا۔ بدنصیبی صرف یہ ہے کہ آزاد خیال مغربی مفکرین اور دیگر لوگوں کے ذہن میں اسلام کا بہت غلط تصور پایا جاتا ہے اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو محض تبدیلیٔ مذہب کی جرأت نہ کر سکنے کے باعث اپنے دین پر قائم ہیں اور اپنے مذہب کے اصولوں سے اختلافات کے باوجود اسلام قبول نہیں کر رہے۔

ایک عام خیال یہ بھی ہے کہ اسلام صرف دیار مشرق کے لوگوں کے لیے مخصوص ہے اور مغربی معاشرے کی روزمرہ زندگی کے لیے موزوں نہیں ہے۔ بلاشبہ یہ ایک غلط خیال ہے مگر یہ اکثر لوگوں کے ذہنوں میں موجود ہے اور ہمیں اس کی عملی طور پر تردید کرنی چاہیے۔ وہ اس طرح کہ اسلام سے ناواقف لوگوں کو اس دولت سے سرفراز کرنے کی خاطر اس حقیقت کی تشہیر کی جائے کہ مجھ جیسے لوگ بھی اسلام قبول کر چکے ہیں اور مزید لوگ بھی اسلام قبول کر رہے ہیں۔ اس طرح ہمارے آیندہ مشرف بہ اسلام ہونے والے اسلامی بھائیوں کو اعتماد اور حوصلہ دیا جا سکتا ہے۔ اگر ہمیں دین اسلام کی مؤثر طور پر اشاعت کرنی ہے تو اس بات اور اس قسم کے دوسرے حقائق کا اظہار اس جریدے کے علاوہ دوسرے ذرائع ابلاغ سے بھی ہونا چاہیے۔

میرے اسلامی بھائیو اور بہنو! ہمیں اس خوابِ غفلت سے بیدار ہونا چاہیے جس میں ہم نے اپنے آپ کو مبتلا کر رکھا ہے۔ ہمیں حجروں سے نکل کر اسلام کی روشنی دنیا بھر کے بے خبر اور بے علم انسانوں تک پہنچانی چاہیے اور ہماری کوششوں کے آغاز کے لیے لندن سے بہتر مرکز اور کون سا ہو سکتا ہے کہ لندن برطانیہ کے قلب میں واقع ہے جہاں سے دین اسلام پوری مغربی دنیا میں پھیل سکتا ہے۔

اس لیے میرے خیال کے مطابق یہ ضروری ہے کہ صرف اسی مقصد کی خاطر وسطی لندن میں اسلام کے شایان شان ایک عمارت حاصل کی جائے جہاں سب مسلمان اکٹھے ہو سکیں اور اس کے علاوہ تشہیر کے ذریعے سے غیر مسلموں کو متوجہ کر کے فاضل علمائے دین کے خطبات سننے اور مسلمانوں کو عبادت میں مشغول دیکھنے کے لیے بلایا جائے۔ اس طرح مسلمانوں کی عبادت

کے بارے میں ان لوگوں کی غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی۔

اس قسم کی کوشش کے بغیر اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ نہیں ہو سکے گا کیونکہ ہم اور کسی طرح ان لوگوں سے رابطہ نہیں کر سکتے جو اپنے عقائد سے بدظن ہو چکے ہیں اور ہدایت کے منتظر ہیں۔ بلاشبہ ایسے لاکھوں لوگوں کی ایک مثال تو میں خود ہوں جو اپنے مذہب سے بدظن ہو کر دائرۂ اسلام میں داخل ہوا ہوں۔ علاوہ ازیں اسلام کا وقار، تشخص اور امتیازی خصوصیات کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے۔ سلطنت برطانیہ کا دارالحکومت اور دنیا کا مرکز لندن اسلام کے شایانِ شان یادگار عمارت سے محروم رہے؟ یہ ناقابل یقین ہے![1]

[واکر ایچ ولیمز]
(Walker H.Williams)

نماز کی کشش نے مجھے حلقہ بگوش اسلام کر دیا

[جناب عبدالسلام ہینکن قبول اسلام سے پہلے ولیم ہینکن کہلاتے تھے۔ وہ اوائل جوانی ہی میں مراکش کے ایک بزرگ احمد انس کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے۔ ان کے بقول مسیحیت کے عقائد ایک گورکھ دھندا ہیں جبکہ اسلام کا عقیدہ سادہ، سچا اور فطرت کے عین مطابق ہے۔ اپریل 2005ء میں عبدالسلام صاحب لاہور آئے تو ہفت روزہ ندائے ملت نے ان کا ایک ایمان افروز انٹرویو شائع کیا جو معاصر کے شکریے کے ساتھ شامل کتاب کیا جا رہا ہے۔] (محسن فارانی)

سوال آپ کو اسلام کی جانب کس چیز نے مائل کیا؟

جواب میرا نام عبدالسلام ہینکن ہے۔ میں 1961ء میں برطانیہ کے ایک قصبے گرِمزبی میں ایک پروٹسٹنٹ عیسائی گھرانے میں پیدا ہوا۔ میرے والد ولیم ہینکن کا انتقال اس وقت ہوا جب میں ابھی عمر کے ابتدائی حصے میں تھا۔ ایک عیسائی گھرانے میں پیدا ہونے کے باوجود میں اپنے آبائی مذہب کے افکار سے مطمئن نہیں تھا کیونکہ جو سوالات میرے دماغ میں تھے ان کے

① اسلامک ریویو، نومبر 1933ء ج:21، ش:11، ص:365-368

جواب مجھے تسلی بخش اور عقلی طور پر اپنے پروٹسٹنٹ عیسائی مذہب میں نہیں ملتے تھے' اس لیے میں نے ان سوالات کے جواب حاصل کرنے کے لیے باقاعدگی سے تقریباً ہر مذہب کا مطالعہ شروع کر دیا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مغرب میں حقیقتاً مذہب نہیں ہے' عیسائیت کے نام پر بت پرستی ہے یا مکمل طور پر لادینی اور مادہ پرستی۔ ایسے ماحول میں انسان کے دماغ میں کئی قسم کے سوالات جنم لیتے ہیں جبکہ ایک پیدائشی مسلمان اس قسم کی صورتحال سے دوچار نہیں ہوتا۔

سوال برطانیہ میں تو اسلامک سینٹرز ہیں' وہاں سے آپ کو رہنمائی نہیں ملی؟

جواب میرے قصبے ڈاور میں مسلمان نہیں تھے جبکہ لندن میں موجود اسلامی سینٹر میرے علم میں نہیں تھا۔

سوال آپ نے کن مذاہب کا مطالعہ کیا؟

جواب عیسائیت میں کیتھولک مسلک کا مطالعہ کیا۔ اس کے علاوہ یہودیت کا مطالعہ کیا جبکہ ہندوازم' تاؤازم اور بدھ مت کا لٹریچر بھی پڑھا۔

سوال لیکن اگر آپ یہودیت پر ایمان لے آتے تو پھر بھی آپ یہودی مذہب اختیار نہیں کر سکتے تھے کیونکہ یہودیوں کے عقیدے کے مطابق یہودی ہونے کے لیے یہودی ماں کے بطن سے پیدا ہونا ضروری ہے' ایسی صورت میں آپ کیا کرتے؟

جواب ایسا نہیں ہے۔ یہودیوں کے ہاں بھی بہت سے فرقے ہیں' تاہم ایک طرح سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہودی دو طرح کے ہیں: ایک وہ جنہیں آرتھوڈکس یہودی کہا جاتا ہے' یہ بہت بنیاد پرست قسم کے یہودی ہیں۔ یہ تو کسی صورت مجھے قبول نہیں کر سکتے تھے مگر ان کے علاوہ لبرل قسم کے یہودی بھی ہیں' اُن کے ہاں یہودی افکار پیدائشی طور پر غیر یہودی بھی اختیار کر سکتا ہے۔

سوال یہودیت میں آپ کو کوئی کشش نظر آئی؟

جواب بالکل نہیں' یہودیت میں بھی بے شمار چیزیں غیر منطقی ہیں' میں اس سے بھی مطمئن نہ ہو سکا۔

سوال مذہب کی جستجو کرتے ہوئے اسلام کے بارے میں آپ کو شروع میں کیا معلومات حاصل ہوئیں؟

جواب شروع میں اسلام کے بارے میں مجھے کوئی خاص بات میسر نہ آ سکی' اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا تعلق جس علاقے سے ہے وہاں مسلمانوں کی آبادی نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس کے علاوہ مغربی مستشرقین نے جس طرح کی تحقیق اسلام کے بارے میں کی ہے اُس سے انسان مسلمان ہونے کے بجائے اسلام سے دور چلا جاتا ہے۔ یہ تمام تحقیق زیادہ تر ایک مخصوص نقطہ نظر کے تحت کی گئی ہے' اس لیے برطانیہ میں رہتے ہوئے مجھے اتفاقاً ایسا کوئی ادارہ یا کتابیں میسر نہ آ سکیں جو اسلام کے صحیح تعارف کا سبب بنتیں۔

سوال اگر برطانیہ میں رہ کر اسلام کے بارے میں آپ کو صحیح تعارف میسر نہ آ سکا تو پھر کس طرح آپ کو اس دین کے بارے میں صحیح آگاہی ہوئی؟

جواب میں انسان اور اس کی زندگی کا اصل مقصد جاننا چاہتا تھا۔ اس غرض کی خاطر میں مذاہبِ عالم کا مطالعہ کرتا رہا اور اسی جستجو میں مجھے سفر بھی اختیار کرنا پڑا۔ میں چار مغربی ممالک کے علاوہ ایک مسلمان ملک یعنی مراکش تک جا پہنچا۔ میرے اس سفر کا دورانیہ تقریباً ایک سال بنتا ہے۔ یہ جستجو مجھے مراکش کے شہر فاس میں لے آئی۔ میں فاس کی تاریخی مسجد جامعہ قرویّین کے سامنے کھڑا تھا' نماز کا وقت ہو گیا تھا۔ میں نے مسلمانوں کو نماز ادا کرتے دیکھا تو میرا بھی دل چاہا کہ میں بھی اِن کی طرح یہ عبادت کروں۔ اسی دوران نماز کا وقت ختم ہوا اور بہت سے لوگوں کی طرح ایک شخص مسجد سے باہر آیا۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ کیا میں بھی اس طرح عبادت کر سکتا ہوں تو اُس نے جواب دیا کہ اس طرح نماز ادا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں مگر اس سے پہلے آپ اس دین کے بارے میں تو کچھ جان لیں جس دین میں یہ طریقۂ عبادت ہے۔ مجھے اس کی بات معقول نظر آئی اور میں اس کے ساتھ اس کے ایک دوست کے گھر گیا جہاں انہوں نے مجھے اسلام کے بارے میں بہت سی معلومات مہیا کیں۔ اس طرح مجھ میں اسلام کے بارے میں اور بہت کچھ جاننے کا تجسس پیدا ہوا۔ میں اُن سے اور دیگر علماء سے اسلام کے بارے میں بہت سوالات کرتا جن کا مجھے تسلی بخش جواب دیا جاتا' یوں میں چار دنوں کے اندر مسلمان ہو گیا۔

سوال اسلام سے متعلق کس چیز نے آپ کو سب سے زیادہ متاثر کیا یا کس خاص بات کی وجہ سے آپ نے مسلمان ہونے کا اِرادہ کیا؟

جواب اس سلسلے میں میرا جواب شاید آپ کے لیے دلچسپ ہو۔ جیسا کہ میں نے شروع میں کہا کہ میں انسان اور اس کی زندگی کے حقیقی مقاصد جاننا چاہتا تھا اور اِن سوالوں کے جواب مجھے کسی مذہب میں عقلی طور پر نہیں مل سکے۔ اس لیے میں کہہ سکتا ہوں کہ میرے اسلام لانے کا اصل سبب یہ ہے کہ مجھے انسان اور اُس کی زندگی کے اصل مقاصد جاننے کے لیے جو جوابات دیے گئے وہ سارے کے سارے عقلی اور منطقی تھے۔ یہی ایک بات میرے اسلام لانے کا سبب بنی۔ اگر تمام چیزیں ٹھیک ہوتیں اور ان میں سے ایک بھی بات غیر عقلی ملتی تو شاید میں کبھی مسلمان نہ ہو سکتا مگر تلاش بسیار کے باوجود اسلام میں مجھے کوئی بات غیر عقلی نہ مل سکی جس پر میں قائل ہو گیا کہ یہی وہ دین ہے جس کی مجھے تلاش تھی۔ یوں میں آج سے تقریباً بائیس برس قبل اسلام لے آیا۔ اُس وقت سے لے کر آج تک میں اسلامی تعلیمات کا ایک طالب علم ہی ہوں اور اس عظیم دین کی حقانیت مجھ پر روز بروز کھلتی جا رہی ہے۔

سوال اسلام کی جستجو میں آپ نے مراکش کے علاوہ کسی اور اسلامی ملک کا سفر کیا؟

جواب جی نہیں، ان دنوں میں نے صرف مراکش تک ہی سفر کیا تھا۔ کئی سال بعد میں نے مصر اور ملائشیا وغیرہ کا سفر اختیار کیا۔

سوال اسلام قبول کرنے کے بعد جب آپ واپس برطانیہ گئے تو گھر والوں کی جانب سے کس طرح کا ردعمل سامنے آیا؟

جواب تمام گھر والے حیران تھے کہ اتنی بڑی تبدیلی کیسے آ گئی۔ مجھے یاد ہے کہ رمضان کا مہینہ تھا اور میرے دوست مجھے کلب لے جانے کے لیے آئے تو اُس وقت انہیں پتا چلا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ اسلام لانے سے پہلے میں دوستوں کے ساتھ کلب جایا کرتا تھا، شراب نوشی کثرت سے کرتا تھا، اسی کام کے لیے میرے دوست مجھے لینے آئے مگر اس مرتبہ میں الحمدللہ روزے سے تھا اور ماضی کی زندگی سے یکسر کنارہ کش ہو چکا تھا۔

سوال والدہ کی جانب سے کیا ردعمل سامنے آیا؟

جواب حقیقت میں میری والدہ نے میرا بہت ساتھ دیا بلکہ جب میں انہیں اسلام کے بارے میں آگاہ کرتا تو وہ بہت غور سے میری بات سنتیں۔ ان کا اسلام کے بارے میں اپنا بھی مطالعہ تھا' چنانچہ 1997ء میں انہوں نے بھی اسلام قبول کرلیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد وہ ملائشیا گئیں کیونکہ میرے والد تو آسٹریلوی انگریز تھے مگر والدہ ڈچ یعنی ہالینڈ کی رہنے والی تھیں اور ہالینڈ کے باشندوں کا نوآبادیاتی دور سے انڈونیشیا اور ملائشیا سے قریبی تعلق ہے۔ میری والدہ اسلام قبول کرنے کے چند ماہ بعد ہی ملائشیا میں انتقال کر گئی تھیں۔ ان کی آخری رسومات مکمل اسلامی طریقے سے ادا کی گئیں کیونکہ ان کا انتقال مسلم ملک میں ہوا تھا' اس لیے میں اسے ان کی خوش قسمتی ہی کہوں گا۔

سوال آپ کے خاندان میں والدہ کے علاوہ اور کون مسلمان ہوا؟

جواب میری والدہ کے مسلمان ہو جانے کے چند ماہ بعد میرا چھوٹا بھائی بھی اسلام لے آیا۔ اس کا نام اب ہاشم ہے۔

سوال دائرہ اسلام میں آنے کے بعد آپ کی برطانیہ میں سماجی سرگرمیاں کیسی رہیں؟

جواب اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے باقاعدگی سے اسلام کا مطالعہ شروع کیا کیونکہ اسلام کے بے شمار وسیع شعبے ہیں۔ میرا یہ مطالعہ بائیس سال سے جاری ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں برطانیہ میں مسلمان ہونے والے نئے افراد کی مدد کرتا تھا' انہیں لٹریچر مہیا کرتا اور دیگر معاملات میں ان کی مدد وغیرہ کرتا۔ میں نے برطانیہ میں موجود کئی اسلامی تنظیموں میں کام کیا۔ برطانیہ کی اسلامک پارٹی میں باقاعدہ شمولیت اختیار کر لی۔ میں نے مشہور برطانوی مسلم ڈیوڈ موسیٰ پیڈ کاک یا داؤد موسیٰ کے ساتھ مل کر اس پارٹی میں کام کیا۔ اس کے علاوہ میں نے برطانیہ کی یونیورسٹی میں اسلام کے اقتصادی نظام سے متعلق بھی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد عربی زبان سیکھنے مصر کی جامعہ الازہر بھی گیا۔ یہاں سے قبرص کا سفر اختیار کیا اور وہاں کی درس گاہوں میں اسلام کے معاشی نظام سے متعلق علمی آگاہی حاصل کی۔ میں نے اسلامک فاؤنڈیشن

(یُو کے) کے جناب خرم مراد اور پروفیسر خورشید احمد سے کئی ملاقاتیں کیں اور ان سے خاصا استفادہ کیا۔

سوال اسلامک پارٹی میں آپ کی خدمات کا شعبہ کون سا تھا؟

جواب میں اسلامک پارٹی کے اقتصادی شعبے کی ترجمانی کے فرائض انجام دیتا رہا۔

سوال مستقبل میں آپ کے کیا منصوبے ہیں؟

جواب میں اسلام کے اقتصادی نظام سے متعلق کام کرنا چاہتا ہوں' کیونکہ تیسری دنیا خصوصاً مسلم ممالک کو مغربی اقتصادی نظام کے تحت لا کر انہیں تباہی سے دوچار کر دیا گیا ہے۔ سود کی تباہ کاریاں اب ہر جگہ دیکھنے میں آتی ہیں۔ معاشی تعمیر کے نام پر تخریب کاری کی جا رہی ہے۔ اِسی لیے میں نے اس شعبے میں کام کرنے کا عزم کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے اور دیگر مسلمان سکالروں کے تجربات سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے معاشی اور اقتصادی نظام پر کتابیں تالیف کروں تاکہ مسلمانوں کو مغربی اقتصادی نظام کی تباہ کاریوں سے آگاہ کیا جا سکے۔

[عبدالسلام ہینکن - ڈاور (برطانیہ)]



باب: ششم



خواتین اسلام کی دہلیز پر

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

میری پرورش چرچ آف انگلینڈ کے عقائد کے مطابق ہوئی اور مجھے یاد نہیں کہ چرچ آف انگلینڈ میں میری اتوار کی عبادت کبھی خطا ہوئی ہو۔ یہ مخصوص عبادت اب اس ملک میں ایک ادارے کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ علاوہ ازیں یہ وہ دن ہوتا تھا جب انسان کو مسلسل اس عبادت کی تاکید اور اس کے علاوہ کچھ اور نہ کرنے کی تلقین کی جاتی تھی۔ ''اتوار کو شرارتی بننے'' سے یوں سختی سے بار بار منع کیا جاتا تھا جیسے اتوار کو کوئی غلط حرکت کرنا دوسرے دنوں کی نسبت زیادہ بڑا گناہ ہو۔ اتوار کی صبح سب سے پہلا فرض چرچ جانا ہوتا تھا۔ جب میں مسیحی عقائد کے کچھ پہلوؤں پر بحث یا ان کے درست ہونے پر اعتراض کرنے لگی تو میرے سوالات اور دلائل کا کسی نے جواب نہ دیا بلکہ مجھ سے یہ کہا گیا کہ مذہب کے بارے میں ایسی پوچھ گچھ نامناسب ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ بائبل اللہ تعالیٰ نے لکھی ہے تو میں نے پوچھا کہ کیا یہ کتاب اللہ نے خود قلم سے لکھی ہے۔ اگر اس نے خود لکھی ہے، تو اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ کہاں ہے اور کیا کسی نے اسے یہ کتاب لکھتے ہوئے دیکھا ہے؟ ایسے سوالات سے میری نیک سیرت آیا خوف زدہ ہو جاتی تھی۔ میرے لیے ایسے مذہب پر عمل کرنا بے لطف اور انتہائی تکلیف دہ تھا جس کے بنیادی عقائد بھی اس قدر خلاف عقل اور ناقابل عمل ہوں۔ میں نہ صرف اپنے معبود سے محبت کا اظہار کرنا چاہتی تھی، بلکہ اس کے متعلق بھرپور دلچسپی رکھتی تھی اور اس کے بارے میں مزید جاننے کی مشتاق تھی کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ میں یہ نظریہ کبھی قبول نہ کر سکی کہ ایک قادر مطلق اور رحمٰن ورحیم اللہ عزوجل نے دنیا کو گناہوں کی سزا سے بچانے کے لیے اپنے بیٹے کو ذلت اور رسوائی کی موت مرنے دیا کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سولی پر لٹکائے جانے سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس عمل کی اجازت دینے والا رب (نعوذ باللہ) قادر مطلق ہو سکتا ہے نہ رحمٰن ورحیم کیونکہ قادر مطلق کو کسی انسان یا دوسری مخلوق کی امداد کی ضرورت نہیں پڑ سکتی اور رحمٰن ورحیم ایک مکمل طور پر معصوم انسان کو دوسرے خطا کار لوگوں کے گناہوں کے کفارے میں جان دیتے دیکھنا گوارا نہیں

کر سکتا۔ علاوہ ازیں اپنے اردگرد لوگوں کو ذوق وشوق سے گناہ کرتے دیکھ کر بھی پتہ چلتا تھا کہ اس معصوم انسان کی قربانی کے باوجود دنیا گناہوں سے پاک تو نہیں ہو سکی۔ جب اس موضوع پر دوسرے لوگوں سے بات ہوئی تو معلوم ہوا کہ ان لوگوں کی نصف تعداد جو عیسائی ہونے کے دعویدار ہیں' دراصل ان تمام عقائد پر ایمان نہیں رکھتی جن پر عیسائیت میں ایمان لانا ضروری ہے۔ وہ عقیدہ تبدیل کرنے یا اپنے بارے میں خود سوچنے کی تکلیف سے بچے رہنا چاہتے ہیں' اس لیے انہیں عیسائیت ہی مناسب لگتی ہے۔ اتوار کی سہ پہر کو مجھے عیسائیت کے بارے میں کچھ سوال وجواب سیکھنے پڑتے یا کوئی مذہبی نظم زبانی دہرانی پڑتی تھی۔ اس کی بجائے اگر مجھے اپنے خالق کے بارے میں کوئی نصیحت آموز باتیں بتا دی جاتیں تو کتنا اچھا ہوتا' مگر مجھے اس کی بجائے ایک ایسے مذہب کے عقائد طوطے کی طرح رٹوائے جاتے رہے جس پر میرا ایمان ہی نہ تھا۔

مجھے یہ اطمینان تھا کہ ابھی میری مسیحی توثیق کی رسم (Confirmation) [1] عمل میں نہیں آئی کیونکہ یہ عمل میرے لیے خاصا تکلیف دہ ثابت ہوتا۔ اس کے بعد تو عیسائیت سے آسانی سے خلاصی تقریباً ناممکن ہو جاتی۔ مجھے ''عیسیٰ (علیہ السلام) کے جسم اور خون'' جیسے الفاظ کی تکرار بالکل اچھی نہیں لگتی تھی اگرچہ کیتھولک مذہب کے برعکس پروٹسٹنٹ مذہب میں ''جسم اور خون'' کے الفاظ اصطلاحاً اور تمثیلاً استعمال ہوتے ہیں۔ اس مذہبی رسم کے خیال سے میں بہت پریشان تھی مگر میں نے خفیہ طور پر یہ تہیہ کر رکھا تھا کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے میں اپنی مسیحی توثیق نہیں کراؤں گی کیونکہ مجھے ان رسومات سے نفرت تھی۔ اتوار کی شام مقدس گیتوں پر ختم ہوتی تھی اور اس اجتماعی گلوکاری میں شمولیت لازمی تھی۔ اس کی خلاف ورزی کو سخت نافرمانی سمجھا جاتا تھا اور کہا جاتا تھا کہ جو بچہ اس میں شامل نہ ہو سکے اسے شام ہوتے ہی فی الفور سو جانا چاہیے۔ اس طرح اتوار کا دن بہت طویل اور مشقت طلب بن جاتا تھا کیونکہ اس دن گفتگو' طرز عمل' مصروفیات' عبادات' غرض سب کچھ مخصوص انداز میں کرنا پڑتا تھا۔ ان تکلفات سے میں اتنی

---

[1] رومی' یونانی اور انگلستانی کلیساؤں کی ایک مذہبی رسم جس میں بشپ بپتسمہ دیتے ہوئے اشخاص کے سروں پر ہاتھ رکھ کر ان کے عیسائی ہونے کی توثیق کرتا ہے اور اس طرح انہیں عیسائی مراعات کا حقدار بناتا ہے۔

بیزار ہوگئی کہ اتوار کے اختتام پر میرا طرزِ عمل باقی دنوں سے بدتر ہو جاتا۔

مجھے بائبل بالکل اچھی نہیں لگتی تھی۔ اس سے مجھے سکون ملتا نہ تسلی ہوتی اور نہ کسی قسم کا کوئی فائدہ حاصل ہوتا تھا۔ جب میں بڑی ہوئی تو مجھے اس میں اتنے تضادات' غیر معقول قصے کہانیاں اور ناممکن باتیں نظر آنے لگیں کہ اس کے مطالعہ سے راحت اور سکون کی بجائے دکھ اور نفرت کے جذبات دل میں ابھرنے لگے۔ جن لوگوں کو اس کی وضاحت اور ترجمانی کا اہل سمجھا جاتا تھا (مثلاً پادری وغیرہ) وہ میرے سوالات کے جوابات دینے سے قاصر تھے' اس لیے میں سمجھتی تھی کہ اس کتاب کا کیا فائدہ جس میں ایسی کہانیاں' قصے اور خیالی باتیں بھری ہوئی ہیں جن کی وضاحت کوئی نہیں کر سکتا۔ بائبل دراصل درجنوں مختلف مصنفین کی تصنیف ہے۔ سائنس اور علم الارضیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آغازِ تخلیق' کا تذکرہ جس طرح بائبل کے باب پیدائش میں ہے وہ قطعاً ناممکن ہے۔ جب یہ ثبوت بھی فراہم ہوگیا ہے کہ شاہ داود نے مذہبی گیت کبھی نہیں لکھے تھے [1] اور اس طرح کے بعض دوسرے حصے جن لوگوں سے منسوب ہیں انہوں نے یہ تحریریں ہرگز نہیں لکھی تھیں۔ اس طرح بائبل اختراع کرنے میں چونکہ اتنے لوگوں کا ہاتھ ہے تو کس کس کی بات پر یقین کیا جا سکتا ہے۔ بائبل کے برعکس اسلام کی مقدس کتاب قرآن حکیم صرف ایک فرد یعنی حضرت محمد ﷺ کے توسط سے ہم تک پہنچی ہے۔ بائبل کی طرح اس میں کبھی کوئی ردوبدل' تحریف' ترمیم وغیرہ نہیں ہوئی۔ کسی نے اس کی تلخیص پیش کی ہے نہ کوئی خود ساختہ بات اس میں شامل کی گئی ہے' لہٰذا یہ اپنی خالص' غیر متغیر اصل حالت میں آج بھی موجود ہے۔ قرآن حکیم سے اسی بنا پر میں بہت متاثر ہوئی۔ اسلام کے نظریے نے میرے دل کو متاثر کیا' چنانچہ یہی چند وجوہات ہیں جن کی بنا پر میں نے اسلام قبول کیا' جو کہ باعث سکون و فلاح ہے اور تباہی و بربادی سے بچاتا ہے۔ میں نے عیسائیت کو اس لیے چھوڑ دیا کہ اس کے مطالعہ

---

[1] حضرت داود علیہ السلام پر زبور نازل ہوئی تھی جو سچی آسمانی کتاب تھی' تاہم بائبل میں تحریف کے باعث اس میں شامل زبور یا مزامیر داود کی صحت مشکوک ہے۔ اسی لیے بائبل میں داود علیہ السلام کو ایک نبی کے بجائے محض بادشاہ کہا گیا ہے۔ (م ف)

میں پہلے لفظ سے لے کر آخر تک کوئی ایسی بات نظر نہ آئی جو محرک عمل اور حوصلہ افزا ہو اور سماجی اور اخلاقی رفعت کا احساس دلا سکے۔ [1]

[امینہ اینی سپیجٹ' ایک انگریز خاتون]
(Ameena Annie spieget, An English Lady)

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

مجھ سے پوچھا گیا ہے کہ میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟ میرے اسلام لانے کی چند وجوہات درج ذیل ہیں:

پہلی بات یہ ہے کہ مجھے یقین ہے کہ آج کے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات پر عمل نہیں کر رہے جبکہ انہوں نے میرے ایمان کے مطابق وہی تعلیم دی ہے جو حضرت موسیٰ' حضرت ابراہیم اور دوسرے انبیاء علیہم السلام نے دی اور یہی تعلیم اسلام کی ہے جس کے معنی ہیں کہ (اپنے آپ کو) اللہ کی رضامندی کے حوالے کر دینا اور رنگ و نسل سے بالاتر عالمگیر اخوتِ انسانی کا قیام عمل میں لانا۔ انسانیت کی نجات کے لیے اللہ تعالیٰ کا زمین پر اتر آنے کا عیسائی نظریہ میری سمجھ میں نہیں آسکا۔ یقیناً نجات کا احسن طریقہ یہ ہے کہ انسان محنت' لگن اور عبادت سے اپنے آپ کو اللہ کے حضور پیش کرے۔ مزید برآں عیسائی عقائد کے مطابق اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام (نعوذ باللہ) خدا تھے تو پھر وہ ہمیشہ کیوں کہتے رہے: ''اے اللہ! مرضی میری نہیں تیری چلے گی۔'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بار بار اپنے پیروکاروں کو بتایا کہ میں تو اللہ کی مرضی کے بغیر کچھ بھی نہیں کرسکتا۔ آپ تو گتھسیمنی (Gethsemane) [2] کے باغ میں ساری ساری رات اللہ سے ہمت اور حوصلہ عطا کرنے کی دعائیں کرتے رہتے تھے اور بعض اوقات بے چین ہو کر پکار اٹھتے: ''میرے مالک تو نے مجھے بے یار و مددگار کیوں چھوڑ دیا؟''

علاوہ ازیں کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی دائیں جانب تشریف فرما ہیں' یہ کیسے ممکن

---

① ''اسلامک ریویو' جون 1991ء ج:7' ش:6' ص:204-206

② یروشلم کے قریب وہ باغ جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دھوکا دیا گیا تھا۔

ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام یہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی خدا ہیں۔ انہیں خدا کہنا سراسر حماقت ہے۔ میرے خیال میں اللہ تعالیٰ سب سے اعلیٰ، پوری کائنات پر محیط اور بہت محبت کرنے والا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو اللہ کے پیغمبر ہیں جو حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی طرح لوگوں کو راہِ ہدایت دکھانے کے لیے بھیجے گئے تھے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانیت کی فلاح کے لیے انہی قوانین کی تعلیم دینے کے لیے بھیجا گیا اور مجھے یقین ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمیت تمام انبیاء علیہم السلام دین اسلام ہی کی تعلیم دینے کے لیے آئے جس کے معنی ہیں ''اپنے آپ کو اللہ کی رضا کے سپرد کر دینا۔'' آج اسلام کے ذریعے سے انسان حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی تعلیمات پر صحیح معنوں میں عمل کر سکتا ہے نہ کہ اس طریقے کے مطابق جس پر دورِ حاضر کے یہود و نصاریٰ کاربند ہیں۔ اسی بنا پر ہم مسلمان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اصل تعلیمات پر عمل پیرا ہیں جب کہ وہ لوگ غلط فہمی کی بنا پر گمراہی میں مبتلا ہیں۔

اب بحیثیت مسلمان میرا نقطۂ نظر یہ ہے کہ میں تمام انبیاء کو محترم سمجھ کر ان سب کے لیے علیہم السلام کہہ سکتی ہوں کیونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح انہوں نے بھی حیّ و قیّوم ربِ کائنات کی رضا کے آگے جھک جانے کا درس دیا اور جارحیت کی بجائے رواداری اور امن کا پیغام دیا۔ ایمان باللہ پر استقامت سکھائی اور یہ یقین دلایا کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ ہماری بھلائی کس بات میں ہے۔ علاوہ ازیں ہمیں بچوں پر شفقت کرنا اور سچائی کے لیے دکھ جھیلنا سکھایا۔

دین سے غفلت اور اس کی تعلیمات پر صحیح معنوں میں عمل نہ کرنے سے قوموں کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے ہیں۔ لوگ صرف اس بات پر دوسروں سے تعصب رکھنے لگے ہیں کہ وہ ان کے انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات پر عمل نہیں کرتے۔ لیکن اسلام میں رواداری جیسی امتیازی خوبیاں ہیں اور اس کی عالمگیر اخوتِ انسانی کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ پس میں کہہ سکتی ہوں کہ میں نے اسلام اس لیے قبول کیا کہ یہ اللہ اور اس کے منصوبۂ ربوبیّت کے بارے میں میرے خیالات کے مطابق ہے۔ یہ واحد دین ہے جسے میں سمجھ سکتی ہوں۔ دراصل یہ اتنا سادہ اور حسین ہے کہ ایک

بچہ بھی اسے بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ ربنا لک الحمد[1]

[آمنہ لی فلیمنگ]

(Amina Le Fleming)

میرا انتخاب اسلام

1928ء میں ایک دن میرے بیٹے نے آبدیدہ ہو کر کہا: ''میں مزید عیسائی نہیں رہنا چاہتا۔ میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔ اور امی! آپ بھی میرے ساتھ یہ نیا مذہب اپنالیں۔''

یہ وہ پہلا موقع تھا جب مجھے اسلام سے ناتا جوڑنا پڑا۔ کئی سال بعد میرا رابطہ برلن (Berlin) کی مسجد کے امام صاحب سے ہوا جنہوں نے مجھے اسلام سے متعارف کروایا۔ میں نے یہ تسلیم کرلیا کہ اسلام ہی میرے لیے سچا مذہب ہے۔ میرے لیے 20 سال کی عمر میں بھی عیسائیت کے نظریۂ تثلیث پر ایمان لانا مشکل تھا۔ اسلام کا مطالعہ کرنے کے بعد میں نے رومن کیتھولک رسم کے مطابق پادری کے سامنے اعتراف گناہ ''تقدس مآب'' پوپ کے اقتدار اعلیٰ اور بپتسمہ جیسی رسوم کو بھی مسترد کر دیا اور اس طرح میں ایک مسلم خاتون بن گئی۔ میرے آباؤاجداد عیسائیت کے مخلص معتقد تھے۔ میری پرورش اور تربیت عیسائیوں کے دینی تعلیمات کے ایک ادارے میں ہوئی' لہٰذا مجھے زندگی کے بارے میں مذہبی انداز فکر گویا ورثے میں ملا۔ اس کا تقاضا یہ تھا کہ میں خود کو کسی نہ کسی دینی نظام سے وابستہ کردوں۔ میں واقعی بہت خوش قسمت تھی کہ مجھے دین اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کر کے حقیقی سکون مل گیا۔ آج میں ایک خوش بخت دادی اماں ہوں' اس وجہ سے میں یہ دعویٰ کرسکتی ہوں کہ میرا پوتا بھی مسلمان پیدا ہوا۔ ﴿وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''اور اللہ جسے چاہتا سیدھی راہ دکھا دیتا ہے۔''[2]

[مسز آمنہ موسلر' جرمنی]

(Mrs. Amina Mosler, Germany)

---

① اسلامک ریویو' اکتوبر 1935ء ج:23' ش:10' ص:362,361

② دی مسلم ورلڈ لیگ جرنل' مارچ 1974ء ص:48

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

کئی دوسرے امریکی نومسلموں کی طرح میں بھی ایک عیسائی پس منظر سے نکل کر دائرۂ اسلام میں داخل ہوئی۔ ان دو مذاہب کے درمیان دراصل کئی باتیں مشترک ہیں جو باہم ملتی جلتی ہیں۔ دونوں مذاہب اپنی اصل حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منسوب کرتے ہیں۔ دونوں کا آغاز مشرق وسطیٰ سے ہوا۔ ان دونوں مذاہب کے پیروکاروں نے ابتدا میں بہت مشکلات دیکھیں۔ دونوں مذاہب کا ایک ایک نبی ہے اور ان کی تعلیمات ان مذاہب کی بنیاد ہیں۔

ایک عیسائی کی حیثیت سے مجھے یہ بتایا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (نعوذ باللہ) اللہ عزوجل کے بیٹے ہیں۔ ان کی تعلیمات پر یہ عقیدہ حاوی تھا یعنی پیغام سے زیادہ پیغمبر کی اہمیت تھی۔ اسلام میں یہ صورت حال نہیں ہے۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا پیغام وصول کیا اور اس کی اشاعت کا وسیلہ بن گئے مگر انہوں نے پیغام کی اہمیت کو کم نہ ہونے دیا۔ آپ کی زندگی مثالی ہے اور ہم سب مسلمان اسی طرح اللہ کے پیغام کو اپنی زندگی پر نافذ کرنے کے پابند ہیں جس طرح نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی پر نافذ کیا۔ آپ کا طرز حیات اور مخصوص حالات میں آپ کا طریقِ کار مسلمانوں کے لیے ایسی مثالیں اور ایسا نمونہ پیش کرتے ہیں جن پر ہم اپنے اعمال کی بنیاد استوار کر سکتے ہیں۔ ہم اس نمونے کی پیروی صرف اللہ کی بہترین طریقے سے اطاعت کرنے کے لیے کرتے ہیں نہ کہ محض پیروی کو مقصد سمجھتے ہیں، مثلاً میں نے اسلام کئی وجوہ کی بنا پر قبول کیا۔ پہلی وجہ قرآن حکیم کی بنیادی صداقت تھی۔ کالج میں جب پہلی بار میں نے قرآن حکیم پڑھا تو اس کے حسنِ بیان اور جامعیت نے مجھے بہت متاثر کیا۔ اسلام کا ایک امتیازی طرز حیات ہے اور اسلامی طرز حیات کا بہترین نمونہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ہے۔ جب میں نے اسلام کا مطالعہ کیا تو آپ کے بارے میں بھی معلومات مجھے مل گئیں۔

تقریباً 4 سال قبل جب میں نے کلمۂ شہادت پڑھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ میں نے اسلام کو اللہ کا دین اور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دین کا بہترین عملی نمونہ تسلیم کر لیا تھا۔ میں جانتی تھی کہ میرا

طرز حیات بدل جائے گا اور میرے دوستوں اور میرے خاندان کی طرف سے میرے لیے مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ آگے جو کچھ ہونا تھا اس کے بارے میں میرا اندازہ درست نہ نکلا۔

اس ملک کے بیشتر مسلمان باشندے امریکی نژاد نہیں ہیں۔ کئی ایسے خوش نصیب ہیں جو بعض ایسے معاشروں میں رہ کر آئے ہیں جو اگر مکمل طور پر اسلامی نہ تھے تو کم از کم اسلام سے انہیں واقفیت تو تھی۔ جیسا کہ ہم سب کو علم ہے کہ امریکہ میں اسلام سے اتنی واقفیت نہیں ہے۔

جب میں مسلمان ہوئی تو یہ توقع نہ تھی کہ مجھے فوراً اپنے دین میں مہارت حاصل ہو جائے گی لیکن اب شاید ہی کوئی دن ایسا ہو جب کوئی غیر مسلم اس دین کے حوالے سے مجھ سے سوال جواب کا تقاضا نہ کرتا ہو۔ یہ توقع نہ تھی کہ مجھے یوں ہراساں کیا جائے گا مگر اب انتہا پسند عیسائی باقاعدہ مجھے مخاطب کر کے آزردہ باتیں کرتے ہیں اور کئی دوسری باتوں کے علاوہ جہنم میں جانے کی بددعا بھی دیتے ہیں۔ مجھے اس قدر تعصب کی امید نہ تھی، پھر بھی تنگ نظر لوگ جو حجاب کے باعث میرا چہرہ نہیں دیکھ سکتے، مجھ سے اکثر گستاخانہ اور تعصب کا سلوک کرتے ہیں۔

مختصر یہ کہ اسلام قبول کرنیوالے افراد میتھوڈسٹ [1] سے پریسبیٹیرین (Presbyterian) [2] فرقہ اختیار کرنے والوں سے کہیں زیادہ مشکلات میں مبتلا ہوتے ہیں۔ کچھ دن ایسے ہوتے ہیں جب مسلمان کے طور پر رہنا آسان ہو جاتا ہے اور یہ آسانی ان دنوں ہوتی ہے جن دنوں میں مسجد جا کر دوسرے مسلمان بھائیوں سے ملتی ہوں اور مجھے پتہ چلتا ہے کہ صرف میں ہی اسلام کی خاطر مشکلات کا سامنا کرنے والی نہیں ہوں بلکہ میرے علاوہ کئی لوگ اور بھی ہیں۔ مسجد کے ماحول میں روزمرہ کی زندگی کی ان مشکلات کو بھلا دینا آسان ہو جاتا ہے۔

لیکن کچھ دن ایسے بھی ہوتے ہیں جب اسلام سے وابستہ رہنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہوں کہ مجھے قوت اور صبر عطا فرمائے۔ مجھے یہ توقع نہ تھی کہ غیر مسلم مجھ

---

① پروٹسٹنٹ مسیحی فرقہ جو قربت الٰہی اور خدمت خلق پر زور دیتا ہے۔ یہ 1791ء میں کلیسائے انگلستان (چرچ آف انگلینڈ) سے الگ ہوا اور امریکہ میں خاصا پھولا پھلا۔ (م ف)

② مسیحی فرقہ جس کے تمام عہدیدار مساوی مرتبہ رکھتے ہیں، بالخصوص نیشنل چرچ آف سکاٹ لینڈ۔

سے نہ صرف اسلام کے بنیادی اصولوں کے بارے میں بلکہ فروعات اور جزئیات کے بارے میں بھی بار بار پوچھیں گے۔ میں ان سوالوں کا جواب دیتے دیتے اُکتا جاتی ہوں کہ میں حجاب کیوں پہنتی ہوں؟ شراب کیوں نہیں پیتی؟ یا رائی (Rye) کے خصوصی لنچ کے ساتھ خنزیر کا گوشت کیوں نہیں کھاتی؟ مجھے یاد ہے کہ جب مورمن (Mormon) فرقے سے تعلق رکھنے والے میرے افسر نے مجھ سے پوچھا کہ میں کون سے چرچ سے وابستہ ہوں تو مجھے کتنا پریشان ہونا پڑا۔ اس کے بعد دو گھنٹے ہماری گفتگو ہوئی' اس کا موضوع اسلام کی مبادیات بھی تھیں اور کچھ ایسے مسائل بھی تھے جن پر بحث کے لیے میں اس وقت تیار نہ تھی۔

ایسے دنوں کے بعد کبھی کبھی مجھے اپنے آپ پر ترس آنے لگتا ہے۔ جب ایسا ہوتا ہے تو ہمیشہ مجھے اسلام کے ابتدائی دنوں میں نبیٔ کریم ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی مشکلات یاد آجاتی ہیں۔ جس ہمت کا مظاہرہ آپ نے کیا اور جو صبر اور حکمت اللہ تعالیٰ نے ایسے مواقع پر آپ کو عطا کی اس کے خیال سے مجھے تسکین ملتی ہے۔

جہاں اس وقت امریکہ کا ایک اسلامی ریاست بننا بہت مشکل نظر آتا ہے وہاں اتنا ضرور ہے کہ مسلمانوں کی تعداد یہاں بڑھ رہی ہے اور جو جنگیں ہم مسلمانوں کو یہاں لڑنا پڑ رہی ہیں وہ اسلحہ کی جنگیں نہیں ہیں بلکہ جہالت اور غلط فہمیوں کی جنگیں ہیں۔ نبیٔ اکرم ﷺ کے ذمے ان لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچانا تھا جو اس کے شدید مخالف تھے' اور آپ کو روایت کا سہارا بھی حاصل نہ تھا جیسا کہ ہمیں حاصل ہے۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ آپ کے سامنے کوئی مثال یا نمونہ نہ تھا' جب کہ ہمارے سامنے (آپ کا) اسوۂ حسنہ موجود ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے دنیا کو قرآن عطا کیا تو اس نے یہ کتاب ایک ایسے انسان کی وساطت سے عطا کی جس کی زندگی تنقید اور الزامات سے بالاتر تھی۔ مسلمانوں کو آج امریکہ یا کہیں اور جتنی بھی آزمائشوں کا سامنا ہے ان سے بڑی آزمائشوں کا سامنا خود رسول اکرم ﷺ کو کرنا پڑا۔ آج ہم جس قدر مجبور و بے بس ہیں اس سے کہیں زیادہ نبیٔ اکرم ﷺ اور آپ کے پیروکاروں کو بے بسی کا سامنا کرنا پڑا۔

پس رسول اکرم ﷺ ہمارے لیے بہترین مثال اور قابل اتباع نمونہ ہیں۔ ہم رسول اکرم ﷺ کی زندگی پر جب نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں اللہ کی عظمت کا ایک اور پہلو بھی نظر آتا ہے۔ یہ اسی کی مہربانی ہے کہ اس نے ہمیں رسول اکرم ﷺ جیسا اسوۂ حسنہ عطا کیا۔ اللہ عزّ وجل کی خصوصی عنایت اور مہربانی سے آپ نے ہمارے لیے مثالی زندگی بسر کی۔ ہمیں بہت سی مشکلات کا سامنا ہے مگر ہم ان مشکلات میں بے یارومددگار نہیں ہیں۔ ہمیں اللہ نے اپنی مرضی کے مطابق عمل کرنے کی توفیق اور طاقت عطا کی ہے۔ اس توفیق اور طاقت سے کامیابی حاصل کرنے کے لیے کامل نمونہ اور اعلیٰ مثال حضرت محمد ﷺ کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ ①

[عائشہ ڈکرسن]

(Aishah Dickerson)

میں مسلمان کیوں ہوئی؟

پہلے میں نے کئی مذاہب کا مطالعہ کیا اور جانچ پڑتال کی مگر مجھے یہ بھی پتہ نہ چل سکا کہ میں کس جگہ کھڑی ہوں۔ مجھے یوں لگتا تھا جیسے میں ہوا کے دوش پر ادھر اُدھر اڑتا ہوا تنکا ہوں جو پتہ نہیں کہاں جا گرے گا۔ میں سوچتی تھی یہ سب مذہب سچے کیوں کر ہو سکتے ہیں؟ میں محسوس کرتی تھی کہ ان میں سے ایک مذہب ضرور سچا ہوگا مگر یہ علم نہ تھا کہ وہ کون سا ہے؟ مجھے وہ بات کسی میں بھی نظر نہیں آئی جس کی مجھے تلاش تھی۔ بالآخر میں نے اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور مجھے سکون، دلجمعی اور قناعت نصیب ہوگئی۔ آسمان سے گرنے والی بجلی کے شرارے کی طرح یہ حقیقت میرے دل میں اتر گئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا سچا پیغام وقتاً فوقتاً مختلف انبیائے کرام علیہم السلام کی وساطت سے ہم تک پہنچایا۔ حضرت محمد ﷺ آخری رسول بن کر تشریف لائے، پھر اس کے بعد یہ سلسلۂ انبیاء ختم ہوگیا کیونکہ اللہ کا پیغام مکمل ہوگیا ہے۔ چونکہ اب مزید

① یقین انٹرنیشنل، 22 فروری 1986ء، ج:34، ش:20، ص:236,237

کوئی پیغام ضروری نہیں، لہٰذا یہ سلسلہ ختم کر دیا گیا۔

انسان نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے پیغامِ حق کو اپنے گناہوں سے آلودہ کر دیا ہے، اس لیے اسلام سے پہلے کے مذاہب وادیان (یہودیت، عیسائیت وغیرہ) مسخ شدہ شکل میں ہم تک پہنچے ہیں جبکہ ہم انہیں سچا دین سمجھتے رہے لیکن جب سچا دین اسلام ابدی حقائق کے ساتھ رُونما ہوا تو سب دین منسوخ ہو گئے۔ اب جب ہم پیچھے مڑ کر اپنے سابقہ عقائد کو دیکھتے ہیں تو افسوس ہوتا ہے کہ پادریوں نے اپنے مفادات کی خاطر ہمیں ایک خود ساختہ مذہب کا پابند بنائے رکھا۔ یقیناً ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب نازل ہوگا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ دین اسلام ہمارے قدرتی ماحول کے لیے انتہائی موزوں ہے، یعنی دن، رات، سورج، چاند، ہوا اور بارش کے علاوہ اہل بصیرت کے لیے لاکھوں دوسری نشانیاں فراہم کرتا ہے۔ مگر ہم میں سے کچھ لوگ اتنے بے بصیرت اور متکبر ہیں اور خود غرضی اور دولت پرستی میں اس قدر مبتلا ہیں کہ انہیں قدرت کی یہ نشانیاں نظر نہیں آتیں۔ ایک دن ایسا ضرور آئے گا جب ہم سب اسلام کی صداقت کو واضح طور پر دیکھ سکیں گے مگر اس وقت کچھ کرنے کا وقت گزر چکا ہوگا۔ [1]

[پہلی آسٹریلوی خاتون جنہوں نے 1930ء میں علانیہ اسلام قبول کیا]

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

''عیسائیت سے اسلام تک کا سفر''

[محترمہ عائشہ بریجٹ ہنی ''Ayeshah Bridget Honey'' سے ایک انٹرویو]

سوال آپ نے کب اور کس عمر میں اسلام قبول کیا؟

جواب ساڑھے تین سال قبل اللہ تعالیٰ نے مجھے نورِ ہدایت عطا کیا۔ اس وقت میری عمر 21 برس تھی۔

---

① مسلم وائس، فیجی۔ اگست، ستمبر 1982ء

سوال مہربانی فرما کر ہمیں بتائیں کہ آپ نے اسلام کیسے قبول کیا؟

جواب میں جس گھرانے میں پیدا ہوئی اور تربیت پائی وہ مذہبی نقطۂ نظر سے عام برطانوی گھرانوں سے مختلف نہ تھا۔ میری والدہ مذہباً عیسائی ہیں مگر وہ عیسائیت کی عبادات اور رسوم پر عمل نہیں کرتیں۔ تاہم میرے والد کو کسی مذہب پر یقین نہیں تھا۔ بچپن میں، میں نے ایک دینی درسگاہ میں تعلیم حاصل کی اور ان مضامین کا مطالعہ کیا جو انگلینڈ کے چرچ سکولوں میں پڑھائے جاتے ہیں۔ عموماً ہماری گفتگو کا مذہب سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا تھا۔ جہاں تک مجھے یاد ہے بچپن میں، میں نے اپنے گھر میں کبھی اللہ عزوجل کا نام نہیں سنا۔

میں چرچ سکول کی تعلیم کے دوران میں عیسائیت کے بعض بنیادی عقائد سے کبھی مطمئن نہ ہوسکی، خصوصاً نظریۂ تثلیث اور نظریۂ کفارہ میری سمجھ میں نہ آسکے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کے گناہوں کے کفارے کے طور پر اپنی جان دے دی۔ ان نظریات کے بارے میں، میں نے کئی مباحث اور دلائل سنے مگر جو کچھ میں نے سنا وہ محض حقیقت کا ایک پہلو تھا جب کہ میں مکمل حقیقت کو جاننا چاہتی تھی۔ میرا اسکول ایک عیسائی سکول تھا مگر میں وہاں سے منکر بن کر نکلی۔

مجھے فلسفے کے مطالعے کا بے حد شوق تھا اور سچائی تک رسائی کی تڑپ دل میں موجود تھی۔ جب 15 سال کی عمر میں، میں نے چینی فلسفی تاؤ (Tao) کی کتاب ''تاؤتہ چنگ'' (Taoteh Ching) پڑھی تو میں اس کے خیالات سے بہت متاثر ہوئی۔ پھر جب مجھے بدھ مت کے بارے میں کچھ تعارفی معلومات فراہم ہوئیں تو میں نے تاؤمت اور بدھ مت دونوں کے فلسفیانہ اعتقادات کا گہرا مطالعہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ میں نے چین جا کر چینی زبان سیکھنے کا ارادہ بھی کیا مگر 15 سال کی لڑکی جس کے پاس پیسے وغیرہ بھی نہ ہوں، اس کے لیے اتنا لمبا سفر ممکن نہ تھا۔ میری عمر 17 سال ہوئی تو میں نے کینیڈا جا کر وہاں دو سال تک کام کیا اور اتنی رقم کمالی کہ اپنی تعلیم جاری رکھ سکوں۔ میرا پروگرام سیکنڈری سکول کی سند حاصل کرنا تھا تاکہ مجھے چینی زبان سیکھنے کے لیے کسی یونیورسٹی میں داخلہ مل سکے۔

کینیڈا میں مجھے ہندومت کے فلسفے کا پتہ چلا اور میں نے ہندوؤں کی مقدس کتابیں پڑھ

ڈالیں۔ تینوں مذاہب یعنی تاؤمت' بدھ مت اور ہندومت کے نظریات جواب تک میں نے پڑھ لیے تھے ان میں مجھے حسن' گہرائی اور ترفع تو نظر آیا مگر ان میں سے کوئی بھی میرے ذہن یا جذبات کو مطمئن نہ کر سکا۔ اس وسیع وعریض کائنات میں اور روزمرہ کی زندگی میں جہاں لوگ اکٹھے رہ رہے ہیں' یہ تینوں نظریات توازن یا استحکام حاصل نہیں کر سکتے بلکہ پوری طرح ناکام ہیں کیونکہ وہ زندگی کے کسی نہ کسی پہلو کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ تاؤمت فلسفے کا بانی درویش اور جوگی بن کر دنیا کے دور دراز علاقوں تک پھرتا رہا۔ بدھ نے حق کی تلاش میں اپنی بیوی اور خاندان کو چھوڑ دیا۔ ہندوؤں کی کتابیں بنیادی طور پر فقط اخلاقیات سے تعلق رکھتی ہیں' مگر کیا اجتماعی معاشرتی زندگی کے تمام انسانی نظریات محض بے بنیاد توہّمات ہیں؟ (ہندو فلسفہ تو انھیں بے بنیاد توہّم ہی قرار دیتا ہے) اس سوال نے مجھے پریشان کر دیا اور میں ان میں سے کسی بھی فلسفے کو فلسفۂ حیات کے طور پر قبول نہ کر سکی۔ اب میرا مسئلہ یہ تھا کہ میں کس بات پر یقین کروں؟ میں سوچنے لگی کہ زندگی کی حقیقت کیا ہے؟ کیا زندگی کچھ لوگوں کے کہنے کے مطابق محض ایک حادثے کا نتیجہ ہے؟ اس بے چینی اور پریشانی کی وجہ سے میری راتوں کی نیند حرام ہوگئی۔

اس ذہنی کیفیت کے باعث میری سیکنڈری امتحان میں کامیابی اور لندن یونیورسٹی میں میرا داخلہ بھی بے مقصد ٹھہرا' چینی زبان کی تعلیم کا شوق بھی جاتا رہا۔ یہ درست ہے کہ میں نے چینی زبان سیکھنے کی حسرت پوری کر لی' مگر جس سچائی کی مجھے تلاش تھی وہ ابھی بہت دور نظر آتی تھی۔

یونیورسٹی میں داخلہ لینے کے بعد مجھے مسلمانوں سے متعارف ہونے کا موقع ملا۔ اس سے پہلے میں نے اسلام کے بارے میں کچھ سنا تھا نہ پڑھا تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ دوسرے تمام اہل مغرب کی طرح اسلام کے بارے میں میرے دل میں بھی کئی تعصّبات اور غلط فہمیاں موجود تھیں۔ مسلمان طلبہ نے بہت پرسکون اور شائستہ انداز میں اپنے بنیادی عقائد مجھے سمجھائے۔ انہوں نے میرے تمام اعتراضات کے جواب دیے اور مجھے پڑھنے کو کچھ کتابیں بھی دیں۔ شروع میں صرف فارغ وقت میں' میں ان کتابوں کی ورق گردانی کرتی رہی۔ مجھے یہ تفریح طبع اور تحقیر وتنقید کا ذریعہ لگتی تھیں لیکن جب میں نے ان کتب کے بعض حصوں کا بغور مطالعہ کیا تو اس

سے اسلام کے بارے میں میرے شکوک وشبہات رفتہ رفتہ کم ہونے لگے۔

پھر میں نے ان کتابوں کو پوری توجہ سے پڑھنا شروع کیا۔ ان کے اندازِ تحریر اور تشریح و توضیح کی جدت نے مجھے حیران کر دیا۔ خالق، مخلوق اور موت کے بعد کی زندگی کے بارے میں ان کے دلائل کی معقولیت نے مجھے بہت متاثر کیا۔

اس کے بعد مسلمان طلبہ نے مجھے قرآن حکیم کا انگریزی ترجمہ دیا۔ میں لاکھ کوشش بھی کروں تو وہ تاثر بیان نہیں کر سکتی جو اس کتاب عظیم کے مطالعے سے میرے دل پر مرتب ہوا۔ تیسری سورت کا مطالعہ ختم کرنے سے پہلے ہی میں بے اختیار اپنے خالق کے حضور سجدہ ریز ہوگئی۔ یہ میری پہلی نماز تھی اور اس وقت سے لے کر اب تک میں الحمدللہ مسلمان ہوں۔ اسلام کے بارے میں علم ہونے کے بعد تین ماہ سے بھی کم عرصے میں، میں نے اسلام قبول کر لیا، اس لیے شروع میں مجھے اس کے بنیادی تصورات سے زیادہ کچھ علم نہ تھا۔ اس کے بعد اپنے مسلمان بھائیوں سے میرے سوالات کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا اور ان کے ساتھ میں نے ان سولات کے متعلق مفصل بحث کی۔

مجھ سے اکثر میرے قبول اسلام کے اہم اسباب کے بارے میں پوچھا جاتا ہے۔ اس سوال کا جواب دینا میرے لیے خاصہ مشکل ہے کیونکہ ایک یورپی مسلمان کے قول کے مطابق اسلام ایک مکمل اور جامع ہندسی شکل ہے جس کا ہر حصہ دوسرے حصے کی تکمیل کرتا ہے اور اس کا اصل حسن ان حصوں کی ہم آہنگی اور معنویت میں مضمر ہے اور اسلام کی یہی خوبی ہے جو انسانوں کو بہت زیادہ متاثر کرتی ہے۔ فاصلے سے دیکھا جائے تو عمومی باتوں میں اسلام کی گہری بصیرت، اس کے مقاصد و اعمال اور اسلامی ریاست کی وضاحت آپ کو حیران کر دے گی اور اگر آپ قریب ہو کر اس کی جزئیات کو دیکھیں تو یہ آپ کو سماجی زندگی کا ایک بے مثال رہنما نظر آئے گا کیونکہ اس کی بنیاد راست بازی اور سچے اخلاقی اصولوں پر قائم ہے۔ مسلمان ہر کام اللہ کے نام سے شروع کرتا ہے اور جب وہ اللہ کو یاد کرتا ہے تو اپنا جائزہ لیتا ہے اور اخلاق و کردار کے اعلیٰ معیار تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس طرح روزمرہ کی دنیاوی زندگی اور مذہب کے تقاضوں کے

درمیان خلا پر ہو جاتا ہے اور دونوں میں توازن وتناسب قائم ہو جاتا ہے۔ اس طرح زندگی اور مذہب ایک دوسرے کے ساتھ متوازن اور ایک دوسرے کی ضرورت بن جاتے ہیں۔

سوال آپ کے قبولِ اسلام پر آپ کے خاندان اور دوستوں کا ردعمل کیا تھا؟

جواب میرے والدین نے میرے قبولِ اسلام کو زیادہ اہمیت نہیں دی۔ پہلے ان کا خیال تھا کہ یہ محض میرا ایک پسندیدہ موضوعِ گفتگو یا شوق ہے جیسے چینی زبان سیکھنے کا شوق تھا' لہٰذا وہ سمجھتے تھے کہ جلد ہی یہ شوق بھی سرد پڑ جائے گا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مجھے یہ قصہ بھول جائے گا۔ مگر جب وقت نے ان کا خیال غلط ثابت کر دیا اور میرا نیا دین میری سوچ تک محدود رہنے کی بجائے میری عادات اور طرزِ حیات کو بھی متاثر کرنے لگا تو انہوں نے اس تبدیلی پر افسوس کا اظہار کرنا شروع کیا۔ شراب نوشی اور خنزیر کا گوشت کھانے سے میرے انکار پر وہ ناراض ہوئے اور وہ میرے ہر جگہ سکارف (دوپٹہ) اوڑھنے سے ناخوش ہوئے۔

دراصل مجھے یقین ہے کہ انہیں میرے قبول اسلام پر دوسرے لوگوں کے اعتراضات کی فکر تھی۔ ایمان اور عقیدے کے بارے میں انہیں اتنی فکر نہ تھی' تاہم میری انگریز سہیلیوں کا رویہ اس سے مختلف تھا۔ وہ بحث وتمحیص کی اہلیت رکھتی تھیں اور عقلی دلائل سے ثابت شدہ بات قبول کر لیتی تھیں۔ جب میں نے اسلامی اندازِ فکر اور سماجی زندگی کے اصولوں پر بحث کی تو انہوں نے اس کی معقولیت کو تسلیم کر لیا۔

مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ کچھ سہیلیوں سے تعددِ ازواج اور اسلام کی جانب سے مقررہ حدود پر بحث ہوئی اور میں نے اس ضمن میں مغربی تہذیب کے اصولوں سے اسلامی اصولوں کا موازنہ کیا تو وہ تمام اس بات سے متفق ہوگئیں کہ اسلامی حدود کی پابندی کے ساتھ تعدد ازواج ہی ازدواجی زندگی کے مسائل کا بہترین حل ہے۔

سوال اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کو کسی مشکل یا پریشانی کا سامنا کرنا پڑا؟

جواب جن لوگوں میں سوچنے کی صلاحیت نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے' وہ عام طور پر اسلام سے سخت عناد رکھتے ہیں۔ وہ اکثر مسلمانوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اگر وہ ان کے سامنے مذاق نہ

بھی اڑائیں تو پس پشت ان کا تمسخر ضرور اڑاتے ہیں۔ دوسری طرف وہ لادین اور منکر لوگوں کے ساتھ الجھنے سے گریز کرتے ہیں بلکہ ان کی ''آزاد خیالی'' کا وہ احترام کرتے ہیں مگر اسلام اور مسلمانوں سے انہیں چڑ ہے۔ اس کے باوجود مجھے کوئی قابل ذکر مشکلات پیش نہیں آئیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں یونیورسٹی کے ''ادارۂ مطالعۂ شرق و افریقہ'' (Oriental and African Studies Institute) کی طالبہ تھی اور جن لوگوں سے میرا واسطہ رہا وہ مذہب اور عقائد کے بارے میں کچھ نہ کچھ جانتے تھے۔ بہرحال مجھے علم ہے کہ بہت سے نئے مسلمانوں کو کیا کیا تکلیفیں برداشت کرنا پڑتی ہیں۔

سوال اسلام قبول کرنے کے بعد آپ نے کس حد تک علم حاصل کیا؟

جواب اسلام کے بارے میں میرا علم ان کتابوں تک محدود رہا جو میری دسترس میں آئیں۔ میں نے مسلمان علماء سے سوالات پوچھ کر بھی بہت کچھ سیکھا۔ میں نے مختلف علاقوں کے مسلمانوں سے بحث کر کے بھی بہت سی معلومات حاصل کیں۔ پچھلے سال میں نے اسلامی فکر اور مغربی فلسفہ کے بارے میں سوڈان کے ایک طالب علم سے بہت کچھ سیکھا۔ یہ طالب علم ہر ہفتے ایک اجلاس منعقد کرتا تھا جس میں دس آدمی شرکت کرتے تھے۔ اس اجلاس میں ہمارا طریقہ کار یہ تھا کہ ہم قرآن حکیم کے اہم تراجم پڑھ کر ان کا قرآن مجید کے اصل عربی متن سے موازنہ کرتے تھے تاکہ ہر آیت کے قریب ترین مفہوم کا تعین کر سکیں۔ پھر مختلف تفاسیر کی روشنی میں خاص طور پر تفسیر طبری کے حوالے سے ہم اپنے فہم کے مطابق اس آیت پر بحث کرتے تھے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے اس سوڈانی بھائی کے یہاں سے جانے کے بعد لندن میں کوئی ایسا آدمی موجود نہیں جس کے پاس اتنا علم یا ولولہ ہو کہ اسی استقامت سے یہ کام جاری رکھ سکے۔

سوال کیا آپ یہ سمجھتی ہیں کہ اسلام جدید تہذیب کو متاثر کر سکتا ہے؟ مہربانی فرما کر بتائیں کہ یہ کس طرح جدید تہذیب پر اثر انداز ہو سکتا ہے؟

جواب آج کل مغربی دنیا لاعلمی کے اندھیرے میں سرگرداں ہے۔ امید کی ذرا سی بھی روشنی

اسے میسر نہیں جو انسان کی ذات اور روح کو نجات کی راہ دکھا سکے۔ جو آدمی یورپی معاشرے کی اصل صورت حال سے واقف ہے، وہ اس ہمہ گیر بے چینی اور پریشانی کو دیکھ سکتا ہے جو ترقی اور مادی شان وشوکت کی چکا چوند کے پس منظر میں موجود ہے۔ اب لوگ اپنی مشکلات سے نکلنے کی راہیں تلاش کر رہے ہیں مگر انہیں باہر نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا۔ ان کی جستجو بے ثمر ہے۔ ان کے سامنے ایک ہی راستہ ہے اور وہ تباہی و بربادی کی جانب جانے والا راستہ ہے جس پر وہ پہلے سے چل رہے ہیں۔ اسلام جسم اور روح کے تقاضوں کے درمیان جو حسین ہم آہنگی پیش کرتا ہے، اس میں اہل مغرب کے لیے بہت کشش ہے۔ اسلام تہذیب جدید کو وہ راستہ دکھا سکتا ہے جو کامیابی اور نجات کا راستہ ہے۔ یہ مغرب کے انسانوں کو اصل مقصد دکھا کر اللہ کی رضا کے لیے جدوجہد پر آمادہ کر سکتا ہے اور یہی اس کی اخروی کامیابی کی ضمانت ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا اور آخرت کی کامیابی عطا فرمائے۔

سوال آپ کے خیال میں اسلام کی اشاعت کس طرح ہو سکتی ہے؟

جواب تبلیغِ اسلام کی فکر کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم اپنی زندگی اور ضروریات میں وہ معیار حاصل کر لیں جس کا تقاضا ہمارا ایمان کرتا ہے۔ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر ہم اسلام کے مبلغ بن جائیں تو ہمیں کسی اور چیز کے بارے میں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ اسلام سے مکمل واقفیت تبلیغ اسلام کی اولین ضرورت ہے تاکہ ہم مخالفین کے تمام سوالات اور اعتراضات کے جوابات دے سکیں۔ بے شک اسلام کی دعوت عام کرنے کے لیے اسلام کے بارے میں بعض کتابیں پیش کرنا مفید ہے۔ اگر ہم کسی غیر مسلم کو کوئی کتاب دے دیں تو وہ زبانی دلائل اور بحث کی نسبت اسے زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ مگر بدنصیبی یہ ہے کہ انگریزی میں اسلام پر اچھی کتابیں بہت کم ہیں۔ میں دوبارہ یہی کہوں گی کہ مثالی طرزِ حیات، اشاعتِ دین میں بہت مؤثر ثابت ہوتا ہے لہٰذا ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے آپ کو اس طرح کے مثالی انسان بنائیں جیسے قرآن چاہتا ہے۔

سوال برطانوی مسلمانوں کی خاص مشکلات کیا ہیں؟

(جواب) جہاں کوئی پورے پورے برطانوی کنبے اسلام قبول کرلیں تو وہ اسلامی سماجی طرز حیات اپنا کر سکون سے زندگی بسر کر سکتے ہیں مگر جب کوئی غیر شادی شدہ لڑکا یا لڑکی یا شادی شدہ مرد یا عورت اکیلے اسلام قبول کرے تو اسے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ انہیں مسلسل یہ احساس رہتا ہے کہ برطانوی معاشرہ اور اس کا ماحول ان کے لیے اجنبی ہے اور وہ ایک اسلامی معاشرے میں نہیں رہتے۔ چونکہ وہ اسلامی معاشرے میں نہیں رہتے لہٰذا انہیں بروقت نماز ادا کرنے اور روزے رکھنے میں مشکلات پیش آتی ہیں۔ اس ضمن میں مسلمان گھرانے اپنی ذمہ داریاں ادا کر رہے ہیں۔ ہمیں ایسے اساتذہ کی بھی ضرورت ہے جو اسلامی تہذیب کا نمونہ ہوں اور نومسلموں کو قرآن پاک کی تفہیم میں مدد دے سکیں۔ کئی نومسلم قرآن کریم کو سمجھنا چاہتے ہیں مگر ان کو اس کام کے لیے مناسب مدد اور وسائل میسر نہیں ہوتے۔ مجھے یہ کہہ کر دکھ ہوتا ہے کہ لندن کا اسلامک کلچرل سنٹر (Islamic Cultural Centre) اس سلسلے میں کچھ نہیں کر رہا۔ اس کام کا تمام تر دارومدار طلبہ پر ہے جن کے پاس اپنی تعلیمی مصروفیات کے باعث دیگر کاموں کے لیے وقت بہت کم ہوتا ہے۔

نوجوان نسل کے مغرب کے جھوٹے طرز حیات سے عشق کا ذکر بھی ضروری ہے۔ وہ اس تہذیب کی ظاہری چمک دمک اور تصنع کے فریب میں گرفتار ہیں۔ یہاں میں اسلام کے مضبوط خاندانی رشتوں اور صاف ستھری سماجی زندگی کا ذکر بھی ضروری سمجھتی ہوں جو مجھے بہت پسند ہے۔ اگر ہم مغرب کی سماجی زندگی سے اس کا موازنہ کریں تو یہ اخلاقی لحاظ سے بہت بلند تر ہے۔ اگر صحیح معنوں میں اسلامی سماجی زندگی کا دور دورہ ہو تو کتنی شاندار بات ہوگی۔

اے اللہ! ہمیں اسلام کے تقاضوں کے مطابق سچا مسلمان بنا۔ [1]

[عائشہ بریجٹ ہنی، انگلینڈ [2]]
(Ayesha Bridget Honey, England)

---

① اسلام، دی فرسٹ اینڈ فائنل ریلیجن، ص: 149-156

② مس عائشہ ایک انگریز نومسلم خاتون ہیں۔ ان کا انٹرویو ابتدا میں جریدے حضارۃ الاسلام (اسلامی تہذیب وثقافت) میں شائع ہوا تھا۔

محترمہ عائشہ کم (Ayesha Kim) سے ایک انٹرویو

[ذیل میں کوریا کی مسلم خاتون عائشہ کم کی داستان کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ ان کا یہ انٹرویو اردو روزنامہ ''جسارت'' میں شائع ہوا تھا۔ ''جسارت'' نے یہ انٹرویو ہفت روزہ جریدہ ''المسلمون'' سے نقل کیا۔ محترمہ عائشہ کم اور ان کے شوہر کے ایمان افروز روحانی سفر کی داستان کے لیے ہم روزنامہ ''جسارت'' اور عربی ہفت روزہ ''المسلمون'' کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ [مرتب]

محترمہ عائشہ کم کا تعلق کوریا سے ہے۔ آپ ایک مستقل مزاج اور ثابت قدم خاتون ہیں۔ آپ کا دل نرم اور حوصلہ مضبوط ہے۔ سچائی کی تلاش کے لیے جدّ و جہد کے دوران میں اسلام کی سنہری کرنیں آپ کے دل کو روشن کر گئیں۔ اس دن سے لے کر آپ مسلسل اسلام کے راستے پر رواں دواں ہیں۔ آج کل آپ کا اسلامی نام عائشہ آپ کی پہچان ہے۔ آپ کوریا کی خواتین خصوصاً کوریا کی طالبات کے لیے ایمان کی روشنی کا مینار بن گئی ہیں۔ آپ انہیں سچائی کی راہ دکھاتی ہیں۔ نور اسلام پہلے آپ کے شوہر کو نصیب ہوا جن کا نام امام مہدی وون (Imam Mahdevoon) ہے اور وہ اس وقت جنوبی کوریا میں ''یونین آف مسلمز'' (Union of Muslims) کے سربراہ ہیں۔ تاہم اندرونی (روحانی) طور پر عائشہ اسلام سے لگاؤ میں ان سے آگے تھیں۔ دونوں میاں بیوی سچ کے راستے پر ایک ساتھ ہی گامزن ہوئے۔

عائشہ کو سچائی جنگ عظیم کی ہولناک تباہ کاریوں کے دوران میں نظر آئی اور اسی وقت آپ نے سچائی کے نور کو حاصل کرنے کے لیے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ آپ نے نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نام اختیار کیا۔ ان کا خیال تھا کہ یہ ان کے لیے بجا طور پر باعثِ برکت ثابت ہوگا۔ وہ کہتی ہیں:

> ''کوریا میں مسیحی مشنریوں کی نظریاتی یلغار کے دوران میں مجھے اسلام کی صورت میں ابدی صداقت نصیب ہوگئی۔''

❁ اسلام سے رابطہ: محترمہ عائشہ جنہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد حج بھی کر لیا ہے'

قدرت نے انہیں اسلام کا زبردست جذبہ عطا کیا ہے۔ قبول اسلام سے قبل پچاس برس تک آپ کو اسلام کے قریب آنے کا موقع میسر نہ آیا۔ بڑھاپے کی عمر تک آپ کو اسلام کے بارے میں کچھ علم نہ تھا۔ آپ جنوبی کوریا میں رہتی تھیں جہاں ابھی تک اسلام متعارف نہیں ہوا تھا۔ بالآخر جب خوش قسمتی سے اسلام کی پرکشش تعلیمات آپ تک پہنچیں تو ان تعلیمات نے آپ کا دل موہ لیا۔ آپ اسلام کے فیضان کا سرچشمہ بن گئیں اور سیول (Seoul) کے کئی لوگوں نے آپ کی وساطت سے اسلام قبول کرلیا۔ آپ نے بتایا:

"کوریا کے ان نومسلموں کی اسلام سے رغبت اتنی واضح ہے کہ جب دلوں کے دروازوں پر ایمان دستک دیتا ہے تو بڑھاپا بھی قبول اسلام کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتا۔ اسلام کے سفینے میں ہر اس شخص کی گنجائش موجود ہے جو شوق بھری نظر سے اسے دیکھ لے۔ اسلام انسان کی روح کو ہدایت کی غذا فراہم کرتا ہے اور بالآخر اسے نجات کی وادی میں لے جاتا ہے۔ ایمان کا نور دل کو منور کر کے اسے جوش وجذبے اور ذوق و شوق سے بھر دیتا ہے۔"

✿ **اسلام کی طرف:** 1955ء سے محترمہ عائشہ تبلیغ اسلام میں مصروف ہیں اور غیر مسلموں کو دائرۂ اسلام میں داخل کرتی ہیں۔ اس عرصہ کے دوران میں' جوکہ ربع صدی سے زیادہ ہے' انہوں نے اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو سیول کے شہر تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسلام کی خاطر پورے ملک کوریا کا دورہ کیا۔

آپ اور آپ کے شوہر کا اسلام کی طرف ابتدائی سفر آسان معاملہ نہ تھا۔ ان سے محبت کی بنا پر لوگ ہر قدم پر انہیں روکنے کی کوشش کرتے رہے۔ گھر والوں نے انہیں ان کے تمام تر مال ومتاع سے محروم کردیا۔ محترمہ عائشہ کے شوہر پر پاگل پن کا الزام لگایا گیا اور زندگی ان کے لیے دوبھر کردی گئی' تاہم ان کا کہنا ہے: "جن لوگوں کو صداقت کی راہ نصیب ہوجائے' وہ خوف کھاتے ہیں نہ مشکلات' مصائب اور ترغیبات سے ان کے قدم ڈگمگاتے ہیں۔"

جدہ میں "کورین اسلامک کلچرل سنٹر" (Korean Islamic Cultural Centre) میں

محترمہ عائشہ سے ڈیڑھ گھنٹے کا انٹرویو لیا گیا۔ آپ کوریا کی کچھ طالبات کے ہمراہ مکہ معظّمہ میں عمرہ کی ادائیگی کے بعد واپسی پر جدہ آئی ہوئی تھیں۔ جب آپ سے اسلام سے وابستگی کے ابتدائی مراحل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ آنکھیں بند کر کے کچھ دیر سوچتی رہیں جیسے دل کی گہرائیوں میں چھپی ہوئی کوئی چیز تلاش کر رہی ہوں۔ پھر آپ نے ایک گہرا سانس لے کر کہا:

''اسلام سے میری دلچسپی کی داستان مجھے ماضی کے وہ دن یاد دلاتی ہے جو میں نے کوریا میں گزارے۔ میں ایک کٹر قدامت پسند گھرانے سے تعلق رکھتی تھی جو قدیم چینی مذہب کا پیروکار تھا۔ دوسری جنگِ عظیم میں کوریا کو بہت نقصان پہنچا تھا۔ پھر میری امام مہدی وون سے شادی ہوگئی۔ اس وقت ہم دونوں میاں بیوی اسلام سے بہت دور تھے' تاہم مجھے ہمیشہ یہ احساس رہتا تھا کہ ہم حقیقت سے دور ہیں۔ ''میرے شوہر نے جاپان کی یونیورسٹیوں میں ادب کی تعلیم حاصل کی تھی۔ طالب علمی کے دور میں انہیں اسلام کے متعلق کچھ معلومات پر مبنی ایک جاپانی مصنف کی کتاب ملی۔ ہم دونوں نے یہ کتاب پڑھ کر محسوس کیا کہ ہماری دلی خواہش ہمیں حقیقی امن وسلامتی کی سمت لے آئی ہے۔ ہم اس ضمن میں جستجو کے دوران عیسائیت' بدھ مت' کنفیوشیت ① اور شنطومت ② وغیرہ سے مطمئن نہیں ہو سکے تھے۔''

✿ **چین کا دورہ:** محترمہ عائشہ نے سلسلۂ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا: ''جنگ عظیم کا دائرہ وسیع ہونے پر میں اور میرے شوہر 1939ء میں چین منتقل ہو گئے۔ ایک موقع پر گفتگو کے دوران میں ایک چینی آدمی نے ہم سے پوچھا کہ کیا ہم اسلام کے بارے میں کچھ جانتے ہیں؟ ہم نے نفی میں جواب دیا۔ وہ شخص ہمیں ایک مسجد میں لے گیا جہاں ہمیں عبادت گزاروں اور کچھ دوسرے

---

① کنفیوشیت (Confucianism) کنفیوشس کے اخلاقی نظریات پر مبنی ہے جن میں تقویٰ' عدل اور وفاداری وغیرہ پر زور دیا گیا ہے۔

② شنطومت (Shintoism) جاپان کا قدیم مذہب ہے جس میں مظاہر پرستی اور بالخصوص بڑے لوگوں کی ارواح کی پوجا کی جاتی ہے۔

لوگوں سے ملاقات کا موقع ملا۔ مگر میرے شوہر متذبذب تھے۔ انہیں اپنی روحانی تسکین کے لیے کچھ مزید معلومات درکار تھیں۔ ہمارے پاس اتنا زیادہ وقت نہ تھا کیونکہ اس اثنا میں کوریا نے جاپان سے آزادی حاصل کر لی تھی۔ اس طرح 1945ء میں ہمیں واپس کوریا آنا پڑا۔

✿ حق کی تلاش فزوں تر ہوگئی: کوریا پہنچ کر صداقت جاننے کیلئے میری بے چینی بہت بڑھ گئی۔ میرے اندر سے یہ آواز اٹھنے لگی کہ سچ تک پہنچنے کا ایک اور صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ ان تمام مذاہب سے بالکل مختلف ہے جن کے بارے میں اب تک میں معلومات حاصل کر چکی ہوں۔

اسی دور میں کوریا کی جنگ چھڑ گئی جس نے پھر ہمیں نقل مکانی پر مجبور کر دیا' مگر اس مرتبہ ہمارا سفر اندرون ملک تھا۔ ہم کوریا کے جنوبی حصے سے نکل کر مغرب کی جانب پوسان (Pusan) کے ساحلی قصبے میں آ گئے۔ جوں ہی سفر ختم ہوا' میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ ہمیں اور ہمارے معاشرے کو صرف دین اور ایمان ہی بچا سکتا ہے۔"

✿ اسلام کے سائے میں: محترمہ عائشہ نے قبول اسلام کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا:

"ہمارے ایک دوست عمر کم (Omar Kim) تھے جو اب فوت ہو چکے ہیں۔ انہوں نے علانیہ اسلام قبول کر لیا تھا۔ ابھی جنگ جاری تھی جب انہوں نے ہمیں تاکیداً اسلام قبول کرنے اور اس کی تبلیغ اور فروغ کے لیے کام کرنے کی دعوت دی' یعنی ہم دوسرے لوگوں کو بھی یہ دین قبول کرنے پر آمادہ کریں۔ ہمارے ذہن پر عمر کی باتوں کا بھی اثر ہوا۔ علاوہ ازیں جنگ کے باعث ملک معاشی اور اخلاقی انحطاط میں مبتلا تھا' جھوٹے عقائد اور توہمات اس انحطاط کی بنیاد تھے۔ اس زمانے میں یہ افسوسناک صورت حال ہمارے سامنے تھی۔"

جب ان سے قبول اسلام سے قبل ان کے شوہر کی پریشانیوں کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے مسکرا کر کہا:

"جب اس سلسلے میں میرے شوہر نے مجھ سے مشورہ لیا تو میں نے ان سے کہا کہ کیا آپ کو پہلے یہ پتہ نہیں تھا کہ اسلام ہی واحد راہِ ہدایت ہے؟ مگر وہ کسی ان جانے خوف

اور خدشات میں مبتلا تھے۔ انہیں یہ فکر تھی کہ اس کے بعد ہم دونوں اکٹھے کس طرح رہ سکیں گے۔ میں نے انہیں بتایا کہ جب وہ اسلام قبول کریں گے تو میں ان شاء اللہ ان کا ساتھ دوں گی۔ میں نے یہ لفظ پر اعتماد لہجے میں کہے کیونکہ یہ میرے دل کی آواز تھی۔ میرے شوہر یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ میں اسلام قبول کرنے میں ان سے آگے تھی۔ میرے شوہر اور عمر نے اس وقت کوریا میں متعین ترک فوج کے افراد سے راہ ورسم پیدا کی۔ وہ روزانہ سیول سے تقریباً 20 کلومیٹر دوران سے ملاقات کے لیے جایا کرتے تھے۔ آخر کار ہمارا دشوار گزار سفر ایک دن بخیر انجام کو پہنچا۔ یہ 1955ء کے موسم گرما کے جمعے کا دن تھا اور میرے شوہر نے ترک امام عبد الرحمٰن کی موجودگی میں زبیر کوچی (Zuber Kochi) کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور جمعہ کی نماز ادا کی۔ یہ دونوں حضرات (امام عبدالرحمٰن اور زبیر کوچی) ترک فوج کے افراد تھے۔''

❁ قبول اسلام کے بعد: محترمہ عائشہ کہتی ہیں: ''جب میرے شوہر جمعہ کی نماز ادا کر کے آئے تو مطمئن اور خوش نظر آتے تھے۔ میں نے انہیں مبارک باد دی۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے مجھے اُکسانے کے انداز میں کہا کہ تم نے اپنے بارے میں کیا سوچا ہے؟ تو میں نے کہا: [اَلْحَمْدُلِلّٰہ! اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ] میں نے یہ عظیم الشان کلمہ تو اس دن پڑھا مگر اللہ گواہ ہے کہ اسلام کی حقانیت کا یقین میرے دل میں اسی دن سے بس چکا تھا جب ہم چین سے واپس آئے تھے' کیونکہ اسلام محبت' حسن معاملت' مہربانی اور عفوودرگزر کا دین ہے۔''

محترمہ عائشہ اپنی کتاب زندگی کے اوراق پُر کیف انداز میں تیزی سے الٹ رہی تھیں۔ محض تجسس کی بنا پر ان سے پوچھا کہ قبول اسلام سے پہلے ان کا کیا نام تھا۔ انہوں نے جواب دیا: ''اس وقت مجھے چویونگ کم (Chou Yoong Kim) کہا جاتا تھا۔'' اور پھر تیزی سے بولیں: ''نبی اکرم ﷺ کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے قربت محسوس کرنے کے لیے میں نے اپنی زندگی کے نئے سفر میں اپنا اسلامی نام عائشہ رکھا۔''

۞ عائشہ کم کی اولاد: اس کے بعد محترمہ عائشہ نے اپنے بچوں کا ذکر چھیڑا۔ انہوں نے کہا: ''میری صرف دو بیٹیاں ہیں۔ مجھے ڈر تھا کہ ہمارے قبول اسلام پر وہ برہم ہوں گی' مگر پھر مجھے خیال آیا کہ آخر ہم میاں بیوی بھی تو ایک عرصہ تک اسلام سے بیگانہ رہے ہیں۔ فطرت خود رہنمائی کرتی ہے۔ میری بڑی بیٹی کی عمر اس وقت 25 برس تھی۔ اس نے کہا: ''میرا دل تو آپ کے ساتھ دھڑکتا ہے لیکن فی الحال میں اس وقت تک خاموش رہوں گی جب تک آپ اسلام کے بارے میں کچھ اور معلومات حاصل نہ کرلیں۔'' کچھ عرصہ بعد اس نے بھی اسلام قبول کرلیا۔ پھر اس کا نام یونگ (Yoong) سے جمیلہ رکھ دیا گیا۔ اس کی شادی کوریا کے ایک مسلمان سے ہوئی۔ میری چھوٹی بیٹی نے 20 سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ اس کی شادی بھی کوریا کے ایک مسلمان سے ہوئی۔ اب وہ کوریا میں ہمارے قریب ہی رہتی ہے۔''

۞ آزمائش کا دور: محترمہ عائشہ نے بتایا: ''جس دن میرے شوہر مسجد سے مسلمان ہوکر لوٹے' ہماری زندگی کا ایک اذیت ناک دور شروع ہوگیا۔ میرے شوہر کے خاندان کے لوگ اسلام کے بارے میں بہت متعصب تھے اور انہوں نے شدید مخالفت کا اظہار کیا۔ انہوں نے ہم سے بالکل قطع تعلق کرلیا۔ میرے شوہر کو پاگل قرار دے دیا اور دس سال تک انہیں تمام خاندانی مال اور جائداد سے محروم کیے رکھا۔ آزمائش کے ان کٹھن لمحات میں ہم نے ایک دوسرے کا ساتھ دیا۔ ہم اسلام کی تعلیمات میں مگن رہے جس سے ہماری اسلام سے وابستگی مزید گہری ہوتی گئی۔''

جہاں تک میرے میکے کا تعلق ہے' میں نے یہ سارا معاملہ اللہ کے سپرد کردیا ہے۔ اللہ کرے کہ میں انہیں دائرۂ اسلام میں لے آؤں۔ اپنے محدود وسائل کے باوجود میں اسلامی اصولوں کے مطابق یہ رشتے نبھا رہی ہوں۔

۞ قرآن مجید کی تعلیم: قرآن حکیم میں سے میں نے سب سے پہلے سورۂ فاتحہ کا مطالعہ کیا۔ اس سورت نے مجھے اسلام کی عظمت کا احساس دلایا اور اس کے اصولوں کی انفرادیت واضح کی۔ کوریا میں جتنے بھی مذاہب اور عقائد کی تبلیغ کی جارہی ہے ان میں سے کوئی بھی اسلام کا ہم پلہ نہیں ہے۔

❁ دعوت اور تبلیغ: ''میں نے کئی کورین خواتین کو اسلام قبول کرنے پر آمادہ کیا اور ان پر واضح کیا کہ اسلام کس طرح شادی شدہ جوڑوں کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے اور گھریلو زندگی کی کتنی مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے۔ الحمدُ للہ' میں بہت سی خواتین کو سچائی کا راستہ دکھانے میں کامیاب ہوگئی ہوں۔ ہم نومسلم خواتین کے اجتماعات بھی منعقد کرتے ہیں۔''

تبلیغ اسلام کی راہ میں حائل مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے محترمہ عائشہ کم نے کہا: ''میں خود عربی بولنے میں بہت دقت محسوس کرتی ہوں کیونکہ میں نے یہ زبان بہت دیر سے سیکھنا شروع کی۔ نومسلم خواتین کے لیے عربی سیکھنا ایک مشکل مسئلہ ہوتا ہے۔ اس مشکل پر قابو پانے کے لیے ہم کوریا کے اسلامک کلچرل سنٹر میں شعبۂ عربی قائم کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ نومسلم لڑکیوں کی ایک اور مشکل اکثریت کے مذہب کی بالادستی والے معاشرے میں رہنا ہے' اس لیے ان کی ہمت برقرار رکھنے کی خاطر انہیں مؤثر تحفظ فراہم کرنا ضروری ہے۔ یہ تحفظ صرف مسلمانوں کے تعلیمی اداروں کی صورت میں مل سکتا ہے۔ فی الحال صرف سیول کے شہر میں کوریا کی مسلمان خواتین کی تنظیم موجود ہے۔ یہ خواتین غریبوں کو امداد فراہم کرنے کے پروگرام مرتب کرنے کے لیے فلاحی اجلاس منعقد کرتی ہیں۔ اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ کئی نئے شادی شدہ خواتین و حضرات نے عوام الناس تک اسلام کا پیغام پہنچانے کا عہد کر رکھا ہے۔''

❁ پرامید مستقبل: جب کوریا کا تذکرہ ہوتا ہے تو محترمہ عائشہ بڑے جوش وجذبے سے کوریا کے شہروں اور دیہات میں اسلام قبول کرنے والی خواتین کی داستانیں سناتی ہیں۔ جب ان سے ان کی اس ضعیف العمری میں آخری خواہش دریافت کی گئی تو انہوں نے کہا:

''الحمدللہ! میں' میرا شوہر اور میرے بچے اسلام قبول کر چکے ہیں۔ ہم نے کئی مرتبہ حج اور عمرہ کیا ہے۔ میں نے پہلا حج 1978ء میں کیا تھا۔ اس موقع پر میں نے امت مسلمہ کے حالات کے بارے میں بھی معلومات حاصل کیں۔ اب میں سعودی عرب سے واپس کوریا جارہی ہوں مگر اپنا دل یہیں چھوڑ کر جارہی ہوں۔ میری ہمیشہ سے یہ خواہش رہی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے مبارک شہر کی زیارت کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہو۔''

انٹرویو کے اختتام پر ان کی اشاعتی سرگرمیوں کی کامیابی کے لیے دعا کی گئی اور نشست کا اختتام قرآن پاک کی اس آیت پر ہوا:

﴿ إِن يَنصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ﴾ (آل عمران: ۳/ ۱۶۰)

''اگر اللہ تمہاری مدد فرمائے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا۔''[1]

[عائشہ کِم۔کوریا]
(Ayesha Kim)

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

سب سے پہلے تو میں یہ کہوں گی کہ میں نے اسلام اس لیے قبول کیا کہ میں بنیادی طور پر ہمیشہ ہی سے مسلمان تھی اگرچہ مجھے اس بات کا علم نہ تھا۔

زندگی کے ابتدائی مراحل میں متعدد وجوہات کی بنا پر میں نے عیسائیت پر ایمان ترک کر دیا تھا۔ سب سے بڑی وجہ تو یہ تھی کہ جب کبھی میں نے عیسائیت کے حوالے سے اپنی کوئی الجھن دور کرنے کے لیے کسی پادری یا عام آدمی سے کوئی سوال پوچھا تو ہمیشہ یہی جواب ملا کہ آپ کو چرچ کی تعلیمات پر کوئی اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ بس جو کچھ بتایا جاتا ہے اس پر ایمان لے آیئے۔ ان دنوں مجھ میں یہ کہنے کی ہمت نہ تھی کہ جو بات میری سمجھ میں نہیں آتی اس پر میں کیسے ایمان لے آؤں اور میرا تجربہ یہ ہے کہ کئی اور لوگ بھی جو عیسائی کہلاتے ہیں' یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ میں نے یہ کیا کہ رومن کیتھولک مذہب اور اس کا تین خداؤں پر ایمان کا نظریہ چھوڑ کر ایک ہی سچے معبود کو ماننا شروع کر دیا جو کہ کلیسا کے تین خداؤں پر ایمان کے مقابلے میں بہت آسان تھا۔ عیسائی تعلیمات کے اسرار و معجزات کے مقابلے میں اب زندگی کا ایک نیا اور وسیع تر مفہوم میری سمجھ میں آ گیا اور مسیحیت کے عجیب و غریب عقائد اور رسوم میری زندگی سے رخصت ہو گئے۔ میں جدھر دیکھتی اللہ ہی کی قدرت نظر آتی۔ اگرچہ میں اپنے سے زیادہ ذہین لوگوں کی طرح اپنی آنکھوں کے سامنے رونما ہوتے قدرت کے معجزے سمجھنے سے اپنے آپ کو عاجز پاتی' مگر میں حیران ہو کر ان معجزوں' درختوں' پھولوں' پرندوں اور جانوروں کو دیکھتی

[1] یقین انٹرنیشنل' 7 جولائی 1984ء ج:33' ش:5' ص:51-54

رہتی، حتی کہ نوزائیدہ بچہ بھی مجھے ایک خوب صورت معجزہ نظر آتا۔ یہ بات اس عقیدے کے برعکس تھی جو عیسائی کلیسا نے مجھے سکھایا تھا (کلیسا کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان فطری طور پر گناہ گار اور غلیظ ہے۔ مترجم) مجھے یاد آیا کہ بچپن میں کس طرح میں نوزائیدہ بچوں کو دیکھ کر سوچا کرتی تھی: ''یہ بچہ تو گناہوں کی سیاہی میں لتھڑا ہوا ہے۔'' اب میں انسان کی بدصورتی اور فطری معصیت پر یقین نہیں رکھتی۔ مجھے ہر چیز خوبصورت لگنے لگی ہے۔

پھر ایک دن میری بیٹی اسلام کے بارے میں ایک کتاب لائی۔ یہ ہمیں اتنی دلچسپ لگی کہ اس کے بعد ہم نے اسلام پر کئی اور کتابیں بھی پڑھ ڈالیں۔ ہمیں تو یہ یقین دلایا گیا تھا کہ اسلام محض مضحکہ خیز چیز ہے، لہٰذا اب جو کچھ میں نے اسلام کے بارے میں پڑھا وہ میرے لیے ایک انکشاف تھا۔ کچھ عرصے بعد میں نے کچھ مسلمانوں سے رابطہ کیا اور ان سے دین کے بارے میں چند ایسے سوال پوچھے جو میرے ذہن میں کھٹکتے تھے۔ یہاں پھر ایک انکشاف ہوا۔ میرے تمام سوالوں کے فوراً مختصر جواب دے دیے گئے۔ مجھے عیسائیت کے بارے میں عیسائیوں سے سوالات پوچھنے پر جو مایوسی ہوئی تھی، یہ تجربہ اس کے بالکل برعکس تھا۔ اسلام کا وسیع مطالعہ اور اس پر بہت غور وخوض کرنے کے بعد میں نے اور میری بیٹی نے محمودہ اور رشیدہ کے نام اختیار کر کے اسلام قبول کرلیا۔

اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ دین اسلام کی کس بات نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا تو غالباً میں یہ کہوں گی کہ نماز نے، کیونکہ عیسائیت کی عبادت میں اللہ تعالیٰ سے عیسیٰ علیہ السلام کی وساطت سے صرف دنیوی نعمتیں مانگی جاتی ہیں جبکہ اسلام کی عبادات (بالخصوص نماز) میں اللہ کی حمد وثنا اور اس کی تمام نعمتوں پر شکر ادا کیا جاتا ہے کیونکہ یہ وہی جانتا ہے کہ ہماری بھلائی کس چیز میں ہے اور ہمیں وہ چیز بن مانگے عطا کر دیتا ہے۔[1]

[مسز سیسلیا محمودہ، کینولی۔ آسٹریلیا]

(Mrs. Cecilia Mahmuda Cannoly- Australia)

---

[1] اسلام، دی فرسٹ اینڈ فائنل ریلیجن، ص: 141-142

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

1934ء میں میرے پیدا ہونیکے کچھ ہی عرصے بعد جرمنی میں عیسائی مذہب (کیتھولک یا پروٹسٹنٹ) ترک کر کے Gottglaubig یعنی ''اللہ پرست بن جانا'' عام روش ٹھہری۔ کہنے کو تو یہ نیا مذہب اللہ پرستی کا تھا' مگر دراصل اس کے برعکس تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ جب میں تقریباً 7 برس کی تھی تو مجھ سے بڑی ایک لڑکی نے مجھے بتایا کہ اللہ کا کوئی وجود نہیں ہے۔ چونکہ مجھے اس کی بات مستند لگتی تھی اور اس کے علاوہ تھوڑا ہی عرصہ قبل مجھے یہ معلوم ہوا تھا کہ سانتا کلاز (Santa Claus)[1] محض بچوں کے لیے ایک اختراع ہے۔ یوں میری تمام تر توجہ دین سے ہٹ کر دنیا پر مرکوز ہوگئی۔ ادھر دنیا اس وقت بچوں کی سمجھ سے بالاتر حالات سے دوچار تھی۔ جنگ عظیم دوم چھڑنے کے باعث روزانہ بم گر رہے تھے اور والد صاحب کبھی کبھار ایک دو دن کے لیے گھر آتے تھے۔ والدہ صاحبہ ہمارے ''بے چارے سپاہیوں'' کے لیے جرابیں اور دستانے بُنتی رہتی تھیں۔ ہمارے پڑوس میں ایک بہت بڑے گھر کو ہسپتال میں تبدیل کر دیا گیا جہاں جنگ میں زخمی ہونے والے سپاہیوں کا علاج ہوتا تھا۔ جب جنگ ختم ہوئی تو اجنبی لوگوں نے آکر ہمارے گھر پر قبضہ کر لیا۔ امریکہ سے جنگی فلمیں آنے لگیں جنہیں دیکھ کر میرا دل پگھل جاتا تھا۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی تھی کہ جنگ میں کون حق پر تھا اور کون ناحق؟ مجھے یہ سب کچھ ظلم اور بے معنی خون خرابہ نظر آتا تھا۔ ہزاروں سوال تھے جن کا تسلی بخش جواب کوئی بھی نہیں دے سکتا تھا' لہٰذا میں اپنے رب کو تلاش کرنے لگی۔ مگر تمام تر کوشش کے باوجود رب مجھے کیتھولک مذہب میں نظر آیا نہ پروٹسٹنٹ فرقے میں اور نہ ہی ''جیہووا کے گواہوں'' میں۔ میرے لیے ان مذاہب میں رب کے قریب ہونے کا راستہ بند تھا کیونکہ یہ تمام مذاہب ایسے عقائد پر ایمان

---

[1] کرسمس کی علامتی شخصیت جو سرخ لباس میں تنومند' سفید ریش اور خوش مزاج بزرگ کا رُوپ دھارے ہوتی ہے اور کرسمس کی رات بچوں کے لیے تحفے تقسیم کرتی ہے۔

لانے کی تاکید کرتے تھے جن پر یقین کرنا میرے لیے ناممکن تھا اور یہ ایسے احکام کی تعمیل کا تقاضا کرتے تھے جن کی تعمیل عملاً ناممکن تھی۔ اور پھر میں ایسے دین کو کیوں قبول کر لیتی جس میں شروع ہی سے مجھے بتایا گیا تھا کہ میں اس کے اعلیٰ معیار تک نہیں پہنچ سکتی کیونکہ مجھے ناقص ہی تخلیق کیا گیا ہے۔

مجھے آج بھی یہ ایک معجزہ لگتا ہے کہ اتنی لڑکیوں میں سے صرف مجھے ہی وہ یورپی نوجوان ملا جس نے سات سال قبل اسلام قبول کیا تھا۔ پہلی ملاقات ہی میں، میں نے ان صاحب سے ان کے مذہب کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے اسلام کا نام لیا تو میں نے ان سے کہا کہ مجھے اسلام کے بارے میں کچھ بتائیے۔ دوسرے مذاہب سے مایوسی کی وجہ سے میں اس وقت سخت بے دین ہو چکی تھی، پھر بھی جب انہوں نے مجھے لفظ ''مسلمان'' کے معنی بتائے کہ مسلمان وہ ہوتا ہے جو اپنی مرضی سے اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت قبول کر لے، تو میرا خوابیدہ ضمیر جاگ اٹھا۔ پھر انہوں نے مجھے وضاحت سے بتایا کہ تمام انسان، جانور، پودے غرض یہ کہ کائنات کی ہر چیز فطرتاً مسلمان ہے کیونکہ ہر چیز اللہ کے احکام کی پیروی کرتی ہے۔ کھانے، پینے اور افزائش نسل وغیرہ سے متعلق اللہ کے بنائے ہوئے قوانین کی خلاف ورزی کا نتیجہ تباہی اور ہلاکت ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ صرف انسان ہی وہ مخلوق ہے جو روحانی اعتبار سے بھی اسلام قبول کر سکتا ہے۔ یہ مادی زندگی کے برعکس ہے جس میں عملاً اس کو اپنی مرضی کا اختیار حاصل نہیں بلکہ جانوروں اور پودوں کی طرح اپنے فطری تقاضے پورے کرنا پڑتے ہیں۔

یہ تمام اسلامی تعلیمات میں پائی جانے والی حیران کن منطق اور خالص عقلِ سلیم تھی جس نے مجھے اس قدر متاثر کیا، اور یہ ان پہلے چند بنیادی نظریات میں بھی آشکار تھی جن سے میں آشنا ہوئی اور اسی طرح ان کتابوں میں بھی تھی جو میں نے آنے والے برسوں میں پڑھیں۔ اگرچہ جرمن زبان میں اسلام کے بارے میں تعصب سے پاک لٹریچر بہت کم ہے مگر اس نوجوان نے ان کتابوں کے علاوہ میری بہت مدد کی۔ وہ مختلف باتوں کی وضاحت کرنے اور میرے سوالوں کے جواب دینے سے کبھی نہ اکتاتا۔ وہی نوجوان اب میرا شوہر ہے۔ محمد اسد

صاحب کی کتاب "The Road To Mecca" (شاہراہ مکہ) نے مجھے اسلامی احکام کے مکمل مفہوم سے آگاہ کیا اور اس طرح مجھے ایک مُسلمہ بننے میں بہت مدد دی۔ ①

[فاطمہ ہیرن۔ مغربی جرمنی]

(Fatima Heeren- West Germany)

میں قافلۂ اسلام میں کیسے شامل ہوئی؟

محترمہ فاطمہ میک ڈیوڈسن (Fatima Mik Davidson) جمہوریہ ٹرینی ڈاڈ اور ٹوباگو (Trinidad and Tobago) ② کے محکمہ سوشل ڈویلپمنٹ اور لوکل گورنمنٹ کی وزیر مملکت ہیں۔ قاہرہ کے معروف عربی رسالے ''منبرالاسلام'' کو انٹرویو دیتے ہوئے محترمہ فاطمہ میک ڈیوڈسن سابق مسز ماڈل ڈونافیمک ڈیوڈسن (Mrs. Model Donafamik Davidson) نے اسلام سے اپنے غیر متوقع تعارف اور بالآخر قبول اسلام کے بارے میں تفصیل سے بتایا۔ انہوں نے کہا: ''میں یہ بات ہرگز تسلیم نہیں کرتی کہ میں نے 1975ء میں عیسائیت کو ترک کرکے اسلام قبول کرلیا۔ دراصل میں آج تک یہ نہیں سمجھ سکی کہ یہ تبدیلی کب ہوئی۔ آیئے آپ کو پیچھے 9 مارچ 1950ء تک لے چلوں۔ یہ وہ دن تھا جب مجھے ایک عیسائی خانقاہ میں داخلہ لینا تھا۔ اس دن صبح جب میں اٹھی تو میں نے اپنے کانوں میں ''اللّٰہ اکبر' اللّٰہ اکبر'' کی آواز گونجتی سنی اور اس سے میرے پورے وجود پر ایک وجد سا طاری ہوگیا۔ لیجیے! میں اسلام کی طرف لوٹ آئی۔

مجھے یہ علم نہ تھا کہ یہ آواز کیا تھی مگر میں نے اس خانقاہ میں داخلہ لینے سے انکار کردیا۔ اس

---

① اسلام' دی فرسٹ اینڈ فائنل ریلیجن' ص: 147-149

② ٹرینی ڈاڈ اور ٹوباگو نامی دو جزیروں پر مشتمل یہ ملک براعظم جنوبی امریکہ کے شمال میں بحیرۂ کیریبین کے اندر جزائر غرب الہند (ویسٹ انڈیز) میں واقع ہے۔ ''ٹرینی ڈاڈ'' کے معنی ہیں تثلیث (تین خداؤں) کا دیا ہوا۔ اسے یہ نام کولمبس نے دیا تھا۔ (م ف)

کے بعد میں کئی سال تک اللہ سے ہدایت کی دعا مانگتی رہی تا آنکہ مجھے قرآن حکیم کا ایک مترجم نسخہ حسنِ اتفاق سے مل گیا۔ میں فوراً اس پر ایمان لے آئی۔ پھر مجھے ایک پاکستانی عالمِ دین مولانا صدیق اور ہندوستان کے ایک صاحبِ علم شیخ انصاری سے ملاقات کا موقع ملا۔ میں نے ان سے فطرت اور اپنے دلی احساسات کے حوالے سے مفصل گفتگو کی' یہاں تک کہ یہ فاضل علماء پکار اٹھے: ''الحمدللہ! آپ تو مسلمان ہیں۔ اب آپ ایک مسلمان خاتون ہیں' آپ جو چاہیں پڑھ لیا کریں۔ مسجد میں جا کر نماز بھی پڑھ لیا کریں۔ جب کبھی آپ کچھ سیکھنا چاہیں' ہم آپ کو خوش آمدید کہیں گے۔''

❁ **ایمان سراسر مسرت:** اس اظہار سے میں بہت خوش ہوئی۔ اس دن سے میرا دل ایمان کی حلاوت اور نبی اکرم ﷺ سے محبت وعقیدت سے چھلک رہا ہے۔ اگرچہ رسمی طور پر میرے قبول اسلام کا سال 1975ء ہے مگر میں گزشتہ 33 سال سے مسلمان ہوں' یعنی اس دن سے جب میرے کانوں میں ''اللہ اکبر'' کی صدا گونجی اور میں نے خانقاہ میں داخلہ لینے سے انکار کر دیا۔ میرے دل نے پکار کر کہا: (اللہ اکبر) ''اللہ سب سے بڑا ہے۔''

میں پہلی سیاہ فام لڑکی تھی جو مسجد میں داخل ہوئی۔ اس سے کئی مسلمان لڑکیوں کو مسجد میں، خاص طور پر مسجد انجمن جامع سناتل (Sanatal) میں جا کر عبادت کرنے کا حوصلہ ملا' جس کی بنیاد عالم وفاضل ڈاکٹر شیخ انصاری نے ٹرینی ڈاڈ کے شہر فرانسس (Francis) میں رکھی تھی۔ اس انجمن کے موجودہ چیئرمین الحاج شفیق محمد ہیں۔ اس سے پہلے وہاں کے لوگوں کا خیال تھا کہ اسلام ہندوستان کے مختلف مذاہب وعقائد میں سے ایک عقیدے کا نام ہے۔ ان کی نظر میں قادیانیت اور احمدیت زیادہ اہم تھیں۔ ①

بعد میں جزائر ٹرینی ڈاڈ اور ٹوباگو کے بہت سے لوگوں نے جن میں سے اکثر افریقی نژاد تھے' اسلام قبول کر لیا حتی کہ مسلمانوں کی تعداد کل آبادی کا 13 فیصد ہو گئی' جبکہ جمہوریہ ٹرینی ڈاڈ اور ٹوباگو میں 31 فیصد کیتھولک' 27 فیصد پروٹسٹنٹ' 6 فیصد ہندو اور 23 فیصد دیگر مذاہب کے لوگ ہیں۔''

---

① قادیانی یا احمدی' جو کچھ بھی وہ کہلائیں' پاکستان کے آئین میں انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے۔ (مرتب)

✿ **فرائضِ منصبی پر اسلام کا اثر:** ایک ایسی ریاست جہاں مسلمان اکثریت میں نہیں، وہاں اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی کے حوالے سے محترمہ فاطمہ مک ڈیوڈسن نے کہا: ''اسلام ہم سے خلوص اور مستعدی کے ساتھ اپنے فرائض ادا کرنے کا تقاضا کرتا ہے اور میں مکمل خلوص کے ساتھ اسلامی تعلیمات پر عمل کرتی ہوں۔ میں اپنے دفتری کام یا ذاتی زندگی میں جھوٹ نہیں بولتی۔ میں اپنی استعداد کے مطابق اور مکمل احساس ذمہ داری کے ساتھ خلافِ اسلام کوئی بھی کام کرنے سے گریز کرتی ہوں۔ جہاں تک میرے فرائض منصبی پر میرے قبول اسلام کے اثر کا تعلق ہے تو اسلام اس سلسلے میں ایک نعمت اور اچھائی ثابت ہوا ہے۔

ہمارے سابق وزیر اعظم نے مجھے مصر کا دورہ کرنے کی ہدایت کی کیونکہ یہ شہرہ آفاق یونیورسٹی ''جامعۃ الازھر'' کی سرزمین اور تہذیب کا منبع ہے۔ وزیر اعظم موصوف اسلام کے بارے میں بہت سی باتیں بتایا کرتے تھے۔

جب میں نے اپنے موجودہ وزیر اعظم سے کہا کہ مجھے بہ حیثیت وزیر مملکت برائے سوشل ڈویلپمنٹ اور لوکل گورنمنٹ مصر جانے کی اجازت دی جائے تو انہوں نے میری گزارش قبول کرتے ہوئے مجھے ''جامعۃ الازھر'' اور ''سپریم کونسل آف اسلامک افیئرز'' (Supreme Council of Islamic Affairs) کا دورہ کرنے کی ہدایت کی کیونکہ اپنے دورۂ امریکہ اور برطانیہ کے دوران میں ہم نے ان دواداروں کے بارے میں بہت کچھ سنا تھا۔

میں نے کئی دفعہ پارلیمانی انتخابات میں حصہ لیا اور مسلمان ہونے کے باوجود انتخابات میں کامیابی حاصل کی۔ میں نے وزیر تعلیم وثقافت کے طور پر بھی کام کیا ہے اور مسلمان ہونے کے باوجود وزیر اعظم کی کابینہ میں وزیر بھی رہی ہوں۔ میں ایک اہم بات بتانا چاہوں گی کہ جمہوریہ ٹرینی ڈاڈ اور ٹوباگو میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقع پر سرکاری چھٹی ہوتی ہے۔ پورے ملک میں مسلمانوں کو گھروں اور مسجدوں میں ماہ رمضان کی عبادات سرانجام دینے کی آزادی ہے۔''

انہوں نے مزید کہا: ''میں اسلامی دنیا سے اپیل کرتی ہوں کہ وہ اپنی صفوں میں اتحاد پیدا

کرے کیونکہ اتحاد طاقت ہے۔ خاص طور پر اسلام جیسے عظیم الشان دین کے پرچم تلے اتحاد ضروری ہے کیونکہ اسلام نے بنی نوع انسان کو مساوات سے آشنا کیا اور یہی ہمارے تمام تعلقات اور معاملات کو منظم اور منضبط کرتا ہے' اس لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ اسلامی دنیا کے ممالک باہمی جنگ وجدل کو ترک کر دیں۔ باہمی گفت وشنید' مشاورت اور افہام وتفہیم سے تمام مشکلات اور تنازعات کا تصفیہ کیا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت سے نوازا ہے اور میں اس سے دعا کرتی ہوں کہ مسلمانوں کو امن واخوت کی راہ دکھادے تاکہ وہ صحیح معنوں میں موجودہ دور کی بہترین امت بن جائیں جو تمام بنی نوع انسان کے لیے مبعوث کی گئی ہے۔ ①

[محترمہ فاطمہ مک ڈیوڈسن'
وزیر محکمہ سوشل ڈویلپمنٹ ولوکل گورنمنٹ- جمہوریہ ٹرینی ڈاڈ اور ٹوباگو]
(Madame Fatima Mik Davidson- Republic of Trinidad and Tobago)

اسلام میری پسند کیوں؟

اسلام ہی وہ دین ہے جس کی مجھے سکول کے زمانے سے تلاش تھی۔ میرا ذہن عیسائیت کی تعلیمات سے کبھی مطمئن نہ ہوا' تا آنکہ بڑی ہو کر میری سوچ کو اتنی آزادی نصیب ہوگئی کہ میں نے عیسائیت کی تعلیمات کو ترک کر دیا۔ سکول چھوڑنے کے بعد مجھے چند سال یہودی اور عیسائی دوستوں کے ساتھ بیرون ملک رہنے کا اتفاق ہوا مگر ان کے مذہب سے میں کبھی متاثر نہ ہوئی۔ اسی سال میں اپنے وطن سکاٹ لینڈ آئی تو ایک دن اتفاقاً میرے ایک دوست مجھے لندن کے مسلم پریئر ہاؤس (مسجد) 111 کیمپڈن ہل روڈ (Compden Hill Road) نوٹنگ ہل گیٹ لندن (Notting Hill Gate, London) ڈبلیو 8 میں منعقدہ "At Home" کی ایک تقریب میں لے گئے۔ وہیں میرا سچے دین اسلام سے تعارف ہوا اور مجھے اسلام سے دلچسپی ہوگئی۔ اس کی اہم خصوصیت مدلل اور معقول ہونا ہے' مثلاً عقیدۂ توحید پر یقین۔ اسی وجہ سے

① منبر الاسلام' نومبر 1983ء و یقین انٹرنیشنل' 22 جنوری 1984ء' ج:32' ش:19,18' ص:208-210

اسلام مجھے اچھا لگتا ہے۔ عیسائی ہونے کی حیثیت سے میں تثلیث' نظریہ کفارہ یا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بارے میں عیسائی نظریہ کبھی قبول نہ کرسکی۔ اسلام ایسے ناممکنات سے بالکل آزاد ہے کہ دنیا کو گناہوں سے بچانے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے معصوم انسان اپنی جان کی قربانی دینے کے لیے دنیا میں آئے۔ عیسائی عقائد کی ایسی باتیں میری سمجھ سے باہر تھیں۔ علاوہ ازیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مبینہ طور پر سولی پر لٹکنے سے دنیا کی حالت میں کوئی بہتری تو نہیں آئی (شاید سوائے ان چند لوگوں کے جنہوں نے آپ کی طرح بننے کی کوشش کی) اس کے برعکس مجھے تو یوں لگتا ہے کہ دنیا کی حالت پہلے سے بھی زیادہ بگڑ گئی ہے۔

ہر صاحبِ فکر انسان جو اسلام کو سمجھنے کی تکلیف گوارا کرے' اسے یہ سادہ اور باوقار دین بہت اچھا لگتا ہے۔ اسلام نے مجھے ایسا سکون اور خوشی دی ہے جس سے میں پہلے نا آشنا تھی۔ ①

[مس جون فاطمہ۔ ڈینسکن سکاٹ لینڈ]

(Miss Joan Fatima- Dansken, Scotland)

قبولِ اسلام کی خوشیاں اور دکھ

مجھے مسلمان ہوئے ایک سال گزر گیا ہے اور اب وہ وقت آ گیا ہے کہ میں اپنے خیالات واحساسات سے آپ کو آگاہ کردوں۔ میری دعا ہے کہ ہر نومسلم کو اللہ تعالیٰ وہ محبت اور سمجھ عطا کردے جس کی اسے اس نئی زندگی میں ضرورت پڑتی ہے۔ میں ان لوگوں سے یہ پوچھتی ہوں کہ وہ مجھے اپنے قبول اسلام کے حوالے سے حالات وواقعات بتائیں۔

جب بھی [لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ] کی پکار بلند ہوتی ہے تو آسمان مسکرا اٹھتا ہے اور جب کوئی آدمی صدق دل سے اسلام قبول کر لیتا ہے تو یہ اس کی زندگی کا سب سے عظیم لمحہ ہوتا ہے۔ اللہ انہیں (نومسلموں کو) گمراہی سے محفوظ رکھے۔

ایک لحاظ سے ہر نیا مسلمان ایک نوزائیدہ بچے کی مانند ہوتا ہے مگر ایک بالغ انسان بچہ کیسے

① اسلامک ریویو' جنوری 1930ء' ج:18' ش:1' ص:18

ہوسکتا ہے؟ اگر آپ اس پر توجہ دیں اور غور کریں تو آپ دیکھیں گے کہ یہ بات بالکل درست ہے۔ نومسلم کو سالہا سال کے ماضی سے قطع تعلق کر کے اپنے آپ کو تبدیل کرنا پڑتا ہے۔ ہوسکتا ہے ہم یہ سوچیں کہ شاید کوئی بڑی تبدیلی یا مطابقت اختیار کرنے کا مشکل عمل درپیش نہیں ہوتا۔ بے شک اللہ رحمٰن و رحیم ہے' وہ سب کچھ سمجھتا ہے مگر کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ قبول اسلام کا عمل فی الفور آسانی سے ہوسکتا ہے جبکہ نومسلم کو ایک زیرِ پرورش بچے کی طرح سمجھانے اور راہ دکھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔

قبول اسلام کے پہلے سال نومسلموں کو بہت دکھ جھیلنے پڑتے ہیں۔ کچھ مسائل تو غیر سنجیدہ یا غیر اہم معلوم ہوتے ہیں مگر ان مسائل کے ساتھ زندگی گزارنا بہت مشکل ہوجاتا ہے۔ آپ اسلام قبول کرنے کے بعد اس معاشرے کے رکن نہیں رہتے جس میں آپ نے اب تک زندگی بسر کی ہے۔ سابقہ دور کی زندگی آپ کا تعاقب کرتی ہے' آپ کو اپنی طرف واپس بلاتی ہے۔ آپ کو پہلے سے زیادہ مدد کی ضرورت پڑتی ہے مگر آپ ڈرتے ہیں۔ شاید یہ بات سمجھنا ذرا مشکل ہو' لہٰذا میں وضاحت سے آپ کو بتاتی ہوں کہ کس طرح کچھ بہنوں نے مجھے مدد کی پیشکش کی مگر میں اتنی گھبرائی ہوئی تھی کہ خود ان سے مدد بھی طلب نہ کرسکی۔

جب میں مسلمان ہوئی تو مجھے مدد اور دوستی کے لیے کئی مسلمان خواتین و حضرات کے نام اور فون نمبر موصول ہوئے مگر شدید خواہش کے باوجود میں ان سے رابطہ نہ کرسکی۔ سفر کی ابتدا میں یہ بظاہر آسان قدم بھی اٹھانا خاصا مشکل تھا۔ میں بہت خوف زدہ تھی کہ ان سے کیا بات کروں اور کیا کہوں؟ اگر انہوں نے مجھے قبول نہ کیا تو پھر کیا ہوگا؟ میرے خیال میں' میں اس طرح محسوس کرنے والی پہلی نومسلم خاتون نہیں تھی (مجھ سے پہلے بھی نومسلم یہی محسوس کرتے ہوں گے) یہ صورت حال ننھے بچے کے پہلی بار چند قدم چلنے سے مشابہ ہوتی ہے۔ بچے کو چلنے کا شوق ہوتا ہے مگر ابتدا میں اسے حوصلہ افزائی اور سہارے کی ضرورت پڑتی ہے تاکہ وہ گرنے کے بعد پھر اٹھ کر چلنے کی کوشش میں لگ جائے۔

کچھ نومسلم بہرحال خوش نصیب ہیں' کیونکہ قبول اسلام کے بعد بھی ان کے خاندان اور

دوست انہیں مسترد نہیں کرتے لیکن ان لوگوں کا کیا حشر ہوتا ہے جو اکیلے اسلام قبول کرتے ہیں؟ جب ان کے خاندان اور دوست انہیں مسترد کر دیتے ہیں تو انہیں بڑی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے اگرچہ بعض اوقات اس تبدیلی کو کوئی بھی اہمیت نہیں دیتا اور عام طور پر یہ کہا جاتا ہے: ''یہ اس کی زندگی کا کوئی نیا مرحلہ ہوگا۔ کچھ دیر بعد یہ خود بخود اپنی سابقہ حالت میں آجائے گی۔'' آپ (نومسلم) اس صورت حال میں کیا کر سکتے ہیں؟ آپ اپنی اس تبدیلی کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں؟ اس کے جواب میں آپ کو سرد مہر نگاہوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ بڑی پریشان کن بات ہوتی ہے کہ جن لوگوں سے آپ کو محبت ہوتی ہے یعنی والدین' کنبہ اور دوست وہ بدستور کافر رہیں۔ آپ کو ان سے اتنی محبت ہوتی ہے مگر وہ اسلام کے نور سے بہت دور (کفر کی تاریکی میں) ہوتے ہیں۔ یہ خیالات ایک نومسلم کے ذہن سے کبھی جدا نہیں ہوتے۔ ان خیالات کا اظہار کرتے ہوئے میں آپ سے رحم کی بھیک نہیں مانگ رہی ہوں' ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ ایک نئے مسلمان کو افہام وتفہیم' محبت اور دوستی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یاد رکھیے کہ مسلمان بننا اتنا آسان نہیں جتنا بظاہر نظر آتا ہے۔[1]

(خدیجہ عبداللہ)

میرا قبولِ اسلام

میری پرورش چرچ آف انگلینڈ کے عقائد کے مطابق ہوئی مگر میں اس میں ایمانی توانائی کی کمی اور معتبر اور واضح تعلیمات کے فقدان کے باعث مطمئن نہ تھی' لہٰذا میں نے رومن کیتھولک مذہب اختیار کر لیا۔ اس وقت میری عمر 20 سال تھی۔ میری اس تبدیلیٔ مذہب کی بنا پر مجھے کئی سال تک رشتہ داروں اور دوستوں کے ہاتھوں بہت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ وہ اس تبدیلی کے مخالف تھے۔ مجھے پورے خلوص سے یہ یقین تھا کہ صرف رومن کیتھولک سچا مذہب ہے' لہٰذا مجھے یا میرے پیاروں کو جو بھی تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں' مجھے اس مذہب پر قائم رہ کر اللہ کے حکم کی اطاعت کرنی چاہیے۔

---

① اسلامک ہورائزن' نومبر' دسمبر 1985ء و یقین انٹرنیشنل' 7 جنوری 1987ء' ج:35' ش:17' ص:203

بعد میں پتہ چلا کہ رومن کیتھولک مذہب میں اتحاد قائم رکھنے کی خاطر اجتماعی سوچ سے اختلاف ممنوع ہے اور مجھے یہ یقین ہونا چاہیے کہ چرچ غلطی کبھی نہیں کرسکتا خواہ اس کی کوئی بات کتنی ہی نامعقول کیوں نہ ہو۔ اگر کسی بات سے میری عقل اختلاف کرتی' جو اکثر ہوتا تھا' تو مجھے اپنے آپ کو یہ کہہ کر مطمئن کرنا پڑتا تھا کہ میری عقل غلطی پر ہے کیونکہ چرچ کی تعلیمات عقل سے بالاتر ہوتی ہیں۔ اس کی ایک مثال یہ عقیدہ تھا کہ عشائے ربانی کی تقریب میں جو بھی روٹی (Wafer) [1] استعمال ہوتی ہے وہ یسوع مسیح کے وجود میں تبدیل ہو جاتی ہے' جو خدا بھی تھے اور انسان بھی' اگرچہ بظاہر ایسی کوئی تبدیلی محسوس نہیں ہوتی۔ میں حیران ہوتی تھی کہ ایک انسان ایک روٹی میں کس طرح سما سکتا ہے اور بیک وقت دنیا بھر کے تمام گرجا گھروں اور کلیساؤں میں ایک آدمی کی موجودگی کیوں کر ممکن ہے۔ علاوہ ازیں انسانی گوشت کھانے اور خون پینے کا تصور مکروہ لگتا تھا۔ بہرحال میں نے زبردستی اپنے آپ کو یہ ماننے پر مجبور کرلیا کہ چرچ کی تعلیم یقیناً درست ہی ہوگی۔ میں نے دعاؤں کی مدد سے اپنے اندر ایک روحانی وجد پیدا کرلیا تاکہ میں کراہت محسوس کیے بغیر اور کسی عقلی دلیل کو مدنظر رکھے بغیر روٹی کے اس ٹکڑے کو مقدس اور متبرک سمجھ کر کھالوں۔ ایک اور سوال یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صلیب پر مبینہ قربانی ان کی موت کے بغیر بار بار کیوں کر ممکن ہے۔ کئی اور مسائل بھی اسی طرح کے تھے۔ ان شکوک وشبہات سے مجھے بہت اذیت ہوتی اور یہ محسوس ہوتا تھا کہ میں ایک اچھی کیتھولک نہیں ہوں۔

میں حضرت مریم علیہا السلام اور ولیوں (Saints) کی عبادت کو بھی اچھا نہیں سمجھتی تھی۔ کیتھولک حضرت مریم علیہا السلام کو خدا کا درجہ تو نہیں دیتے مگر ان کا ایمان یہ ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام آسمان کی ملکہ اور اللہ کی رحمتوں کی سفارش کرنے والی ہستی ہیں اور وہ ان کی سفارش کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ ایک دفعہ میں نے ایک پادری کو سکول کے بچوں کی ایک جماعت کو یہ بتاتے سنا کہ ایک آدمی جو بہت ہی برا تھا' اسے جہنم سے صرف اس بات نے بچالیا کہ اس نے ''ہماری مالکہ''

---

[1] "Wafer" غیر خمیری روٹی ہوتی ہے جو رومن کیتھولک گرجا میں عشائے ربانی کی تقریبات مناتے ہوئے استعمال کی جاتی ہے۔ (م ف)

(حضرت مریم علیہا السلام) سے دعا مانگنا کبھی ترک نہیں کیا تھا۔ میں اس نظریے کو بائبل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دنیا کا نجات دہندہ قرار دینے کے نظریے سے متصادم سمجھتی تھی۔

ان تمام اشکالات کے باوجود مجھے کیتھولک چرچ سے کچھ تسکین حاصل تھی۔ اس میں خاصی چیزیں خوش کن تھیں' لہٰذا میں اس سے کسی حد تک مطمئن ہی تھی۔ بعض پروٹسٹنٹ لوگوں سے ملاقات کے بعد تقریباً ایک سال تک کیتھولک مذہب پر میرا ایمان متزلزل رہا کیونکہ ان کا مذہبی جوش وخروش کیتھولک فرقے جیسا تھا۔ انہوں نے مجھے بائبل پر مبنی اور چرچ آف انگلینڈ جیسے ابہام سے پاک پروٹسٹنٹ مذہب سے متعارف کرایا جو کیتھولک مذہب کا نعم البدل تھا۔ پروٹسٹنٹ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نجات دہندہ مانتے تھے۔ اگرچہ ان کے عقائد کی سادگی مجھے اچھی لگتی تھی لیکن میں یہ نہیں مان سکتی تھی کہ صرف عقیدہ ہی انسان کو رب تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکتا ہے اور نہ یہ تسلیم کرنا ممکن تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نجات دہندہ مان کر ایمان کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ اپنے آپ سے کافی بحث وتکرار کے بعد مجھے بالآخر آنکھیں بند کر کے کیتھولک تعلیمات وعقائد کی اطاعت قبول کرنی پڑی۔

اسلام کے بارے میں مجھے کوئی خاص علم نہ تھا۔ عرب میں غلاموں کی تجارت' کثرت ازواج' منشیات کی تجارت اور جانوروں پر تشدد کے حوالے سے بعض اخبارات میں مضامین پڑھ کر اسلام کے خلاف میرے تعصب میں اور بھی اضافہ ہوگیا۔ سکول کے زمانے میں پڑھی ہوئی صلیبی جنگوں کی داستانیں بھی کچھ نہ کچھ اب تک یاد تھیں جن سے یہ تاثر ملتا تھا کہ مسلمان غیر مہذب' وحشی اور متعصب ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ کس طرح کیتھولک اور پروٹسٹنٹ مذہب سے متعلق ذہنی کشمکش نے مجھے مایوسی اور اعصابی شکستگی سے دوچار کر دیا تھا۔ میں سوچنے لگی کہ سچائی کی تلاش مجھے کہیں اس سے بھی بدتر حالت سے دوچار تو نہیں کر دے گی۔ بہر صورت مجھے یوں محسوس ہوا کہ میں قرآن کا مطالعہ کرنے کے بعد اسے نظر انداز نہیں کر سکتی' لہٰذا میں نے اللہ سے ہدایت کی دعا کی۔ درست فیصلہ کرنے کے لیے میں نے یہ فرض کر لیا کہ میں ایک دور افتادہ علاقے کی باشندہ ہوں جس نے

کبھی عیسائیت کا نام تک نہیں سنا اور میں نے اپنے ذہن سے عیسائیت کے حوالے سے اپنی یادیں اور اسلام کے خلاف تعصب کو جہاں تک ہو سکا مٹا دیا۔

قرآن حکیم کے بارے میں' میں نے ممکنہ صورتوں پر غور کیا کہ یہ یا تو اللہ کی طرف سے وحی ہے یا نبیٔ اکرم ﷺ نے (نعوذ باللہ) بائبل میں مذکور تاریخی واقعات کے بارے میں بعض اہل علم سے معلومات حاصل کیں اور خود پر اللہ کی وحی نازل ہونے کا دعویٰ کر دیا' یا شیطانی ذرائع سے معلومات ملیں اور اسے وحی کہہ دیا۔

میں نے نبیٔ کریم ﷺ کی سیرت اور کردار کے بارے میں کتابوں اور دوسرے ذرائع سے کچھ مزید معلومات حاصل کیں۔ جن لوگوں سے میں نے یہ معلومات حاصل کیں ان میں مسلمان بھی تھے اور غیر مسلم بھی۔ یہ بات ناممکن لگتی تھی کہ آپ نے تاریخی واقعات کے بارے میں معلومات یہودیوں اور عیسائیوں سے یا دوسرے ذرائع سے حاصل کی ہوں کیونکہ آپ بائبل نہیں پڑھ سکتے تھے۔ بالفرض اگر آپ نے یہودیوں اور عیسائیوں سے یہ معلومات حاصل بھی کی ہوتیں تو ایک تو اتنی زیادہ تفصیلات یاد رکھنا ناممکن تھا' دوسرا یہ کہ اس بات کا اور لوگوں کو بھی علم ضرور ہوتا کہ آپ نے یہ سب کچھ لوگوں سے سیکھا ہے اور وہ لوگ یہ کہہ دیتے کہ یہ تو فلاں کی بتائی ہوئی باتیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے یہ الزام لگانے کی کوشش بھی کی مگر کوئی ثبوت فراہم نہ کر سکے۔

حضرت محمد ﷺ کے کردار کے بارے میں مطالعہ سے مجھے یقین ہو گیا کہ آپ غلط بیانی سے کام نہیں لے سکتے تھے۔ آپ دین دار' سراپا شفقت' انصاف پسند اور عفو و درگزر سے کام لینے والے تھے اور خود غرضی اور خواہش پرستی سے پیدا ہونے والی خطاؤں سے گریز فرماتے تھے۔

کوئی غیر محتاط آدمی اپنے مقاصد کے حصول کے لیے کفریہ باتیں کہہ کر حضرت محمد ﷺ کی طرح 13 سال تک مصائب اور تکالیف کا نشانہ بننا پسند نہیں کرتا اور نہ اس کے پیروکار اس کے ایسے مصائب میں شریک ہو سکتے ہیں جب تک کہ انہیں اس کے مکمل خلوص اور صداقت کا یقین نہ ہو۔ جب آپ کو کامیابی حاصل ہوئی تو آپ نے خود پسندی سے کام لیا' نہ ایک متعصب آمر کا

رویہ اپنایا جیسا کہ ایک خود غرض آدمی کرسکتا ہے۔

آپ بدستور سادہ اور عاجزانہ زندگی بسر کرتے رہے۔ اہل مکہ پر جب آپ کو مکمل تسلط حاصل ہوگیا تو آپ نے ان لوگوں کو جو آپ اور آپ کے پیروکاروں پر ظلم کرتے رہے تھے معاف کردیا' حالانکہ آپ چاہتے تو ان سے بدلہ لے سکتے تھے۔ جو شخص خلوص دل سے اللہ عزوجل کو خوش کرنا چاہتا ہو صرف وہی شخص خوش حالی اور بدحالی دونوں صورتوں میں ایسے عظیم کردار کا مظاہرہ کرسکتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''تم ان لوگوں کو ان کے پھل (کردار) سے پہچان لوگے۔'' ایک منافق شخص کسی نہ کسی وقت پہچانا جاتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ کی زندگی میں کوئی ایسی بات نہ تھی جس کی بنا پر لوگ آپ کے اخلاص پر انگلی اٹھا سکتے۔

پھر کیا یہ کہنا درست ہے کہ شیطان بعض اوقات اچھے لوگوں کو آلۂ کار بنا کر ان کے دل میں یہ بات ڈال دیتا ہے کہ انہیں جو کچھ بتایا جارہا ہے وہ اللہ کی طرف سے وحی ہے؟ مگر کیا یہ ممکن ہے کہ شیطان بظاہر ایک اچھے دین کو قائم کردے صرف اس مقصد کے لیے کہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قربانی کے عقیدے پر ایمان لاکر نجات پانے سے باز رہیں؟ کیا شیطان کوئی ایسا دین قائم کرسکتا ہے جو شرک اور بت پرستی کو ختم کردے' عدل کا نظام قائم کرے' اللہ کی عبادت کا حکم دے' غریبوں اور بے کسوں کی مدد کی تاکید کرے' خواتین کو قابل احترام مقام دے' سائنس کے علم میں اضافہ کرے' عالمگیر اخوت اور دوسرے مذاہب سے رواداری کا درس دے' غلاموں کو آزادی دینے کی ترغیب دے' چوری' قتل اور زنا پر سخت گرفت کرے' مشرک عربوں کی اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے کی رسم کو ختم کردے' بیویوں کی تعداد چار مقرر کردے اور ان سے انصاف کا برتاؤ کرنے کی ہدایت کرے؟ ہرگز نہیں!!

اس کے مقابلے میں عیسائیت کا کوئی بھی فرقہ حقیقتاً تسلی بخش نہیں ہے۔ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ آدم اور حوا علیہما السلام کی خطا کاری کے باعث تمام انسان گناہ گار پیدا ہوتے ہیں اور اپنے اعمال کی بنا پر جنت کے مستحق نہیں ہوسکتے۔ مگر مسلمانوں کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ سیدنا آدم اور حوا علیہما السلام کی لغزش کی سزا پوری نسل انسانی کو مل رہی ہے۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام انسان معصوم

(گناہوں سے پاک) پیدا ہوتے ہیں اور اپنے گناہوں ہی کے سبب سے جنت میں جانے کے حق سے محروم ہوسکتے ہیں اور وہ بھی اس عمر کے گناہوں کے سبب جب وہ دانستہ گناہ کا ارتکاب کرسکیں۔

مجھے قرآن حکیم کے ان الفاظ نے بہت متاثر کیا: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى﴾ ''کوئی بوجھ اٹھانے والی جان کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔'' (الاسراء : 15/17)

لہٰذا جنت کے انعام یا جہنم کی سزا کا دارومدار انسان کے ایمان (یا بے ایمانی) اور اعمال پر ہوگا نہ کہ کسی کی سفارش، قربانی یا مداخلت پر۔ یہ بات مجھے زیادہ قرین انصاف اور معقول لگی۔

تحقیق اور دلائل کی تلاش کے عمل میں، میں نے کئی ماہ صرف کیے اور اس کے بعد اسلام پر ایمان لانے کا اعلان کیا۔ میں نے ایک برائے نام مسلمان سے شادی کی مگر میرے اسلام لانے کی وجہ یہ شادی نہیں تھی۔ صرف ایک مسلمان ہونے کی رو سے میں نے اس سے شادی کی اور اس طرح میں دین اسلام سے وابستہ ہوگئی۔ میرا قبول اسلام قرآنِ حکیم کے مطالعہ اور کسی حد تک صالح مسلمانوں کے اچھے کردار کے سبب عمل میں آیا۔

میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ دنیا میں ہر لحاظ سے مکمل کوئی بھی دینی تنظیم موجود نہیں، مگر جب میں اسلام کی عظمتِ رفتہ اور آج کے بہترین مسلمانوں کی زندگی پر نظر ڈالتی ہوں تو مجھے احساس ہوتا ہے کہ اسلام میرے لیے راہِ ہدایت ہے۔

اگر مسلمان اپنے اندر یہ احساس پیدا کرلیں کہ مذہب کے اصول مادی ترقی سے متصادم نہیں ہیں اور وہ دوسری قوموں کی مادیت پرستی اور کمزور ضابطۂ اخلاق اپنانے کی بجائے اپنے شاندار ماضی کی بنیاد پر ایک قابل تقلید تہذیب استوار کرلیں تو اسلام دنیا کے لیے بہت مؤثر ثابت ہوسکتا ہے۔ علاوہ ازیں اگر برطانیہ اور یورپ کے لوگ اسلام قبول کرلیں تو پھر وہ ہمیشہ کے لیے بڑی طاقتیں بن جائیں گے۔ برطانیہ اور یورپ کے مسلمانوں کو بہترین مسلمانوں میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ برطانیہ کے اکثر لوگ اپنے مذہب سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ انہیں ایک نیا مقصدِ حیات درکار ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ مسلمان جو دوسرے ممالک سے آتے ہیں اور ان سے میل جول

رکھتے ہیں وہاں اچھا تاثر قائم کر کے ان کے دلوں میں اسلام سے دلچسپی پیدا کرلیں گے۔ ①

[خدیجہ ایف آر فیزوئی۔انگلینڈ]

(Khadija F.R. Fezoui- England)

میں نے دین اسلام کیوں اختیار کیا؟

میرے خاندان کا تعلق چرچ آف انگلینڈ سے تھا اور اس خاندان کے کئی افراد چرچ میں اہم مناصب پر فائز تھے' لیکن میں کلیسا کے کئی عقائد مثلاً نظریۂ کفارہ' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت' سفارش' گناہوں کے اعتراف اور مسیحی توثیق جیسی رسوم سے کبھی اتفاق نہ کرسکی کیونکہ یہ سب نظریات مجھے استادِ گلیل (Galilee) ② حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اصل تعلیمات کے خلاف لگتے تھے۔

3 سال قبل ایک دفعہ میں ووکنگ (Woking) کی مسجد گئی تو مسلمانوں سے رابطہ ہوا۔ اس کے بعد میں نے مسجد کے نائب امام عبدالخالق خان سے دین اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا سلسلہ جاری رکھا اور اسی سلسلے میں انہیں کبھی کبھار ''ساؤتھ سی'' میں مدعو کرتی رہی۔ انہوں نے اسلامی تعلیمات کی جو وضاحت کی وہ جدید دور اور سائنس کے مطابق میرے ذہن کے لیے قابل قبول تھی۔ اسلام کے پیروکاروں کی انتہائی سادگی اور عبادت میں خلوص نے مجھے یہ احساس دلا دیا کہ یہ دین اس کائنات کا سب سے اوّلین اور برتر دین ہے۔ ③

[مادام خالدہ بکینن۔ہیملٹن ④ ایچ]

(Madame Khalida Buehanan-Hamilton H)

---

① اسلام' دی فرسٹ اینڈ فائنل ریلیجن' ص: 142-147

② بحیرۂ گلیلی (جھیل طبریہ) شمالی فلسطین میں واقع ہے۔ اس کے کنارے ناصرہ (Nazareth) نامی شہر آباد ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو تبلیغ و تلقین کرتے رہے۔ اس لیے انھیں استادِ گلیل یا مسیح ناصری بھی کہا جاتا ہے۔ (م ف)

③ اسلامک ریویو' دسمبر 1929ء' ج: 17' ش: 12' ص: 454,455

④ مسز ایچ بکینن ہیملٹن (Mrs.H.Buchanan Hamilton) آنجہانی مارکوئیس کرزن آف کیڈل سٹون

میرا عقیدہ

میرے خیال میں زندگی کا سب سے ارفع تصور یہ ہے کہ ہم ایک بے عیب ذات کے نمائندے ہیں جو ہمیں ہدایت بھی دیتی ہے اور ہماری قسمت کی نگرانی بھی کرتی ہے۔ یہ سوچ غلط ہے کہ ہم خود اپنی تقدیر بناتے ہیں اور ہمیں اس پر مکمل اختیار حاصل ہے کیونکہ ہم میں سے بڑے سے بڑا انسان بھی اپنی قوت وجبلت پر کوئی اختیار نہیں رکھتا اور زندگی کی ابتدا اور انتہا کا علم ہم میں سے کسی کو بھی میسر نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے مالکِ تقدیر ہونے پر ایمان رکھنے کے بغیر ہمیں اپنے جذبات کے مطابق فیصلے کرنے کے لیے ہمارے حال پہ چھوڑ دیا جاتا تو ہمارے جذبات جو سراسر تکبر اور خودسری پر مبنی ہیں' ان کے ہاتھوں اب تک روئے زمین سے نسل انسانی کا وجود ہی مٹ چکا ہوتا۔ محض جذبات کی تکمیل وتسکین کی انفرادی اور اجتماعی کوششوں کا انجام یہی ہونا تھا۔

جہاں تک مالکِ تقدیر کے تصور کا تعلق ہے جس سے ہم اپنی انفرادی اور اجتماعی تقدیر کے بارے میں رہنمائی حاصل کر سکیں' تو اس سلسلے میں بہت اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ مالک تقدیر کی ذات واحد اور جامع ہونی چاہیے جس میں کوئی شریک ہو نہ وہ اپنے اختیارات کسی اور کو منتقل کرے۔ اس ملک کے لوگ اسلام کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں باتیں تو بڑے مزے سے کرتے ہیں مگر وہ عقیدۂ توحید کے مفہوم پر غور کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے جو کہ اسلام کی بنیاد ہے۔

لوگوں کے لیے بہتر ہوگا اس حقیقت کو تسلیم کرلیں کہ اس موضوع پر اسلام نے جو رہنمائی دی ہے' اس کے بارے میں کسی قسم کا ابہام پیدا کرنے کی کوشش بالآخر بنی نوع انسان کی سماجی اور

(Marquess Curzon of Kedleston) اور آنجہانی سر فرانسس لے بیرونیٹ (Sir Francis Ley Bart.) کی رشتہ دار تھیں۔ سولھویں صدی کے شروع میں اس قدیم اور معزز خاندان کی زمینیں مے فیلڈ (Mayfield) کے مقام پر ''سٹیفورڈ شائر کاؤنٹی'' میں تھیں۔ ان کی پرورش جرمنی میں ہوئی۔ وہ آرٹ کی دلدادہ تھیں اور انگریزی کے علاوہ انہیں جرمن اور فرانسیسی زبانوں پر کامل عبور تھا۔ (ایڈیٹر اسلامک ریویو)

روحانی زندگی کو شکست و ریخت میں مبتلا کر دے گی۔ اب اگر ارادہ اور حتمی فیصلے کا اختیار یقینی طور پر ایک ہی ہستی کے پاس ہے جو تمام اسباب کی مالک بھی ہے اور زمان و مکان اسی کی گرفت میں ہیں' تو عقل کا تقاضا یہ ہے کہ انسانیت کی رہنمائی کے لیے دنیا بھر میں دستور العمل بھی ایک ہی ہونا چاہیے۔ اگر کسی ایک زمانے میں اللہ تعالیٰ نے کسی ایک قوم کی اخلاقی اور روحانی رہنمائی ایک پیغمبر کے ذریعے سے کی تو باقی تمام قوموں اور تمام ادوار کے لیے بھی طریقہ کار وہی ہوگا۔ سب سے بڑھ کر یہی بات تھی جس نے مجھے عیسائیت کی بجائے اسلام قبول کرنے پر آمادہ کیا کیونکہ اگر میں عیسائیت کے موجودہ نظریۂ الوہیت پر ایمان لاؤں جیسا کہ عیسائیت پیش کرتی ہے تو اخلاقاً مجھے ان تمام اوتاروں پر ایمان لانا پڑے گا جو مختلف مشرک قوموں نے بنا رکھے ہیں۔ بے شک قرآن عظیم کی اس بات سے مجھے روحانی تسکین ملی کہ اللہ تعالیٰ انسانیت کے لیے اپنے حکم یا مرضی کا انکشاف بنی اسرائیل کے سلسلہ انبیاء کے ذریعے سے کرتا رہا اور انسانیت کی ہدایت کا یہی ایک طریقہ ہے' اور الوہیت بہ شکل انسانیت کا نظریہ کافرانہ سوچ کی پیداوار ہے جس کی درحقیقت کوئی بنیاد ہی نہیں۔ قرآن حکیم یہ بات واضح طور پر بتاتا ہے کہ وہ تمام انسان جنھیں الوہیت کے اوتار سمجھ کر پوجا گیا' وہ الٰہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رُوح الامین (جبریل علیہ السلام) ان پر وحی لاتے تھے اور ان کے فوت ہو جانے کے بعد گمراہ لوگوں نے انھیں الٰہ سمجھنا اور پوجنا شروع کر دیا۔

✿ **اسلام کا تصورِ رسول:** میں واضح طور پر سمجھتی ہوں کہ انسانیت کی روحانی نجات میں رسالت کے مؤثر کردار کے حوالے سے کسی عیسائی کے لیے اسلام کا نظریہ قبول کرنا خاصا مشکل ہو سکتا ہے کیونکہ اس کا تصور نبوت بائبل کے عہد نامۂ قدیم میں مذکور قصے کہانیوں پر مبنی ہوتا ہے۔ اگر انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ہم ان کہانیوں پر یقین کریں تو یہ کہانیاں ہمیں نجات کے بجائے جہنم میں لے جا سکتی ہیں تا آنکہ اپنی نجات کا کوئی اور مؤثر وسیلہ اختیار نہ کیا جائے۔

اسلام کا تصورِ نبوت جو میرے خیال میں یہودی عقائد کے اصلی تصور کے بھی مطابق ہے' عیسائیت کے تصور نبوت سے بہت مختلف ہے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنھیں اللہ تعالیٰ نے براہِ راست صفاتِ کاملہ سے نوازا ہے' تمام مثبت اقدار اور نیکیوں کا چلتا پھرتا نمونہ ہیں اور آپ کی صحبت ہی

انتہائی گناہ گار انسان کو نیک بنا دیتی ہے۔ درحقیقت یہ سوچ ہی غلط ہے کہ تمام نیکیوں اور پاکیزگی کا سرچشمہ ذات الٰہی، کسی عام انسان سے بھی بڑھ کر ایک گناہ گار انسان سے براہِ راست گفتگو کرسکتی ہے، جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں عہد نامہ قدیم میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ گناہ گار انسان ایک پوری قوم کو اخلاقی اور روحانی منازل طے کرا سکتا ہے لہٰذا قرآن حکیم پڑھ کر مجھے بہت زیادہ قوت ایمانی ملی کہ انبیائے کرام علیہم السلام کو غلط انداز میں پیش کرنے والی عہد نامۂ قدیم میں مذکور سب داستانیں جھوٹی اور من گھڑت ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں اسلام کا اعلیٰ روحانی معیار دیکھنے کے بعد یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ دنیا کو اپنی نجات کیلئے انبیاء علیہم السلام کے علاوہ اور کوئی بہتر ذریعہ نہیں مل سکتا۔ اوتار یا تجسیم الٰہی کا نظریہ نہ صرف غیر ضروری ہے بلکہ گمراہ کن ہے۔ اگر ہماری نجات کی خاطر اللہ تعالیٰ انسانی شکل اختیار کر لے تو کائنات اور اس کی قسمتوں کے مالک کی حیثیت سے وہ اپنے فرائض کیسے ادا کرے گا؟ عیسائیت اس مشکل کا حل اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں ایک اور شخص کی شرکت بتاتی ہے۔ مگر اس سے تو یہ الجھن اور بھی زیادہ پیچیدہ ہو جاتی ہے۔ صرف طاقت کا سرچشمہ ہی الٰہ کہلا سکتا ہے نہ کہ اس کے نائبین جو اس کے ماتحت ہوتے ہیں۔ بہر حال اگر ہم نظر نہ آنے والی روحانی طاقت عظمیٰ (اللہ) جو تمام مخلوق کی خالق ہے، کو بھی اور زمین پر رہتے بستے مفروضہ اوتار (عیسیٰ علیہ السلام) کو بھی الٰہ تسلیم کر لیں تو کائنات کی حکومت میں دو عملی کی صورت حال بنتی ہے جو کہ ناممکن ہے، کیونکہ اس صورت میں کوئی پُر امن اور ترقی پذیر نظام نہیں چل سکے گا۔ علاوہ ازیں بصورتِ انسانی خدا کا کردار بے بسی کی تصویر ٹھہرتا ہے۔ کائنات کا نظام چلانے والی طاقت وہی ہو سکتی ہے جو غیر مرئی (نظر نہ آنے والی) ہو۔ میرے خیال میں تجسیم الٰہی کا تصور عیسائی قوم کے روحانی دیوالیہ پن کا مظہر ہے جو اس کے لیے روحانی معاملات کو روحانی بصیرت سے دیکھنے میں رکاوٹ بنا ہوا ہے۔ ①

[مادام خالدہ بکینن ہیملٹن۔ صدر مسلم سوسائٹی، برطانیہ]
(Madame Khalida Buchanan-Hamilton
President of the Muslim Society in U.K)

---

① اسلامک ریویو، جنوری 1937، ج:25، ش:1، ص:67-70

میں مسلمان کیوں ہوئی

[لیڈی محترمہ ایولن کوبولڈ زینب] نے اپریل 1933ء میں ادائیگیٔ حج کی سعادت حاصل کی۔ یہ سعادت حاصل کرنے والی آپ پہلی انگریز مسلم خاتون تھیں۔ آپ نے اپنی یادداشتیں اپنی کتاب "My Pilgrimage To Mecca" (میرا مکہ کا حج) کے عنوان سے شائع کروائیں۔ 14 دسمبر 1933ء کو برطانیہ کی مسلم سوسائٹی کی جانب سے کارلٹن ہوٹل (Carlton Hotel)، لندن میں سیرت کے حوالے سے ایک محفل منعقد کی گئی جس کی آپ میزبان تھیں۔ اس موقع پر آپ نے سیرت النبی ﷺ پر ایک پرمغز خطاب فرمایا۔ (مدیر)]

مجھ سے اکثر یہ پوچھا جاتا ہے کہ میں مسلمان کیوں ہوئی؟ میں صرف یہی جواب دے سکتی ہوں کہ مجھے یہ علم نہیں کس وقت اسلام کی حقیقت مجھ پر منکشف ہوئی؟ کچھ یوں لگتا ہے کہ میں ہمیشہ ہی سے مسلمان تھی۔ جب یہ ذہن میں رکھا جائے کہ اسلام دین فطرت ہے اور بچہ اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے تو وہ فطرت ہی کے مطابق پروان چڑھے گا' تو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہے، جیسا کہ ایک مغربی نقاد نے ایک دفعہ کہا تھا: ''اسلام عقل وشعور کا دین ہے۔''

میں نے اسلام کا جتنا زیادہ مطالعہ کیا اتنا ہی میرا یہ یقین راسخ ہوتا گیا کہ اسلام ہی سب سے زیادہ عمل پر زور دیتا ہے اور یہی دنیا کے پیچیدہ ترین مسائل کا بہترین حل پیش کرکے انسانیت کو امن اور خوش حالی دے سکتا ہے۔ تب سے اب تک میرا یہ محکم ایمان ہے کہ اللہ ایک ہے اور حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت محمد ﷺ اور دیگر تمام انبیاء علیہم السلام اللہ ہی سے ہدایت حاصل کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کے لیے ایک نبی بھیجا' انسان فطرتاً گناہ گار نہیں اور ہمیں (دنیا میں) نجات کے لیے کسی کی سفارش کی ضرورت نہیں کیونکہ ہم کسی بھی وقت اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہوسکتے ہیں اور یہ کہ ہماری نجات کا تمام تر دارومدار (اللہ کی رحمت کے بعد) ہمارے ایمان اور اعمال پر ہے۔

اسلام اللہ تعالیٰ کی مکمل اطاعت کا نام ہے، نیز اس کے معنی ''سلامتی'' کے ہیں اور مسلمان وہ ہے جو خالق کائنات کے احکام پر عمل کرے اور اللہ اور اس کی مخلوق دونوں کو راضی رکھے۔

اسلام کی بنیاد دو باتوں پر ہے: ① توحید پر ایمان ② اخوتِ انسانی ①

یہ پیچ در پیچ عقائد کی بھول بھلیوں سے پاک ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اسلام ایک مثبت دین ہے۔

حج کے اثرات کے بیان میں مبالغہ آرائی ناممکن ہے۔ دنیا کے ہر کونے سے آئے ہوئے انسان جو اس مقدس موقع پر اس مقدس جگہ جمع ہو کر نہایت عجز سے اللہ کی حمد و تسبیح بیان کرتے ہوئے انسانیت کے سمندر میں شامل ہو جاتے ہیں' اس سے اسلامی نصب العین کی اہمیت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔ یہ بہت ہی روح پرور مشاہدہ ہے جو خوش نصیب انسانوں کو ہوتا ہے۔ جس سرزمین سے اسلام کے زمزمے بلند ہوئے اس کی زیارت، جہاں نبی ﷺ نے گمراہ انسانیت کو اللہ تعالیٰ کی طرف واپس آنے کی دعوت دی اور جہاں حضرت محمد ﷺ نے قربانی اور شہادتوں کے زرّیں برسوں میں مشقتیں اور صعوبتیں اٹھائیں' ان کی ایمان افروز یادیں' یہ سب باتیں مل کر روح میں شمعِ ایمان روشن کرتی ہیں جس سے پوری دنیا روشن اور منور ہو جاتی ہے لیکن حج کے ثمرات و برکات اور بھی ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ یہ مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرتا ہے اور انہیں متحد کر کے ایک قوت بناتا ہے' آپس میں ہمدردی سکھاتا ہے اور انہیں ایک مرکز عطا کرتا ہے جہاں وہ دنیا کے اطراف واکناف سے آ کر یکجا ہو سکتے ہیں۔ وہ ہر سال ایک دوسرے سے ملنے اور ایک دوسرے کو جاننے کا موقع عطا کرتا ہے۔ حج کے دوران میں آپس میں تبادلۂ خیالات اور تجربات کا موازنہ کرنے کا موقع ملتا ہے اور اجتماعی فلاح کے لیے مربوط کوششیں کرنے کی ترغیب ملتی ہے۔ فاصلے مٹ جاتے ہیں اور فرقہ وارانہ اختلافات ایک طرف رکھ دیے جاتے ہیں۔ رنگ و نسل کے امتیازات اس دینِ اخوت میں ضم ہو جاتے ہیں اور یہ تمام مسلمانوں کو ایک عظیم برادری بنا کر انہیں اپنے اسلاف کے شاندار ورثے کا احساس دلاتا

① رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ کی شہادت' نماز قائم کرنا' زکوۃ ادا کرنا' حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔'' (صحیح البخاري' الإيمان' باب: دعاؤكم إيمانكم' حديث: 8)

ہے۔ ①

[لیڈی ایولن کوبولڈ زینب]
(Lady Evelyn Cobbold Zainab)

اسلام کا مفہوم میری نظر میں

محترمہ مریم جمیلہ ایک معزز گھرانے میں پیدا ہوئیں۔ آپ کے والد ایک سیلز مین اور والدہ نہایت معزز سماجی کارکن تھیں۔ محترمہ جمیلہ نے 19 برس کی عمر میں اسلامی لٹریچر کا پوری توجہ اور انہماک سے مطالعہ شروع کیا۔ آغاز آپ نے اسلامی کتب کے انگریزی تراجم کی مدد سے کیا تاکہ مسلمان ہونے کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کی جائے اور عام دستیاب اخبارات وجرائد کے ذریعے سے اسلامی ریاستوں کے موجودہ حالات کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کی جائیں۔

آپ نے دنیائے عرب اور پاکستان کے تقریباً دس بارہ نوجوانوں سے خط کتابت کی۔ ان قلمی احباب میں سے اکثر سے تعلقات دیرپا ثابت نہ ہوئے کیونکہ آپ جلد ہی ان کے مغرب زدہ طرزِ حیات سے بیزار ہو گئیں۔ ان کی اسلامی عقائد اور ثقافت سے غفلت اور بعض اوقات عناد کے علاوہ ان کی بچکانہ سوچ نے آپ کو ان سے متنفر کر دیا۔ بالآخر آپ نے پختہ کار اور با اثر مسلمان رہنماؤں بالخصوص علماء سے رابطہ قائم کیا۔ 1960ء تک آپ کی خط کتابت سابق عراقی مندوب دراقوام متحدہ ڈاکٹر فاضل جمالی، سابق ڈائریکٹر اسلامک سنٹر واشنگٹن ڈاکٹر محمود ایف حب اللہ، صدر علمائے الجزائر اور فرانسیسی استعمار کے خلاف تحریک آزادی کے روح رواں مرحوم شیخ محمد بشیر ابراہیمی، ڈاکٹر محمد البہائی الازہری، ڈاکٹر محمد حمید اللہ آف پیرس، ڈاکٹر معروف دوالیبی (ماہر اسلامی قانون، پروفیسر آف شریعہ دمشق یونیورسٹی اور سابق وزیر اعظم شام) اور صدر اسلامک سنٹر جنیوا ڈاکٹر سعید رمضان سے ہو چکی تھی اور آپ نے سید قطب شہید سے بھی رابطے کی پوری پوری کوشش کی، جب وہ مصر میں طویل قید کاٹ رہے تھے۔

① اسلامک ریویو، مارچ 1934ء ج:22، ش:3، ص:61

مختصر یہ کہ بہن مریم جمیلہ تقریباً دس سال تک انگریزی زبان میں دستیاب اسلامی لٹریچر کا مطالعہ کرتی رہیں۔ بعد میں آپ نے مولانا مودودی سے بھی خط کتابت کی۔ محترمہ جمیلہ کو مسلمان بنانے کے لیے مولانا مودودی رحمہ اللہ کو دعوت و تبلیغ کی ضرورت نہ پڑی کیونکہ محترمہ پہلے ہی قبول اسلام کی دہلیز پر پہنچ چکی تھیں اور مولانا کے علم کے بغیر ہی اس سلسلے میں آخری قدم اٹھانے والی تھیں۔ علاوہ ازیں آپ کی تحریروں پر بھی مولانا مودودی رحمہ اللہ کا کوئی فیصلہ کن اثر نہ پڑ سکا کیونکہ آپ مولانا سے واقف ہونے سے ایک سال سے زیادہ عرصہ پہلے ہی اسلام کے دفاع میں مضامین لکھنے کا آغاز کر چکی تھیں اور آپ کے عقائد کی بنیادیں' دونوں کو ایک دوسرے کا علم ہونے سے بہت پہلے ہی' مستحکم ہو چکی تھیں۔ قبول اسلام سے پہلے ہی آپ نے اپنے آپ کو اسلام کے لیے وقف کر دینے کا فیصلہ کر لیا تھا' چنانچہ 5 دسمبر 1960ء کو نیویارک سے مولانا مودودی رحمہ اللہ کے نام ایک خط میں آپ نے لکھا:

''گزشتہ سال میں نے دریافت کیا ہے کہ مادہ پرستانہ فلسفے' سیکولرازم اور قوم پرستی' جن کا آج کی دنیا میں بہت چرچا ہے اور جو نہ صرف اسلام بلکہ پوری نسل انسانی کی بقا کے لیے خطرہ بن گئے ہیں' ان کے خلاف جدوجہد کے لیے میں خود کو وقف کرنا چاہتی ہوں۔ اس مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے پہلے ہی بہت سے مضامین اور کالم لکھے ہیں۔ میں 26 سالہ جوان امریکی عورت ہوں اور اس قدر شدّت سے اسلام کی طرف راغب ہوں، جو کہ دنیا کے لیے امید کی کرن ہے' کہ میں مسلمان ہو جانا چاہتی ہوں۔''

اس خط کا جواب مولانا مودودی رحمہ اللہ نے 21 جنوری 1961ء کو لکھا:

''مجھے یقین ہے کہ آپ پہلے ہی سے مسلم خاتون ہیں اگرچہ آپ ابھی اسلام قبول کرنے کا سوچ رہی ہیں۔ جو مرد یا عورت اللہ تعالیٰ کی وحدانیت' حضرت محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے' قرآن کریم کے اللہ تعالیٰ کا کلام ہونے اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ حقیقی مسلمان ہے' چاہے وہ یہودی' عیسائی یا کسی اور غیر مسلم گھرانے میں

پیدا ہوا ہو۔ آپ کے خیالات مذکورہ عقائد پر آپ کے ایمان کے شاہد ہیں' اس لیے میں آپ کو ایک مسلمہ اور اپنی مومنہ بہن سمجھتا ہوں۔ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کے لیے بپتسمہ یا کسی پادری کے سامنے تبدیلیٔ مذہب کی کوئی رسم ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر آپ کو ابدی صداقت ''اسلام'' کی حقانیت پر یقین واطمینان ہے تو آپ کا دل سے اس بات کا اقرار کافی ہے: [لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ] ''اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد (ﷺ) اس کے رسول ہیں۔ مزید برآں آپ کو کوئی اسلامی نام جیسے عائشہ' فاطمہ وغیرہ رکھ لینا چاہیے۔ اس کے بعد آپ عوام میں اپنے نام اور قبول اسلام کا اعلان کر دیں تاکہ مسلم دنیا کو علم ہو جائے کہ آپ بھی ان کی مسلم برادری کی ایک رکن ہیں۔''

اسلام قبول کرنے کے بعد مریم جمیلہ نے مولانا مودودی رحمہ اللہ کو ایک خط لکھا جس میں یہ واضح کیا:

''پانچ روز قبل عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد میں نے اپنے دو مسلمان بھائیوں کی موجودگی میں کلمۂ شہادت پڑھا اور اب میں ایک مکمل مسلمہ عورت ہوں۔ پھر میں نے بروکلین (Brooklyn) میں اسلامک مشن آف امریکہ (Islamic Mission of America) کے شیخ داود احمد فیصل سے اپنے قبول اسلام کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا۔ میرا اسلامی نام مریم جمیلہ ہے اور اب میں اپنی تمام خط کتابت اور تحریروں میں یہی نام لکھوں گی۔''

مولانا مودودی رحمہ اللہ کو 7/ اپریل 1962ء کو لکھے گئے ایک اور خط میں اپنے قبول اسلام کا تذکرہ کچھ اس طرح کرتی ہیں:

''میں نے بلاشبہ زندگی میں بہت سی غلطیاں اور احمقانہ کام کیے ہیں مگر مجھے یقین ہے کہ میرا قبول اسلام میری سرگرمیوں میں سب سے مثبت' سب سے زیادہ تعمیری اور سب سے زیادہ عقلمندانہ اقدام ہے۔ مجھے اس بات پر بغیر کسی شک وشبہ کے یقین ہے کہ اسلام ذہنی صحت کے لیے مؤثر ترین دوا ہے۔ مولانا صاحب کا یہ خیال حق بجانب ہے کہ یہودیت وعیسائیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کرنے کا مطلب مغربی تہذیب

ومعاشرت کو چھوڑ کر اسلامی تہذیب میں آجانا اور تہ دل سے ایک یکسر مختلف طرز زندگی اختیار کر لینا ہے۔''

محترمہ مریم جمیلہ کی قابل ذکر بات یہ ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے اپنے آپ کو اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لیے وقف کر دیا ہے۔ انہوں نے دو درجن سے زیادہ کتب لکھیں جو عالمی شہرت حاصل کر چکی ہیں۔ پریس میں ان کی کتب کا مختصر تعارف یوں ہوا:

1) "Islam versus the West" (اسلام اور مغرب): ''مریم جمیلہ سابق مارگریٹ مارکس (Margaret Marcus) اب اسلامی دنیا کی ایک معروف رکن ہیں۔ وہ اسلام کے حلقے کے اندر مغرب کے نام نہاد پرچارکوں کی سخت مخالف ہیں اور مدلّل طور پر ان کی تردید کرتی ہیں۔ وہ دلائل سے ثابت کرتی ہیں کہ اسلامی تہذیب اپنے اساسی اصول قربان کیے بغیر پھلنے پھولنے اور ٹیکنو کریٹک (Technocratic) تہذیب کے فروغ میں اپنا کردار ادا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔'' (Daily Dawn- Karachi)

2) "Islam and Modernism" (اسلام اور جدت پسندی): ''وہ خالص اسلام کی علمبردار ہیں۔ وہ اس بات کی ضرورت پر بھی زور دیتی ہیں کہ اسلامی تاریخ کو خالص اسلام کی روشنی میں مرتب کیا جائے۔ اسلوب ذرا تلخ ہے مگر دلچسپ انداز نے کتاب کے مطالعے کو بہت مفید بنا دیا ہے۔ یقیناً یہ مطالعے کے قابل اور دل ودماغ کو روشن کرنے والی کتاب ہے۔ تمام سچے مسلمانوں کی طرح مصنفہ تبلیغ کے ساتھ عمل کو لازم قرار دیتی ہیں۔''
(The Pakistan Observer, Dacca` and "The Criterion" Karachi)

3) "Islam in Theory and Practice" (اسلام نظریے اور عمل کے تناظر میں):
''امریکہ کی یہودیت سے مسلمان ہونے والی نئی مُسلمہ اس بات پر زور دیتی ہیں کہ اسلام کے غلبے کا دن دور نہیں' بشرطیکہ مسلمان اپنے مقام کو پہچان لیں اور تقدیر پر ایمان رکھیں' اسلام کی اساسی تعلیمات پر عمل کریں' اللہ کے احکام اپنی زندگی کے ہر شعبے میں جاری وساری کرنے اور اسلام کو اس کی مکمل شکل میں اپنی تہذیب' سیاست' معیشت اور

پیدا ہوا ہو۔ آپ کے خیالات مذکورہ عقائد پر آپ کے ایمان کے شاہد ہیں' اس لیے میں آپ کو ایک مسلمہ اور اپنی مومنہ بہن سمجھتا ہوں۔ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کے لیے بپتسمہ یا کسی پادری کے سامنے تبدیلیٔ مذہب کی کوئی رسم ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر آپ کو ابدی صداقت ''اسلام'' کی حقانیت پر یقین واطمینان ہے تو آپ کا دل سے اس بات کا اقرار کافی ہے: [لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ] ''اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد (ﷺ) اس کے رسول ہیں۔ مزید برآں آپ کو کوئی اسلامی نام جیسے عائشہ' فاطمہ وغیرہ رکھ لینا چاہیے۔ اس کے بعد آپ عوام میں اپنے نام اور قبول اسلام کا اعلان کر دیں تاکہ مسلم دنیا کو علم ہو جائے کہ آپ بھی ان کی مسلم برادری کی ایک رکن ہیں۔''

اسلام قبول کرنے کے بعد مریم جمیلہ نے مولانا مودودی رحمہ اللہ کو ایک خط لکھا جس میں یہ واضح کیا:

''پانچ روز قبل عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد میں نے اپنے دو مسلمان بھائیوں کی موجودگی میں کلمۂ شہادت پڑھا اور اب میں ایک مکمل مسلمہ عورت ہوں۔ پھر میں نے بروکلین (Brooklyn) میں اسلامک مشن آف امریکہ (Islamic Mission of America) کے شیخ داود احمد فیصل سے اپنے قبول اسلام کا سرٹیفیکیٹ حاصل کیا۔ میرا اسلامی نام مریم جمیلہ ہے اور اب میں اپنی تمام خط کتابت اور تحریروں میں یہی نام لکھوں گی۔''

مولانا مودودی رحمہ اللہ کو 7 اپریل 1962ء کو لکھے گئے ایک اور خط میں اپنے قبول اسلام کا تذکرہ کچھ اس طرح کرتی ہیں:

''میں نے بلاشبہ زندگی میں بہت سی غلطیاں اور احمقانہ کام کیے ہیں مگر مجھے یقین ہے کہ میرا قبول اسلام میری سرگرمیوں میں سب سے مثبت' سب سے زیادہ تعمیری اور سب سے زیادہ عقلمندانہ اقدام ہے۔ مجھے اس بات پر بغیر کسی شک وشبہ کے یقین ہے کہ اسلام ذہنی صحت کے لیے مؤثر ترین دوا ہے۔ مولانا صاحب کا یہ خیال حق بجانب ہے کہ یہودیت وعیسائیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کرنے کا مطلب مغربی تہذیب

ومعاشرت کو چھوڑ کر اسلامی تہذیب میں آ جانا اور تہ دل سے ایک یکسر مختلف طرز زندگی اختیار کر لینا ہے۔''

محترمہ مریم جمیلہ کی قابل ذکر بات یہ ہے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے اپنے آپ کو اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لیے وقف کر دیا ہے۔ انہوں نے دو درجن سے زیادہ کتب لکھیں جو عالمی شہرت حاصل کر چکی ہیں۔ پریس میں ان کی کتب کا مختصر تعارف یوں ہوا:

1) "Islam versus the West" (اسلام اور مغرب): ''مریم جمیلہ سابق مارگریٹ مارکس (Margaret Marcus) اب اسلامی دنیا کی ایک معروف رکن ہیں۔ وہ اسلام کے حلقے کے اندر مغرب کے نام نہاد پرچارکوں کی سخت مخالف ہیں اور مدلّل طور پر ان کی تردید کرتی ہیں۔ وہ دلائل سے ثابت کرتی ہیں کہ اسلامی تہذیب اپنے اساسی اصول قربان کیے بغیر پھلنے پھولنے اور ٹیکنو کریٹک (Technocratic) تہذیب کے فروغ میں اپنا کردار ادا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔'' (Daily Dawn- Karachi)

2) "Islam and Modernism" (اسلام اور جدت پسندی): ''وہ خالص اسلام کی علمبردار ہیں۔ وہ اس بات کی ضرورت پر بھی زور دیتی ہیں کہ اسلامی تاریخ کو خالص اسلام کی روشنی میں مرتب کیا جائے۔ اسلوب ذرا تلخ ہے مگر دلچسپ انداز نے کتاب کے مطالعے کو بہت مفید بنا دیا ہے۔ یقیناً یہ مطالعے کے قابل اور دل ودماغ کو روشن کرنے والی کتاب ہے۔ تمام سچے مسلمانوں کی طرح مصنفّہ تبلیغ کے ساتھ عمل کو لازم قرار دیتی ہیں۔''

(The Pakistan Observer, Dacca` and "The Criterion" Karachi)

3) "Islam in Theory and Practice" (اسلام نظریے اور عمل کے تناظر میں):

''امریکہ کی یہودیت سے مسلمان ہونے والی نئی مُسلمہ اس بات پر زور دیتی ہیں کہ اسلام کے غلبے کا دن دور نہیں' بشرطیکہ مسلمان اپنے مقام کو پہچان لیں اور تقدیر پر ایمان رکھیں' اسلام کی اساسی تعلیمات پر عمل کریں' اللہ کے احکام اپنی زندگی کے ہر شعبے میں جاری وساری کرنے اور اسلام کو اس کی مکمل شکل میں اپنی تہذیب' سیاست' معیشت اور

معاشرت میں نافذ کرنے کی کوشش کریں۔("The Criterion" Karachi)

4) "Islam versus Ahl Al-kitab; Past and Present" (اسلام اور اہلِ کتاب کا تقابل' ماضی اور حال کے آئینے میں): ''انہوں نے ایک یہودی خاندان میں پرورش پائی اور پروان چڑھیں، مسیحی امریکہ میں یہودی اقلیت کی رکن رہیں اور اس کے بعد اسلام قبول کیا۔ وہ اسلام کو انسانیت کے واحد حقیقی مذہب کے طور پر پیش کرتی ہیں جو انسانیت میں اتحاد پیدا کرسکتا ہے۔ یہ کتاب مریم جمیلہ کی تحریروں میں سب سے اچھی کتاب ہے۔'' ("The Muslim" London)

[ہم یہاں مریم جمیلہ کے دو بہترین سوانحی مضامین پیش کرنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں جو نومسلموں سے عام طور پر کیے جانے والے سوالات کا جواب ہیں۔] (مرتب)

میرے قبول اسلام کا پس منظر

بچپن ہی سے میرے نظریات مذہبی تھے' حتیٰ کہ ابتدائے بلوغت اور جوانی میں بھی مجھے مذہب سے ہمیشہ دلچسپی رہی۔ اس دور میں یہودیت اور عیسائیت کے نظریات سے بے زار ہوکر میں دہریت کی طرف مائل ہونے لگی کیونکہ مجھے اس ابدی سچائی کی تلاش تھی جو انسانی زندگی کو مفہوم' مقصد اور سمت عطا کرتی ہے۔ مجھے اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ مادی اور روحانی نظریات کے درمیان بنیادی فرق ارفع دینی' اخلاقی' سماجی اور قانونی اقدار پر یقین رکھنا ہے۔ دور حاضر اور دور ماضی کے تمام مادیت پرست افراد اور اقوام کا مقصدِ حیات محض دنیاوی لذتوں اور مسرّتوں کا حصول رہا ہے۔ مادیت پرست ہر جگہ وقتی اور عارضی لذتوں' خوشیوں اور مفادات کو اہمیت دیتا ہے۔ دولت کی پرستش اس کی افادیت کی بنیاد پر کی جاتی ہے۔ جوں ہی کوئی فرد اپنے آپ سے حتمی صداقتوں کے بارے میں سوال کرتا ہے اور موت و حیات کے معنیٰ' مقصد اور زندگی کی مختلف جہتوں کے بارے میں جستجو کرتا ہے تو وہ مذہب کے دائرۂ کار میں داخل ہوجاتا ہے جہاں طبعی وسائنسی علوم ہماری کوئی مدد نہیں کرسکتے۔ مادیت پرست ہمیشہ فانی اور عارضی

اقدار سے واسطہ رکھتے ہیں جبکہ خالص روحانی نقطۂ نظر سے کامل اور دائمی اقدار منزل مقصود ٹھہرتی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آج کے پُر آشوب اور اخلاقی زوال کے اس دور میں ہمیں جتنے مسائل کا سامنا ہے اور جو خوفناک اخلاقی انحطاط' سماجی انتشار اور اپنے عزیزوں' دوستوں اور اپنے خاندان کے رشتوں میں زوال در آیا ہے' اس کی بنیادی وجہ روحانی اقدار' معیارات اور نصب العین کے معاملے میں خلوص کا فقدان ہے۔ موجودہ فنون اور ثقافت کی خرابی بھی اسی وجہ سے ہے۔ آج کے انسان کو کسی حقیقی مقتدرِ اعلیٰ پر ایمان کی اشد ضرورت ہے تاکہ وہ اچھے اور برے' درست اور غلط میں تمیز کر سکے، حسن وقبح کی پہچان کر سکے اور اہم اور غیر اہم میں فرق کر سکے۔ صرف اللہ تعالیٰ کا قانونِ کامل اور ضابطۂ اخلاق ہی تمام انسانوں کے لیے وقار، عزت و آبرو' تقویٰ اور اطاعت کا ضامن ہے۔ مادی اور لادینی قانون سے یہ بات ممکن نہیں کیونکہ لوگ کسی ایسے قانون کا احترام کیسے کر سکتے ہیں جسے کل ووٹوں کی مدد سے ناکارہ قرار دے دیا جائے۔ اسلامی ضابطۂ اخلاق اور قانون اللہ کے اختیار میں ہے' اس لیے لوگ ان قوانین کا احترام کرتے ہیں اور ان کی اطاعت بھی کرتے ہیں۔ اسلامی احکام خوفِ الٰہی کا احساس دلاتے ہیں کیونکہ یہ دنیا اور آخرت دونوں میں نافرمانوں کے لیے سخت سزاؤں کی وعید سناتے ہیں۔ میں نے ''تبدیلی'' کو بذاتہٖ کبھی ایک خوبی نہیں سمجھا۔ میرے خیال میں کسی چیز میں دوام اور پائیداری کا نہ ہونا انسانی وجود کی قدر و قیمت کے انکار کے مترادف ہے اور اس کے بغیر زندگی محض بے وقعت' سطحی اور بے معنی ہے۔ میں ہمیشہ ابدی اور کامل سچائیوں کی تلاش میں رہی۔

یہودیت اور عیسائیت جیسے مذاہب مجھے مطمئن نہ کر سکے۔ میں یہودیت اور اس کے علماء کی تنگ نظری اور قوم ونسل پرستی سے متنفر ہو گئی اور فلسطینی عربوں پر ان کے ہولناک مظالم نے میری آنکھیں کھول دیں، حالانکہ فلسطینی عرب اپنے موقف میں حق بجانب ہیں اور باوقار لوگ ہیں حتی کہ متشدد یہودی بھی فلسطینیوں کی اخلاقی خوبیوں کے قائل اور معترف ہیں۔

عیسائیت کے پیچیدہ اور سمجھ سے بالاتر فلسفۂ دین سے میں کبھی مطمئن نہ ہو سکی۔ عیسائی چرچ بہت سی اخلاقی' سماجی' سیاسی اور معاشی برائیوں کا محور ہے' جبکہ یورپ میں اس کے عہدِ اقتدار

کے مظالم کو تاریخ انسانی کا سیاہ باب کہنا چاہیے۔ بچپن میں جب مجھے نیویارک میں یہودیت کی تعلیم و تربیت دی جارہی تھی تو یہ فطری امر تھا کہ میں تاریخی لحاظ سے یہودیت کے سب سے زیادہ قریب مذہب (اسلام) کے متعلق جاننے کی خواہش رکھتی تھی۔ مجھے پتہ چلا کہ میں اسلام اور اس کی تہذیب کا مطالعہ کیے بغیر بھی عربوں کے بارے میں معلومات حاصل کرسکتی ہوں اور جوں ہی مجھے یہ معلوم ہوا کہ عربوں نے اسلام کو عظمت نہیں بخشی بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے' تو میرے دل میں اس مذہب کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جاننے کی خواہش پیدا ہوگئی۔ میرے خیال میں قرآن کی بائبل پر فضیلت اس کی آفاقی حیثیت کی وجہ سے ہے جس کے مقابلے میں یہودیت کی تعلیمات قوم و نسل پرستی کے تنگ نظر تصورات پر مبنی ہیں جن کے باعث یہودی اپنی قبائلی ذہنیت سے باہر نہیں نکل سکے۔ چونکہ وسیع النظری اور عالمگیریت سے اعلیٰ اخلاقی اقدار جنم لیتی ہیں اس لیے اس نے ان مذاہب اور ان سے پروان چڑھنے والی تہذیبوں کے تاریخی ارتقاء پر شدید اثرات مرتب کیے ہیں۔

ابدی اقدار کے متعلق میری تڑپ کی تسکین صرف اسلام ہی سے ہوئی۔ سچائی' نیکی اور خوبصورتی کی قدریں جن سے انسانی زندگی اور موت کو مقصد اور سمت میسر آتی ہے، مجھے اسلام ہی میں ملیں جبکہ دوسرے مذاہب میں سچائی کو مسخ' محدود اور ٹکڑے ٹکڑے کردیا جاتا ہے۔ اب اگر کوئی مجھ سے یہ پوچھے کہ مجھے ان باتوں کا علم کیسے ہوا تو میں صرف یہی جواب دے سکتی ہوں کہ میرا ذاتی مشاہدۂ حیات مجھے قائل کرنے کے لیے کافی تھا' لہٰذا اسلام سے میری وابستگی ایک پرسکون اور محکم یقین کی بنا پر قائم ہے۔ بعض دوسرے نومسلموں کی طرح مجھے کبھی خوابوں میں نبیٔ اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی نہ کبھی تصوف کے تجربات ہوئے اور نہ کوئی ڈرامائی صورت حال میرے قبولِ اسلام کا باعث بنی۔

اب میں یہ سمجھتی ہوں کہ میں دل اور مزاج کے لحاظ سے ہمیشہ ہی مسلمان رہی ہوں اور اس وقت بھی مسلمان تھی جب مجھے یہ علم بھی نہ تھا کہ اسلام کیا ہے۔ میرا قبول اسلام تو ایک رسمی سی بات ہے اور اس سلسلے میں میرے دل میں کوئی انقلابی تبدیلی رونما نہ ہوئی۔ بس یوں سمجھیے کہ وہ

باتیں جن پر میں ایک عرصہ سے غور کر رہی تھی اور وہ خواہشات جو ایک عرصے سے میرے دل میں موجود تھیں، قبول اسلام نے انہیں سند قبولیت عطا کر دی۔

نبیٔ کریم ﷺ اور آپ کے بعد تمام سچے مسلمانوں کا مقصد حیات کامیابیوں کا حصول تھا اور محض لطف اندوز ہونا ان کا مقصد نہ تھا۔ اسلام میں مسرت اور اطمینان عاقبت میں نجات کے لیے اللہ کے احکام کی اطاعت سے حاصل شدہ جذباتی تسکین کا فطری نتیجہ ہیں۔ اسلام میں فرائض کو حقوق پر ہمیشہ ترجیح دی جاتی ہے۔ مادہ پرست دنیا میں سیاسی یا معاشی قوت کو کامیابی کہا جاتا ہے' یا سائنس' فنون لطیفہ اور مختلف پیشوں میں ترقی اور حصول شہرت کو کامیابی کا نام دیا جاتا ہے۔ اس طرح ہر باصلاحیت مالدار شخص جو کسی کاروبار یا تجارت سے بہت دولت جمع کر لے اسے کامیاب قرار دیا جاتا ہے۔ اسلام میں کامیابی کا معیار یہ ہے کہ دیرپا، کارآمد اور نفع بخش کام انجام دیا جائے خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا ہو اور گناہوں سے اپنی خواہشات کی تکمیل میں وقت ضائع نہ کیا جائے۔ نبیٔ اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں تجربے کی گہرائی کی اہمیت تجربے کی وسعت سے زیادہ تھی۔ آج کی تیز رفتار اور مشینی انداز زندگی اور مسلسل نقل و حرکت کے باعث لوگوں کے تجربے میں وسعت تو ضرور ہوتی ہے مگر غور و فکر کے لیے وقت نہ ملنے کے باعث ان کی سوچ سطحی اور گہرائی سے محروم ہوتی ہے۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن وسنت پر مبنی شریعت یا اسلام کے سخت مذہبی' اخلاقی اور سماجی قوانین سے زندگی محدود اور پابند ہو جاتی ہے' ان سے میں اپنے ذاتی تجربے کی بنا پر یہ کہنا چاہوں گی کہ آج کے کئی خوش حال اور جدت پسند لوگ بدحال اور پریشان ہیں اگرچہ انہیں کچھ بھی کرنے کی کھلی اجازت ہے۔

تاریخ میں ان جیسا بلند معیارِ زندگی کم ہی کسی کو حاصل رہا ہے۔ انہیں بہترین لباس' بہترین تعلیم' بہترین غذا اور بہترین رہائش میسر ہے' مردوں اور عورتوں کو مکمل آزادی حاصل ہے' ان کی سیکولر تعلیم نے ان کے سماجی تعلقات پر کوئی پابندی نہیں لگائی۔ وہ جو چاہیں انہیں کرنے کی اجازت ہے' انہیں اپنی ذات کو ہر طرح سے ترقی دینے کے وسیع مواقع میسر ہیں' پھر بھی ان تمام تر مادی مفادات اور مواقع کے باوجود جدید دور کے بے شمار لوگ بے چین' غیر مطمئن اور

اعصابی عوارض میں مبتلا ہیں۔

مسلمان ہونے کی حیثیت سے میری زندگی کا اولین مقصد یہ ہے کہ اسے ضائع نہ کروں۔ میرا ہر کھرے مسلمان کی طرح طویل المیعاد وحتمی مقصد حیات یہ ہے کہ قرآن وسنت پر عمل کر کے اللہ کی رضا اور قبولیت کے ذریعے آخرت میں نجات نصیب ہو جائے۔

[بیگم مریم جمیلہ' سابقہ مارگریٹ مارکس، نیویارک، حال مقیم لاہور]

(Maryam Jameelah Begum,Formerly Margaret Marcus)

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

اسلام سے میری دلچسپی اس دور میں پیدا ہوئی جب میں یہودیوں کے 'سنڈے سکول' (Sunday School) کی طالبہ تھی۔ مجھے یہودیوں اور عربوں کے باہمی تاریخی تعلقات کے مطالعے کا شوق پیدا ہوا۔ یہودیوں کی نصابی کتب سے مجھے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام عربوں اور یہودیوں کے جدّ امجد تھے۔ میں نے ان کتب میں پڑھا کہ کئی صدیوں کے بعد جب قرونِ وسطیٰ میں یورپ کے عیسائیوں نے یہودیوں کی زندگی ان پر تنگ کر دی تو مسلمان ریاست سپین میں یہودیوں کو پناہ ملی اور عرب مسلم تہذیب کی فراخ دلی نے یہودی تمدن کو اس کے درجۂ کمال تک پہنچنے کا موقع دیا۔ یہودیت کی اصل فطرت سے ناواقفیت کے باعث میں یہ سمجھتی تھی کہ یہودی فلسطین واپس جا کر عرب بھائیوں سے اپنے قریبی' قومی ومذہبی رشتوں کو بحال کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مجھے یہ بھی یقین تھا کہ یہودی اور عرب مل کر مشرق وسطیٰ میں پھر ایک سنہری دورِ تہذیب وترقی کو بروئے کار لائیں گے۔

یہودیت کی تاریخ سے دلچسپی کے باوجود میں سنڈے سکول (Sunday School) میں نہایت ناخوش تھی۔ اس دور میں' میں اپنے آپ کو یورپ کے یہودی معاشرے کی ایک رکن سمجھتی تھی جو اس وقت نازیوں (Nazis) [1] کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو رہا تھا۔ مجھے یہ جان کر شدید

① جرمنی کی نیشنل سوشلسٹ پارٹی کے ارکان جس نے 1933ء میں اڈولف ہٹلر کے تحت سیاسی اقتدار حاصل کیا تھا۔ دوسری جنگ عظیم (45-1939ء) میں شکست کے بعد نازی حرفِ غلط کی طرح مٹ گئے۔ (م ف)

صدمہ ہوا کہ میرے ہم جماعت طلبہ کو مذہب سے کوئی دلچسپی تھی نہ ان کے والدین کو۔

یہودی بیعہ (Synagogue) میں عبادت کے دوران میں بچے اپنی دعاؤں کی کتابوں میں رکھے ہوئے کارٹون دیکھا کرتے تھے اور رسومِ عبادت کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ بچے اتنا شور مچاتے تھے اور اتنی بدتمیزی کا مظاہرہ کرتے تھے کہ اساتذہ انہیں قابو نہ کر سکنے کی وجہ سے صحیح طور پر پڑھا بھی نہیں سکتے تھے۔ گھر پر بھی مذہب پہ عمل کرنے کے لیے ماحول سازگار نہ تھا۔ میری بڑی بہن کو ''سنڈے سکول'' سے نفرت تھی کیوں کہ میری والدہ اسے گھسیٹ کر زبردستی بستر سے اٹھاتی تھی اور وہ کبھی رونے دھونے اور تلخ کلامی کے بغیر سکول نہیں جاتی تھی۔ آخر کار میرے والدین نے تنگ آ کر اس سے سکول چھڑوا دیا۔ یہودیوں کے مقدس ایّام میں بیعہ (یہودی عبادت گاہ) جانے اور 'یوم کپور'[1] (Yom Kippur) کا روزہ رکھنے کے بجائے میری بہن کو اور مجھے سکول سے باہر سیر وتفریح کے لیے لے جایا جاتا۔ جب ہم دونوں بہنوں نے والدین پر یہ واضح کر دیا کہ ہمیں سنڈے سکول میں کتنی کوفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو انہوں نے ایک ''لاادری''[2] انسان پرست تنظیم موسوم بہ "Ethical Culture Movement" (اخلاقی ثقافت کی تحریک) میں شمولیت اختیار کر لی۔

اس تنظیم کی بنیاد انیسویں صدی میں فیلکس ایڈلر (Felix Adler) نے رکھی تھی۔ یہودی فقہ کا مطالعہ کرتے ہوئے ایڈلر کو یقین ہو گیا کہ دورِ جدید میں ہر قسم کے مافوق الفطرت نظریات سے پاک اور موزوں مذہب ہی کامیاب ثابت ہو سکتا ہے۔

میں گیارہ سال کی عمر سے اس نظریے پر مبنی آتھیکل کلچر ''سنڈے سکول'' جانے لگی اور پندرہ سال کی عمر تک وہاں تعلیم حاصل کی۔ اس بنا پر میں اس تحریک سے کلیتاً متفق ہو گئی اور تمام روایتی و مذہبی تنظیموں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگی۔

---

① کفارے یا جزا کا دن۔

② شک وشبہ میں گھرے ہوئے لوگوں کا نظریہ کہ ''ہم خدا اور کسی چیز کے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتے۔''

آغاز بلوغت کے تمام تر عرصے میں، میں انسان دوست فلسفے سے متاثر رہی حتیٰ کہ ذہن اتنا پختہ ہوگیا کہ میں دہریت اور عقلیت سے بیزار ہونے لگی۔ تب میں نے ازسرِ نو حقیقت و اصلیت کی جستجو شروع کردی۔ کچھ عرصہ تک میں نیویارک کے ایک بہائی گروہ موسوم بہ 'کاروانِ مشرق ومغرب' (The Carvan of East and West) میں شامل رہی جس کی قیادت مرزا احمد سہراب نامی ایک ایرانی کرتا تھا' جو 1958ء میں فوت ہوا۔ اس نے مجھے بتایا کہ وہ عبدالبہا کا سیکریٹری رہ چکا ہے جو بہائی مذہب کے بانیان میں سے ایک تھا۔ میں ابتدا میں بہائی مذہب کی طرف اس لیے راغب ہوئی کہ میرے خیال میں یہ اسلام کا ایک فرقہ تھا اور انسانی وحدت کی تعلیم دیتا تھا مگر جب معلوم ہوا کہ وہ اسلامی نظریے کو زیرعمل لانے میں کس قدر بری طرح ناکام رہے ہیں' تو ایک ہی سال بعد اس سے مکمل طور پر برگشتہ ہوکر ان لوگوں سے الگ ہوگئی۔ جب میں 18 سال کی تھی تو میں نے صیہونی نوجوانوں کی مذہبی تنظیم میں شمولیت اختیار کی' جس کا نام مزارچی ہیتزئیر (Mizarchi Hatzair) تھا۔ مگر جب مجھے صہونیت کی اصلیت کا پتہ چلا جس نے عربوں اور یہودیوں کو ایک دوسرے کا مستقل دشمن بنا دیا تھا' تو کچھ ماہ بعد اس تنظیم سے متنفر ہوکر میں نے اسے بھی چھوڑ دیا۔

جب میری عمر 20 برس ہوئی اور میں نیویارک یونیورسٹی میں زیرتعلیم تھی تو میرا ایک اختیاری مضمون ''یہودیت اور اسلام'' تھا۔ میرے پروفیسر ربی ابراہام آئزک کیٹش (Prof. Rabbi Abraham Isaac Katsh) وہاں شعبۂ عبرانیات کے سربراہ تھے۔ انہوں نے تمام طلبہ کو اس بات کا قائل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ اسلام یہودیت ہی کے بطن سے پیدا ہوا۔ ہماری نصابی کتاب بھی انہی کی لکھی ہوئی تھی جس میں مصنف نے بڑی محنت سے قرآن حکیم کی ایک ایک آیت کا منبع وماخذ یہودی تعلیمات قرار دینے کی کوشش کی تھی۔ اگرچہ ان کا اصل مقصد تو اسلام پر یہودیت کی برتری ثابت کرنا تھا مگر مجھ پر ان کی تدریس کا اثر اس کے بالکل برعکس ہوا۔ مجھے خاص طور پر اس بات نے یہودیت سے متنفر کیا کہ واضح قرآنی تصوّر آخرت (یوم حساب ومابعد) کے باوجود یہودی فلسطین کی ملکیت کو اپنے لیے اللہ تعالیٰ کا انعام

اور اپنا حق سمجھتے تھے۔

عہد نامۂ قدیم (توراۃ) اور یہودی دعاؤں کی کتاب میں مذکور یہودیوں کے خدا کا کردار مسخ کر کے اسے پراپرٹی ڈیلر کی حیثیت دے دی گئی ہے (نعوذ باللہ)۔ میرے خیال میں یہودیوں نے نسلی امتیاز پر مبنی قومیت کو مذہب میں ضم کر کے یہودیت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا تھا۔ میں یہ سمجھتی تھی کہ انتہائی متعصب یہودیت کا سبب وہ سختیاں ہیں جن کا یہ قوم ہمیشہ نشانہ بنی رہی۔ میں نے سوچا اگر یہودی بھی دوسرے مذاہب کی طرح ان مذاہب سے وابستہ لوگوں کو اپنے مذہب کی جانب راغب کرنے کی کوشش کرتے تو ان مصائب سے بچ جاتے۔ تاہم جلد ہی مجھے معلوم ہو گیا کہ صہیونیت محض یہودیت کے نسلی اور قبائلی تعصبات اور لادینیت کا مجموعہ ہے۔ صہیونیت کی وقعت میری نظر میں اس وقت اور بھی کم ہو گئی جب مجھے معلوم ہوا کہ صہیونیت کے رہنماؤں میں سے شاذ و نادر ہی کوئی شخص اپنے مذہب کی پابندی کرتا ہو اور قدامت پرست و روایتی یہودیت کو اسرائیل میں جس قدر برا سمجھا جاتا ہے دنیا میں اس کی مثال شاید ہی کہیں اور مل سکے۔ جب میں نے یہ دیکھا کہ امریکہ میں موجود یہودیت کے تمام اہم رہنما صہیونیت کے اندھے حامی ہیں جن کا ضمیر انہیں فلسطینی عربوں سے روا رکھی جانے والی خوفناک ناانصافی پر ذرا بھی ملامت نہیں کرتا تو میں نے خود کو یہودی سمجھنا ترک کر دیا۔

نومبر 1954ء کی ایک صبح پروفیسر کیٹش (Katsh) نے اپنے لیکچر کے دوران میں یہ دلیل پیش کی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توحید کی جو تعلیم دی اور سینا کے مقام پر انہیں جو قوانین الٰہیہ عطا کیے گئے ان کے بغیر تمام اعلیٰ اخلاقی اقدار کی استواری ناممکن ہے۔ ''ایتھیکل کلچر'' (Ethcal Culture) نامی دہریہ تنظیم اور دیگر الحادی فلسفوں کی تعلیم کے مطابق ضابطۂ اخلاق اگر خالصتاً انسان کی تخلیق ہو تو اسے انسان اپنی مرضی سے کسی بھی وقت بدل سکتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ فرد اور معاشرہ دونوں کی ہلاکت، تباہی اور بربادی ہے۔

پروفیسر موصوف نے یہ دلیل پیش کی کہ تالمود میں ربّیوں (یہودی فقہاء) نے آخرت کے بارے میں جو نظریہ پیش کیا ہے وہ محض خوش فہمی نہیں بلکہ ایک اخلاقی تقاضا ہے۔ انہوں نے کہا

کہ جو لوگ کامل یقین رکھتے ہیں کہ ہم میں سے ہر شخص کو روز قیامت اللہ کے حضور پیش ہو کر اپنے دنیاوی اعمال کا جواب دینا ہے اور ان کے مطابق سزا یا جزا ملے گی، صرف وہی لوگ خود پر اتنا ضبط رکھتے ہیں کہ عارضی خوشیاں قربان کر سکیں، مشکلات برداشت کر سکیں اور دائمی فلاح حاصل کرنے کے لیے قربانی دے سکیں۔ پروفیسر کیٹش یہ لیکچر دے رہے تھے تو میں اپنے ذہن میں عہد نامۂ قدیم (توراۃ) اور تالمود کی تعلیمات کا قرآن وحدیث کی تعلیمات کے ساتھ موازنہ کر رہی تھی اور مجھے یہودیت میں اتنے نقائص نظر آ رہے تھے کہ بالآخر میں نے دل سے اسلام قبول کر لیا۔

اگرچہ میں 1954ء ہی میں مسلمان ہونا چاہتی تھی مگر میرے گھر والوں نے مختلف دلائل دے کر مجھے اس سے محروم رکھا۔ مجھے خبردار کیا گیا کہ اگر میں نے اسلام قبول کر لیا تو میری زندگی کئی الجھنوں سے دوچار ہو جائے گی کیونکہ یہودیت اور عیسائیت کی طرح اسلام امریکہ میں پذیرائی حاصل نہیں کر سکا۔ مجھ سے کہا گیا کہ اسلام مجھے میرے اہل خانہ اور معاشرے سے جدا کر دے گا۔ اس وقت میرا ایمان اس قدر مضبوط نہ تھا کہ اس بے پناہ دباؤ کو برداشت کر سکتا۔

اس اندرونی کشمکش کی وجہ سے میں اتنی بیمار پڑ گئی کہ کالج کی تعلیم کا سلسلہ منقطع کرنا پڑا اور میں سند (ڈپلوما) حاصل نہ کر سکی۔ اگلے دو سال تک میں گھر پر ہی رہی۔ پرائیویٹ طور پر علاج ہوتا رہا مگر حالت مسلسل بگڑتی چلی گئی۔ میرے والدین نے بے بسی کے عالم میں مجھے دو سال 1957-59ء تک مختلف پرائیویٹ اور سرکاری ہسپتالوں میں داخل کرائے رکھا جہاں میں نے یہ عہد کیا کہ اگر مجھے شفائے کاملہ نصیب ہوگئی تو میں اسلام قبول کر لوں گی۔

جب مجھے گھر واپس آنے کی اجازت مل گئی تو میں نے نیویارک شہر میں مسلمانوں سے ملنے کے امکانات کا جائزہ لیا اور خوش قسمتی سے مجھے بہترین خواتین وحضرات کی شناسائی نصیب ہوگئی۔ میں اسلامی جرائد میں مضامین بھی لکھنے لگی اور دنیا بھر کے مسلمان رہنماؤں سے خط کتابت کے ذریعے سے رابطہ بھی کر لیا۔ جن معروف شخصیات سے میری خط کتابت رہی ان میں

الجزائری علماء کے رہنما مرحوم شیخ ابراہیمی' جامعۃ الازہر کے ڈاکٹر محمد البہائی' محمود ایف حب اللہ جو اُس وقت واشنگٹن میں اسلامی مرکز کے ڈائریکٹر تھے' پیرس میں مقیم ڈاکٹر حمید اللہ' جنیوا کے اسلامی مرکز کے ڈائریکٹر ڈاکٹر سعید رمضان اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں۔

باقاعدہ اسلام قبول کرنے سے قبل بھی مجھے یہ احساس تھا کہ آج کی دنیا میں ایمان کی سلامتی کو نام نہاد تحریکِ تجدّد سے شدید خطرہ لاحق ہے جو قوانین وتعلیماتِ الٰہیہ میں انسان کے گھڑے ہوئے نظریات اور ''اصلاحات'' کی ملاوٹ کرنا چاہتی ہے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ اگر تمام جدت پرست اس پر تُل گئے تو اصل دین کا نشان تک باقی نہیں رہے گا کیونکہ بچپن میں' میں نے اپنے خاندان میں اپنی آنکھوں سے ''آزاد خیالوں'' کے ہاتھوں منزّل من اللہ عقیدے کو مسخ ہوتے دیکھا تھا۔ میں چونکہ ایک یہودی گھرانے میں پیدا ہوئی اور اسی ماحول میں پرورش پائی' لہٰذا میں نے یہ صاف دیکھ لیا کہ دہریت اور مادیت کے ماحول میں دین قبولیت حاصل نہیں کر سکتا۔ ''اصلاح یافتہ یہودیت''[1] نہ صرف یہودیوں کو غیر یہودی تمدن میں جذب ہونے سے روکنے میں ناکام رہی بلکہ اس عمل کی رفتار میں مزید اضافے کا باعث بنی۔

نتیجہ یہ نکلا کہ وہ لوگ صرف نام کے یہودی بن کے رہ گئے اور کسی کا کوئی خاص مسلک نہیں تھا۔ بچپن میں مجھے مسلسل ''اصلاح یافتہ یہودیت'' کی فکری بددیانتی' منافقت اور سطحی سوچ کا مشاہدہ اور تجربہ حاصل ہوتا رہا۔ اس کم سنی میں بھی مجھے یہ احساس ہونے لگا کہ ایسا کمزور اور بے روح فلسفۂ حیات اپنے پیروکاروں خصوصاً بچوں کی عقیدت کا مرکز نہیں بن سکتا۔ مجھے یہ دیکھ کر بہت مایوسی ہوئی کہ یہی خطرہ مسلمانوں کے ہاں بھی موجود تھا۔ مجھے یہ جان کر صدمہ ہوا کہ بعض مسلمان

---

[1] یہودیت کی ایک شکل جس میں رسوم، اطوار اور رواج وغیرہ کو اس طرح سے جدید بنایا گیا ہے کہ وہ حالات کے عین مطابق ہو گئے ہیں یعنی قدیم رسوم و رواج کی پابندی کے بجائے یہودیت کے مذہبی کردار اور اخلاقیات پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔

سیاسی رہنما اور علماء انہی گناہوں کا ارتکاب کر رہے ہیں جن پر قرآن حکیم میں یہودیوں کی شدید مذمت کی گئی ہے۔ اس یقین کے ساتھ کہ اگر ہم نے خلوصِ دل سے توبہ اور اپنی اصلاح نہ کی تو ہمارا انجام بھی یہودیوں جیسا ہوگا، میں نے یہ عہد کیا کہ اس اندرونی خطرے کے خلاف بھرپور قلمی جہاد کروں گی۔ اس سلسلے میں جنوری 1961ء میں مولانا مودودی رحمہ اللہ نے میرے نام اپنے پہلے خط میں لکھا: ''جب میں آپ کے لکھے ہوئے مضامین کا مطالعہ کر رہا تھا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں اپنے ہی خیالات پڑھ رہا ہوں۔ جب آپ اردو سیکھ کر میری کتابیں پڑھیں گی تو مجھے امید ہے کہ آپ کو بھی یہی محسوس ہوگا۔ اس حقیقت کے باوجود کہ ہمارے درمیان پہلے سے اگرچہ کوئی واقفیت موجود نہیں' پھر بھی یہ باہمی ہمدردی، موافقت اور اتفاقِ رائے اس وجہ سے ہے کہ ہم دونوں کو غور و فکر کی تحریک ایک ہی سرچشمہ یعنی اسلام سے ملی ہے۔''[1]

[بیگم مریم جمیلہ سابقہ مارگریٹ مارکس، نیویارک، حال مقیم لاہور]

(Maryam Jameelah Begum, Formerly Margaret Marcus)

میں مسلمان کیوں ہوں؟

آج سے چند ماہ قبل تک مجھے عیسائی شمار کیا جاتا تھا کیونکہ میں تقریباً 26 برس پہلے ایک عیسائی گھرانے میں پیدا ہوئی اور بچپن میں مجھے اچھی زندگی کے جو اصول سکھائے گئے تھے ان پر عمل کرتی رہی۔

سن بلوغت کو پہنچنے کے بعد قسمت نے مجھ سے کچھ زیادہ اچھا سلوک نہ کیا' لہٰذا مجھے کسی ایسی روشن اور قابل یقین چیز کی ضرورت محسوس ہوئی جو عیسائیت میں موجود نہ تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ میں دربدر بھٹکنے لگی۔ میں چرچ صرف اس لیے جاتی تھی کہ میں وہاں برسرِ روزگار تھی' مگر روحانی طور پر سکون واطمینان سے محروم ہی رہی۔

چند سال قبل 27-1926ء میں' میں مصر گئی تو محض سیر و تفریح کے شوق میں قاہرہ کی مسجد محمد علی

---

① اسلام اینڈ ماڈرن ازم' از مریم جمیلہ- لاہور' 1968ء' ص:7-12

دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ میری خوش قسمتی یہ تھی کہ نماز کے وقت وہاں پہنچی۔ میں وہاں امیر وغریب دونوں کو یکساں خلوصِ دل سے اللہ کی عبادت کرتے اور نماز میں ان کا خشوع وخضوع دیکھ کر بہت متاثر ہوئی اور اس کے بارے میں بعد میں بھی سوچ کر حیران ہوتی رہی۔

خاصے عرصے بعد 1933ء میں مجھے ووکنگ (Woking) جانے کا اتفاق ہوا اور ایک دفعہ پھر سیاحت کے شوق میں وہاں کی مسجد میں جا پہنچی۔ اس وقت بھی نماز کا وقت تھا۔ اس کے بعد امام صاحب نے قرآن کریم کی اوّلین سورت پر لیکچر دیا جو ہر مسلمان کی نماز کا حصہ ہے اور ہر مسلک کے ہر شخص کے لیے ایک دعا ہے۔

مجھے وہاں عالمگیر اخوت، جس میں کوئی نسلی یا گروہی امتیاز نہیں، توحید، تمام سابق انبیاء علیہم السلام کے احترام اور اسلام کے صحیح مفہوم سے آگاہی حاصل ہوئی جو کہ سراسر پیغامِ امن وسلامتی ہے۔ یہ باتیں مجھے قابل اعتماد اور نہایت عمدہ لگیں اور میرے دل میں اس دین کے بارے میں مزید جاننے کی خواہش پیدا ہوئی جو اتنا قابل عمل اور تعصب سے پاک ہے۔ میں نے مسجد سے کچھ اسلامی کتب اور قرآن حکیم کا ایک نسخہ حاصل کیا۔ امام صاحب نے مجھے حق وصداقت کی تلاش میں بہت مدد دی اور بالآخر یہ صداقت مجھے مل گئی۔ آج سے تین ماہ قبل میں نے اسلام قبول کر لیا اور اللہ کی رضا کے سامنے سرِ تسلیم خم کر کے اپنے مسلمان ہونے کا باقاعدہ اعلان کر دیا۔

میرا ایمان یہ ہے کہ قرآنِ کریم لامتناہی خزانے کا سرچشمہ ہے۔ اپنی زندگی میں ہر روز اس کی رہنمائی سے مستفید ہونے والا انسان کبھی گمراہ نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ لوگ کہتے ہیں اور میں خود بھی یہی سمجھتی ہوں کہ اب میں پہلے سے بہت زیادہ خوش رہتی ہوں، اگرچہ عقائد کی تبدیلی کی وجہ سے کئی آزمائشوں کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ مجھے تبدیلیٔ عقائد کی وجہ سے چرچ آف انگلینڈ کے ایک ادارے کی ملازمت چھوڑنی پڑ رہی ہے۔ جن عیسائی لوگوں کے ساتھ میں کام کرتی ہوں ان کے کچھ خیالات ونظریات پیش کرنے کی اجازت چاہتی ہوں۔ جہاں میں کام کرتی ہوں وہ نادار اور بے سہارا بچوں کا ادارہ ہے اور میں اس میں نائب ناظمہ ہوں۔ یہ بچے کسی خاص مسلک سے وابستہ نہیں۔

❀ محترمہ ''الف'' ہومز کمیٹی (Homes Committee) کی سیکرٹری ہیں۔ جب اس کمیٹی کو میرے نظریات کی تبدیلی کا علم ہوا تو ''محترمہ اے'' سے مجھے مندرجہ ذیل خط موصول ہوا:

محترمہ گرفتھس!

''آج ہاؤس کمیٹی کے علم میں یہ بات آئی ہے کہ آپ اسلام قبول کر کے ووکنگ (Woking) کی مسجد میں عبادات اور تقریبات میں شرکت کرتی ہیں، اس پر کمیٹی نے بہت افسوس کا اظہار کیا ہے۔

یہ بات ہومز کمیٹی کی اگلی میٹنگ میں بھی زیرِ بحث آئے گی' لہٰذا ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ کیا آپ واقعتاً اسلام سے وابستگی اختیار کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں؟ اور میں یہ بات واضح کر دوں کہ کمیٹی کی نظر میں آپ کا یہ اقدام ملازمت سے برطرفی کا مستوجب متصور ہوگا کیونکہ ہم کسی مسلمان کو یا مسجد میں حاضری دینے والے فرد کو اپنی ملازمت میں نہیں رکھ سکتے۔

مزید میں صرف یہ کہوں گی کہ مجھے سن کر بہت دکھ ہوا کہ آپ عیسائیت کو ترک کرنے پر غور کر رہی ہیں اور میں آپ سے یہ گزارش کرتی ہوں کہ یہ ناقابل تلافی قدم اٹھانے سے پہلے اچھی طرح سوچ بچار کر لیں۔''

آپ کی مخلص

ڈی سی ٹی ایچ

میں نے جواب میں لکھا کہ میں یہ ''ناقابل تلافی'' قدم اٹھا چکی ہوں' مگر میں نے مذہب کو ہمیشہ انسان کا ذاتی معاملہ ہی سمجھا ہے' لہٰذا میرے تبدیل شدہ عقائد سے میرا روزگار متاثر نہیں ہوگا اور جن بچوں کی بہبود کے لیے میں کام کر رہی ہوں ان کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

میرے خط کے جواب میں جو خط آیا افسوس کہ میں نے وہ جلا دیا۔ اس میں اس ''محترمہ'' نے لکھا تھا: ''بظاہر مذہب کو ذاتی معاملہ کہتے ہوئے آپ کو اپنے دائرۂ کار کا ہرگز احساس نہیں ہے کہ مسلمان ہوتے ہوئے آپ بچوں کی عیسائیت کی طرز پر کیسے تربیت کر سکیں گی۔''

❁ محترمہ ''ب'' اس کمیٹی کی ممبر ہیں اور نہایت باقاعدگی سے چرچ میں حاضری دیتی ہیں۔ جب انہیں یہ خبر موصول ہوئی تو اس قدر حیران ہوئیں گویا اچانک کوئی بم پھٹ پڑا ہو۔ انہوں نے خوف اور دہشت سے اپنے ہاتھ اٹھاتے ہوئے مجھ سے پوچھا: کیا آپ کو یہ علم ہے کہ آپ کیا کر رہی ہیں؟ کیا آپ پاگل ہوگئی ہیں؟ انہوں نے کہا کہ اسلام تو صرف رنگ دار لوگوں کے لیے انسانوں کا بنایا ہوا مذہب ہے۔

❁ محترمہ ''ج'' بھی کمیٹی کی ایک رکن ہیں جو کئی سال بنگال میں رہ چکی ہیں۔ وہ یہ دعویٰ کرتی ہیں کہ بنگال کے جس ضلع میں وہ رہی ہیں وہاں مسلمانوں کو اتنا اچھا نہیں سمجھا جاتا کیونکہ وہ بے حد دیانت دار ہونے کے باوجود بے تحاشا جھوٹ بولتے ہیں۔ وہ کہتی ہیں: ''تمام طبقوں میں بیویوں سے منقولہ املاک جیسا سلوک کیا جاتا ہے۔ مرد اپنی ماں اور بہنوں وغیرہ کا احترام تو کرتے ہیں مگر بیویوں سے جو دل چاہے سلوک کرتے ہیں کیونکہ ان کا قرآن انہیں اس بات کی اجازت دیتا ہے۔''

میں نے قرآن کریم کھول کر اس میں بیویوں کے حقوق اور ذمے داریوں کے بارے میں عبارات پڑھیں تو اس خاتون کا جھوٹ صاف ظاہر ہوگیا۔

❁ مسٹر ''د'' کمیٹی کے ممبر ہیں جو بہت پڑھے لکھے ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر ہیں اور ایک مشہور پبلک ہائی سکول میں کام کرتے رہے ہیں۔ جب ان کی رائے دریافت کی گئی تو انہوں نے کہا: ''بے شک ہم جانتے ہیں کہ وہ (مسلمان) لامحدود جنسی تلذذ کے لیے جنت کی خواہش رکھتے ہیں۔''

کیا اس سے زیادہ مضحکہ خیز بات بھی کوئی ہوسکتی ہے کیونکہ جسم کی موت کے ساتھ ہی اس کی ضروریات اور خواہشات بھی تو ختم ہو جاتی ہیں؟

❁ مسٹر ''ہ'' وہ پادری ہیں جنہیں مجھے ''راہِ راست'' پر لانے کے لیے بلایا گیا۔ انہوں نے فرمایا: ''کیا تمہیں یہ احساس نہیں کہ تم نے کتنا خوفناک قدم اٹھایا ہے؟ تمہارے اس قدم پر تو اس ادارے کی بانی خاتون کی روح بھی قبر میں تڑپ اٹھی ہوگی۔ کیا تمہیں احساس ہے کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت سے منکر ہو رہی ہو؟''

میں نے جواب دیا: ''ہرگز نہیں! بلکہ میں تو اب بھی حضرت عیسیٰ' حضرت موسیٰ اور تمام انبیائے کرام علیہم السلام کا دل سے احترام کرتی ہوں' مگر میرا ایمان یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول ہیں۔''

انہوں نے کہا: ''تو کیا تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے برابر سمجھتی ہو؟'' میں نے کہا: ''جی ہاں! حضرت موسیٰ علیہ السلام احکام الٰہی لے کر آئے تھے اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا نہ ہوتے تو لوگ ان احکام پر عمل کر کے بھی زیادہ گمراہ نہ ہوتے۔''

انہوں نے کہا: ''مگر عیسیٰ علیہ السلام تو خدا کے (نعوذ باللہ) بیٹے ہیں۔''

میں نے ان سے اس بات کا ثبوت طلب کیا اور کہا: ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو خود کو انسان کے بیٹے کہا کرتے تھے۔''

اس پر ان صاحب نے یہ دلیل دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو باپ کے بغیر پیدا ہوئے تھے۔ ان کی پیدائش تو ایک معجزہ تھی۔ میں نے اس معجزے سے انکار نہ کیا مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کو ماننے سے انکار کر دیا۔

انہوں نے کہا: ''کیا تم کبھی عبادت کرتی ہو۔'' میں نے جواب دیا: ''یقیناً!''

انہوں نے کہا: ''کس کی عبادت؟'' میں نے جواب دیا: ''صرف ایک معبودِ برحق کی۔''

انہوں نے کہا: ''تمہیں سیاہ فام لوگوں کے ساتھ میل جول برا نہیں لگتا؟''

میں نے جواب دیا: ''میں رنگ دار لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنا برا نہیں سمجھتی کیونکہ میرا ان کے دین پر ایمان ہے جو عالمگیر اخوت کا درس دیتا ہے۔ اخوت کے اس رشتے کا اللہ کی طرف سے حکم ہے مگر اس پر صرف مسلمان ہی عمل کرتے ہیں۔''

❁ محترمہ ''ڈ'' میرے ادارے کی ناظمہ (Matron) ہیں جن سے میری گہری دوستی رہی ہے' مگر اب میں نے ان کی دوستی سے ہاتھ کھینچ لیا ہے۔ انہوں نے مجھ سے کہا: ''تم نے اسلام قبول کر کے اپنی تذلیل کی ہے اور اس وجہ سے میرے دل سے تمہارا تمام تر احترام جاتا رہا ہے۔''

انہوں نے مجھ سے پوچھا: ''کیا تم ان رنگ دار لوگوں سے خود کو برتر نہیں سمجھتی جن سے تم

ملتی جلتی رہتی ہو؟''

میں نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا: ''میں کبھی احساس برتری میں مبتلا نہیں ہوئی۔''

محترمہ ''ڈ'' کا موقف یہ ہے کہ اسلام ایک سیاسی پانسہ (پھانسنے کا ذریعہ) ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ اگر ہندوستانی (مسلمان) انگریزوں سے اپنا مذہب قبول کروالیں تو بہت جلد وہ ہندوستان پر خود حکومت کرنے کا مطالبہ کرنے لگیں گے۔ (اللہ جانے لوگ اسلام کو صرف ہندوستان تک محدود کیوں سمجھتے ہیں!)

میں نے دوٹوک الفاظ میں اس بات کی تردید کی تو انہوں نے محمد علی [1] کے ترجمۂ قرآن کے دیباچے سے چند پیروں کے مطالعے کی بنا پر کہا: ''اس کتاب کا بنیادی موضوع تو شہوت پرستی ہے اگرچہ اس میں کچھ عقائد اچھے بھی ہیں مگر لفظ اسلام گھٹیا باتوں پر اچھے لیبل کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ ایسی باتیں جن کا نام لینے سے منہ کا ذائقہ تک خراب ہو جاتا ہے۔'' انہوں نے اسلام کے علماء اور مبلغین کو اس مکڑی سے تشبیہ دی جو جالا تان کر معصوم مکھیوں کا شکار کرتی ہے۔ انہوں نے کہا: ''کثرتِ ازواج کی آڑ میں وہ لوگ چاہتے ہیں کہ تم عصمت فروشی کی زندگی بسر کرو۔'' اندھے مسیحی تعصب میں مبتلا اس خاتون کو اس کے عقائد کے خلاف کسی بات کا قائل نہیں کیا جاسکتا۔

❁ جناب ''ز'' صاحبہ میری ایک عیسائی دوست ہیں جن کے اسلام کے بارے میں تصورات نہایت غلط ہیں۔ ان کے ایک حالیہ خط سے چند سطریں پیش کرتی ہوں:

''میں یہ محسوس کرتی ہوں کہ تمہارا یہ اقدام نہایت غلط اور باعثِ ذلّت ہے کیونکہ مجھے تو دین اسلام میں کوئی کشش نظر نہیں آتی۔ یہ بنیادی طور پر ایک مشرقی مذہب ہے اور میرے خیال میں مغرب کی ایک تعلیم یافتہ خاتون کے لیے اس میں کشش کا کوئی سامان موجود نہیں۔ اس کا ہماری عیسوی تعلیمات سے کیا مقابلہ؟ Mahomet (ﷺ) [2] کا

---

① یہ لاہور قادیانی فرقے سے منسلک تھے اور ان کا ترجمۂ قرآن (انگریزی) خاصا مشہور ہوا۔ (م ف)

② تُرک چونکہ حرف ''ڈ'' (D) کو ''ت'' (T) کی طرح بولتے ہیں، اس لیے ان کے قرب کے باعث یورپ میں محمد ﷺ کے نام کے یہ ہجے رائج ہو گئے۔ (م ف)

خدا ایک جابر قسم کا سلطان یا مطلق العنان بادشاہ لگتا ہے جس سے ڈرنا اور اس کو خوش رکھنا نہایت ضروری سمجھا جاتا ہے مگر وہ کبھی باپ نہیں ہوسکتا۔ اس کے علاوہ اتنے زیادہ بُعد سے نبوت کا دعویٰ! کہاں خدا اور کہاں انسان! پھر بھی محمد (ﷺ) نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بڑے اطمینان سے یہ کہا تھا: ''میں اپنے باپ کی طرف سے آیا ہوں اور دنیا چھوڑ کر اسی کے پاس واپس جاؤں گا۔'' انہوں نے اپنے بے رحم نقادوں سے یہ بھی کہا: ''میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے تھا اور اب بھی ہوں۔'' یہ تمام فرمودات عالیہ عیسیٰ علیہ السلام کو انبیاء کے درجے سے اٹھا کر خدا کے درجے تک لے جاتے ہیں' گویا ایک انسانی شکل وصورت میں خدا (نعوذ باللہ)۔ میں اسلام کے پست معیار اخلاقیات کے بارے میں زیادہ کچھ نہیں کہوں گی مگر اس سے انکار ممکن نہیں۔ اسلام میں عورت کا درجہ کم تر ہے۔ قرآن حکیم کثرت ازواج' غلامی بزور شمشیر مسلمان بنانے کی اجازت دیتا ہے' اور یہ تمام باتیں وحشیانہ ہیں......''

یہ وہ چند بے بنیاد الزام تھے جو اسلام اور مسلمانوں پر لگائے جاتے ہیں۔ روزانہ اس طرح کی کچھ باتیں مجھے سننا پڑتی ہیں۔ کچھ تو اتنی مضحکہ خیز ہوتی ہیں کہ ان پر توجہ دینا بھی فضول ہوتا ہے۔

اوپر چند الزامات کا تذکرہ میں نے آپ کے سامنے رکھا ہے' یہ الزام تراشیاں سراسر بے بنیاد ہیں کیونکہ کسی ایک الزام کی تائید میں بھی بیّن ثبوت موجود نہیں۔ اس طرح میرا اپنے عقائد پر ایمان مزید پختہ ہوگیا ہے، مگر ان لوگوں پر افسوس ہوتا ہے جو تعصب کے باعث اسلام کی واضح اور روشن صداقتوں کو سننا بھی گوارا نہیں کرتے۔ امید ہے کہ ایک دن وہ بھی ضرور ایمان لے آئیں گے۔

علاوہ ازیں مجھے اپنے مسلمان ہونے پر فخر ہے اور اس پر رب کریم کا شکر ادا کرتی ہوں۔ اسلام پر میرا ایمان کبھی زائل نہیں ہوگا۔ الحمد للہ [1]

[مس رحیمہ گرفتھس]

(Miss Rahima Griffths)

---

[1] اسلامک ریویو' دسمبر: 1943ء' ج: 21' ش: 12' ص: 405-410

اسلام ہی سے میرا عہد وفاداری کیوں؟

میں روس کے ایک تاتاری گاؤں[1] میں پیدا ہوئی۔ میرے والد رومن کیتھولک ڈاکٹر تھے جو پولینڈ سے جلاوطن ہوکر یہاں آباد ہوئے تھے۔ انہوں نے ایک مسلمان خاتون سے شادی کرلی جوان سے شادی کی خاطر عیسائی بن گئیں کیونکہ روس میں عیسائیوں اور غیر عیسائیوں کے درمیان شادی بیاہ کی اجازت نہ تھی۔ میری والدہ کبھی چرچ گئیں نہ کہیں مذہبی تقریب میں شمولیت کی۔ مجھے یاد ہے کہ جب کبھی وہ تنہا ہوتیں تو زیرلب مسلمانوں والی دعائیں پڑھتی رہتی تھیں۔ میں نے مسجد کے سائے میں پرورش پائی اور میرے بچپن کی تمام تر یادیں مؤذن کی صدا سے وابستہ ہیں۔ تاتاری گھر میں اور کھیتوں میں نماز ادا کرتے تھے اور میں ان کے سنجیدہ' باوقار اور صاف ستھرے اندازِ حیات کا ہمسایہ روسی دیہات کے لوگوں کی شراب نوشی اور وحشت اور غلاظت سے غیر شعوری طور پر موازنہ کیا کرتی تھی۔

میرے والدین میرے بچپن ہی میں فوت ہوگئے اور میری پرورش لادین روسی دانشوروں کے ماحول میں ہوئی جن کے کوئی اصول تھے نہ روایات۔ میں یہ تسلیم کرتی ہوں کہ میں نے روحانی معاملات پر کبھی غور نہ کیا تھا' تا آنکہ امریکہ اور برطانیہ میں کچھ عرصہ رہنے کے بعد مجھے یہ یقین ہوگیا کہ انسانی زندگی کے لیے کوئی اصول اور ضابطۂ اخلاق ضروری ہے۔ میں نے عیسائیت کا مطالعہ کیا مگر اس کی تمام نمائشی رسوم اور توہمات کے جال سے محفوظ ہونے کے باوجود یہ مذہب مجھے مطمئن نہ کرسکا کیونکہ میں عیسائیت کا بنیادی فلسفہ (عیسیٰ کی الوہیت' انسان کا پیدائشی برا ہونا اور نظریۂ کفارہ) قبول نہ کرسکی۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ عیسائیوں کے غلط

---

[1] تیرھویں صدی عیسوی میں چنگیز خاں کے تاتاری لشکر نے روس پر یلغار کرکے وہاں ''شاخ زریں'' کی حکومت قائم کرلی تھی۔ اگلی صدی میں وہ تاتاری مسلمان ہوگئے۔ سولھویں صدی میں زار روس نے تاتاری حکومت پر فتح پائی اور ان دنوں تاتارستان کی مسلم اکثریتی خودمختار جمہوریہ وفاق روس میں شامل ہے۔ (م ف)

عقائد نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقام معبودِ برحق سے بھی بڑھا دیا ہے۔ مجھے یہ بات بھی ہرگز قابل قبول نہ لگی کہ کسی نیک ترین انسان کی موت بھی باقی انسانوں کے گناہوں کا کفارہ ہوسکتی ہے۔ اسی غلط عقیدے کی بنا پر لوگ بے دریغ گناہ کرتے ہیں' لہٰذا قدرتی طور پر میں نے اسلام کی طرف رجوع کیا' اس لیے کہ مجھے اسلام سے ہمیشہ ایک لگاؤ سا رہا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ میری ابتدائی پرورش اسلام ہی کے ماحول میں ہوئی۔ مجھے اسلام کی طرف آنا اپنے ہی گھر کی طرف آنا لگا۔ اور میں جوں جوں قرآن پاک اور دوسری اسلامی کتب کا مطالعہ کرتی گئی (ان کتب میں سب سے سلیس اور مدلّل خواجہ کمال الدین کی کتب تھیں) تو مجھے اتنا ہی زیادہ یہ یقین ہوتا گیا کہ اہل فکر ونظر کے لیے...... جو حقائق سے آنکھیں چراتے ہیں نہ سائنس کی دریافتوں کو مسترد کرتے ہیں...... یہی سچا دین ہے' لہٰذا میں بے اختیار اِس دین سے عیسائیت کی تعلیمات کا موازنہ کرنے لگی جولفاظی کے باوجود زندگی سے بیزاری کی حدتک رہبانیت کا درس دیتی ہیں یا انسانوں کی ارضی زندگی سے مطابقت کے لیے بے سروپا منطق کا سہارا لینے کی راہ دکھاتی ہیں۔

اسلام کی عقلی دلائل سے مزین تعلیمات سے بھلا مسیحی تعلیمات کا کیا مقابلہ؟ کیونکہ اسلام تو اللہ کی مرضی کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے اور درجۂ کمال کو پہنچنے کے لیے محنت کرنا سکھاتا ہے۔ اس میں فلسفیانہ دقائق کی بھول بھلیاں ہیں نہ نجات کے لیے کوئی طلسماتی فارمولے بلکہ زندگی بھر کے لیے ایک مکمل رہنمائی اور ضابطۂ اخلاق ہے جو عقلی شواہد کی تردید کرتا ہے نہ فطری جذبات کے خلاف ہے۔ اس بات کی سمجھ نہیں آتی کہ کوئی صاحبِ شعور انسان اس سے کیوں کر منکر ہوسکتا ہے؟ شاید اسی وجہ سے اسلام پر نقد و جرح کرنے والے اکثر ناقدین مسلمانوں کے ممالک میں ان کی زبوں حالی کو دلیل بناتے ہیں، مگر اس امر کو نظر انداز کردیتے ہیں کہ مسلمانوں کی زبوں حالی اسلامی تعلیمات کے باعث نہیں بلکہ غربت اور جہالت کی وجہ سے ہے جو ان ممالک کے مخصوص مادی وسیاسی حالات کی پیداوار ہے جہاں وہ رہتے ہیں۔ افسوس صرف اس بات کا ہے کہ مجھے یہ سچائی پہلے کیوں نظر نہ آئی؟ اس سے میری ابتدائی زندگی بھی زیادہ خوشگوار ہوجاتی اور

میں معاشرے کی ایک زیادہ کارآمد رکن بن سکتی۔ ①

[مسز سی سعیدہ نیمیئر]

(Mrs. C.Sa'eeda Namier)

میرے نئے دین اسلام کی خوشی

میں نے تقریباً 7 برس امریکہ میں عیسائی مشنری (مبلغہ) کے طور پر کام کیا تو مجھے احساس ہوا کہ مجھے اپنے طور پر تلاشِ حق کرنی چاہیے۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ اللہ تعالیٰ مجھے میرے سوالات کے جوابات کی تلاش میں کہیں لے جا رہا ہے۔ میں ہمیشہ سے بیرون ممالک جانے کی خواہاں تھی اور بالآخر میں نے جانے کا فیصلہ کرلیا۔ میں پہلے جرمنی گئی جہاں مجھے میرے شوہر ملے جنھوں نے مجھے اسلام سے متعارف کروایا۔ ہم دونوں اکٹھے پاکستان گئے جہاں میں ''ماہجی'' (Mahji) نامی گاؤں میں تقریباً ڈیڑھ سال تک رہی۔ یہ سفر یقیناً میرے لیے ایک بہت بڑا انقلاب تھا کہ مجھے ان بڑے بڑے شہروں سے میلوں دور رہنا پڑا جہاں میں پہلے رہتی رہی۔ یہاں کے لوگوں کی طرزِ زندگی نے مجھے متاثر کیا اور زندگی کے سفر میں اسلام کی شاہراہ پر ایمان کی دولت لیے گامزن ہونے پر ابھارا۔ اپنی سابقہ زندگی میں، میں یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ رہتی تھی مگر وہ اپنے ہی مقرر کردہ اصول وضوابط کے برعکس زندگی گزار رہے تھے۔ صرف پاکستان ہی میں مجھے ایسے لوگ ملے جو اپنے دینی معیار کے مطابق زندگی بسر کر رہے ہیں۔

امریکہ میں پرورش پانے کی وجہ سے میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ وہاں کی بیٹیاں کس طرح جہنم کی راہ لیے ہوئے ہیں۔ وہاں کوئی پابندی ہے نہ کوئی اخلاقی معیار، لہٰذا لڑکیوں کو 18 سال کی عمر ہی سے اپنی راہیں خود تلاش کرنے کی کھلی چھٹی دے دی جاتی ہے۔ ایسے اعمال میں محبت کا کیا دخل؟ مگر پاکستان میں آپ کوئی لڑکی گلی میں اکیلی نہیں پائیں گے، والدین کا ان پر پورا کنٹرول ہے۔ اسلام کے مطابق مناسب عمر میں ان کی شادی کردی جاتی ہے تو شیطان کے

① اسلامک ریویو، جنوری: 1935ء، ج: 23، ش: 1، ص: 1-3

حملے کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ قدرت نے مجھے دو بیٹیاں عطا کی ہیں اور میں فخر سے یہ کہہ سکتی ہوں کہ وہ بڑی ہوں گی تو مذہب اسلام اور اسلامی اقدار ان کی عصمت کی محافظ ہوں گی اور انھیں اس اذیت سے دوچار نہیں ہونا پڑے گا جس کا سامنا مجھے کرنا پڑا۔ میرے خیال میں اسلام، ایمان اور پاکیزگی کی رُوح ہے۔ ابتدا میں حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے اس لیے نکلنا پڑا کہ وہ حوا کو شیطان کے دام سے نہ بچا سکے۔ اب ہم اسلام کے ذریعے سے ہی اپنی بیٹیوں کو شیطان سے بچا کر اور انھیں اللہ کے راستے پر ڈال کر اپنے آپ کو ناکامی سے بچا سکتے ہیں۔ میرا یہ ایمان ہے کہ آج کی دنیا کو راہ راست پر لانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسلام کو اپنا منتخب دین بنا کر بھیجا ہے تاکہ یہ دنیا کے لوگوں کو خلافت ارضی کے اصل مقصد سے آگاہ کر کے انھیں اس کے حصول کی جدوجہد کی راہ دکھائے۔ آمین ①

[ورجینیا ہاجرہ میر]
(Virginia Hajarah Mir)



① یقین انٹرنیشنل، 17 اپریل: 1986ء ج: 34، ش: 23، ص: 273